رسیا یار منا نا الو کھا

حنا بشریٰ

PAKSOCIETY.COM

اسلام علیکم!

ہمیں اپنے Blog Kitabdost

http://kitabdostpk.blogspot.be

اور readingpoint

http://readingpointpk.blogspot.be

کے لیے لکھاریوں کی ضرورت ہے جو ہمارے لیے ناولز
لکھ سکیں جو خواتین و حضرات شوقین ہیں وہ
ہمیں اپنی تحریر (ناول،ناولٹ،افسانہ قسط وار ناول)
اس میل آی ڈی پہ سینڈ کر سکتے ہیں

maisrasultan@gmail.com

فیس بک پہ بھی اس میل کے زریعے رابطہ کریں

کم دا عشق کمانا اوکا
کسی نو یار بنانا اوکھا
پیار پیار تے ہر کوئی بولے
کر کے پیار نبھانا اوکھا
دکھ تے ہر کوئی نہیں لیندا
کسی دا درد ونڈانا اوکھا
کوئی کسی دی گل نئیں سُندا
لوکاں نو سمجھانا اوکھا
''اوئے بلھیا''
روسیا رب دی من جاندا پر
روسیا یار منانا اوکھا

✧✧✧

اللہ اکبر..... اللہ اکبر
سفید سنگِ مرمر کے چمکتے دمکتے نُور بھرے گنبدوں سے بلند ہوتی ہوئی صدا پورے علاقے میں سنائی دے رہی تھی۔ ایک تو امام مسجد عبدالرافع کی خوش الحانی اور دوسرا جذب و سرور کا انداز ہی عجب تھا کہ پورا علاقہ سنائے میں آجایا کرتا تھا..... دلوں پہ روحانی کیفیت چھا جایا کرتی تھی۔ چند لمحوں کے لئے دل خود بخود دُنیائے فانی سے کٹ جایا کرتا تھا۔ دُنیا کی بے ثباتی کا احساس مضبوط ہونے لگا تھا۔ قدم بے اختیار اللہ کے گھر کی طرف اُٹھ جایا کرتے تھے یہ اللہ کا کرم تھا کہ مولوی عبدالرافع پہ کہ ان کی آواز کے سحر میں ڈوب کر کتنی ہی پیشانیاں خدائے بزرگ و برتر کے حضور سجدہ ریز ہو جایا کرتی تھیں..... یہ مولوی عبدالرافع کی بہت بڑی کامیابی تھی یہ اعجاز تو کسی کسی کے حصے میں آتا ہے ورنہ مساجد تو بھری پڑی ہیں۔ مؤذنوں سے مگر اُن کی آواز میں وہ کشش کہاں کہ بھٹکے ہوئے مسلمانوں کو کھینچ کر مسجدوں تک لے آئیں..... علاقے کے ہر چھوٹے بڑے گھر

مکمل ناول

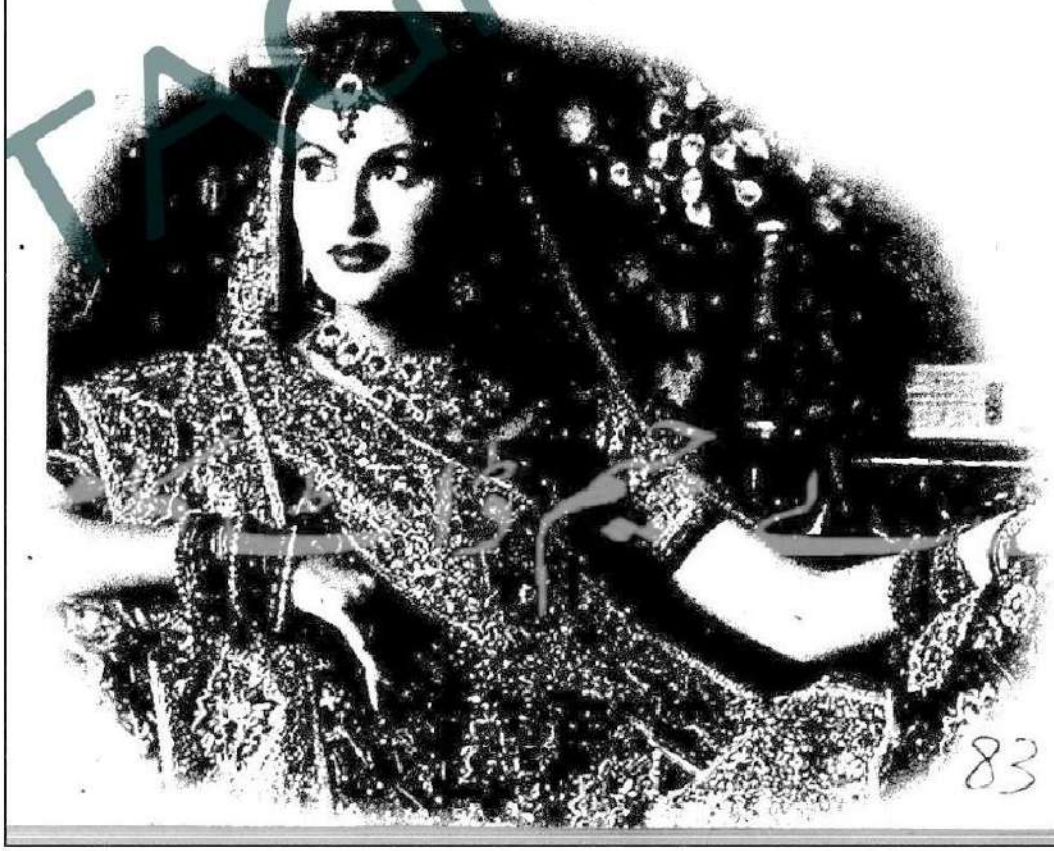

TAGPK.COM

سے گزرتی یہ لطیف صدا بخت شجاع کے شاندار بنگلے کے گوشے گوشے میں گونجتی تو وہ بھی چند گھڑیوں کیلئے دُنیاوی معاملات سے ایک ہاتھ روک کر پورے ادب واحترام سے صدائے حی الفلاح سُننے میں ڈوب جاتے تھے..... اس علاقے کی خوبصورت شاندار مسجد کے مالک بخت شجاع تھے..... آخرت میں گھر بنانے کی نیت سے اللہ کے دیئے ہوئے مال سے دُنیا میں مسجد بنائی..... اور وہ بھی اتنی وسیع اور عالیشان کہ ہر آنکھ خیرہ ہو جاتی تھی۔ مسجد کی تعمیر پہ دل کھول کر پیسہ لگایا گیا تھا۔ نمازیوں کی سہولیات کیلئے ہر چیز کا فراوانی سے انتظام بھی کیا گیا تھا۔ مولوی عبدالرافع جیسے نیک اور پرہیز گار اور انسان کو مسجد کا امام بنا کر تو پورے علاقے کے مکینوں کے دل جیت لئے تھے..... جس کو آخرت میں عزت والے گھر کی تمنا ہے وہ دنیا میں رب العزت کی رضا کیلئے ایک مسجد بھی تعمیر کرے گا تو وہ اس ذات کا وعدہ ہے وہ اس کو اس کا بدل بہتر انداز میں ضرور عطا کرے گا!''

✧✧✧

چمکیلی سنہری صبح چار سُو پھیل چکی تھی..... چرند پرند بھی اپنے انداز میں تسبیح وتحلیل کرتے خدا کا فضل تلاش کر رہے تھے جو ان کے پیر زمین پہ لگنے سے پہلے ہی کاتب تقدیر نے ان کے نصیب میں لکھ دیا تھا..... ٹھنڈی ٹھنڈی یاد نسیم دل ونظر کو فرحت بخش رہی تھی..... گھنے سرسبز درخت تلے پندرہ بیس بچے بیٹھے ہوئے تھے۔ سامنے درمیانے سائز کا تختہ سیاہ رکھا تھا اور ایک عدد پرانی لکڑی کی کرسی بھی رکھی ہوئی تھی..... زمین پر چادر بچھائے ہوئے وہ بچے ہاتھوں میں قلم پکڑے پوری توجہ سے تختہ سیاہ کی جانب دیکھ رہے تھے..... گیارہ بارہ سالہ لڑکی چاک کی مدد سے تختہ سیاہ پہ لکھ رہی تھی۔

''معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے پورے رب میں علم کا نُور پھیل جہالت کے اندھیرے چھٹ گئے۔ مسلمانوں کے سینے علم کے نور سے منور ہو گئے۔ مردوں کے علاوہ عورتیں بھی علم حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہو گئیں.....

آپؐ نے فرمایا ''انما بعثت معلما''

ترجمہ: ''بے شک مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا''

قریب ہی 20 اکیس سالہ لڑکی پورے انہماک سے اپنی سٹوڈنٹ کی کارکردگی دیکھ رہی تھی اس کے چہرے کی مسکراہٹ اور آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی کہ وہ اس کی کارکردگی پر کتنی خوش ہے۔ دودھیا رنگت، ستواں ناک، سیاہ ریشمی بالوں کی چوٹی نفاست سے گندھی ہوئی تھی..... سیاہ کڑھائی دار قمیص کے ساتھ سفید دوپٹہ اور سفید شلوار زیب تن کئے وہ خاصی حسین لڑکی تھی۔ بڑی بڑی روشن آنکھوں میں کچھ کرنے کا عزم دکھائی دیتا تھا۔

''شاباش..... گڑیا شاباش!'' اس لڑکی نے آگے بڑھ کر اُس بچی کے کندھے پہ تھپکی دی جو بچوں کو سبق پڑھا رہی تھی۔ باقی سارے بچے بھی باواز بلند تالیاں بجانے لگے تو گڑیا مسکرانے لگی۔

وہ لڑکی ان کی ٹیچر تھی اور باقی سب اُس کے سٹوڈنٹس۔ یہ مختصر سی کلاس جہاں علم پھیلایا جا رہا تھا اس میں کلاس روم والی کوئی بات تو نہ تھی مگر کلاس ٹیچر کی آنکھوں میں چمکتا ہمت واستقلال اور بچوں میں علم حاصل کرنے کا جذبہ شوق ظاہر کر رہا تھا کہ ہر قسم کی سہولیات سے بے نیاز فقط علم کا نور اپنے سینوں میں محفوظ کر کے دم لیں گے.....

''گڑیا! بہت اچھے سے آج کا سبق تم نے پیش کیا!'' کلاس ٹیچر نے خود بھی تالی بجا کر بچی کی حوصلہ افزائی کی۔

ابھی یہ سلسلہ جاری تھا کہ دو سیاہ چمکدار جدید ماڈل کی گاڑیاں گرد اُڑاتی رُک گئیں۔ گاڑیوں کے ٹائروں کی زوردار چرچراہٹ بچوں کو اپنی جانب متوجہ کر گئی تھی۔ دیوانہ وار ہارن بجنے لگے۔ مگر کلاس ٹیچر یوں اپنے کام میں مگن تھی جیسے وہاں بچوں کے علاوہ کوئی نہ ہو..... وہ گاڑیوں کی جانب بالکل نہ دیکھ رہی تھی۔ وہ ان سے مکمل بے نیاز اگلے سبق کی تیاریوں میں غرق ورق گردانی کر رہی تھی۔

''بچو! ہمارا اگلا سبق ہے.....!'' درسی کتاب سے نظر اُٹھا کر بچوں پر ڈالی تو وہ سب کے سب گاڑیوں کی جانب دیکھ رہے تھے۔ ابھی وہ مزید کچھ کہتی کہ اس سے پہلے بچوں کی چیخ و پکار شروع ہوگئی۔ دو تین پہلوان نما مرد بچوں کے بستے اُٹھا کر پھینک رہے تھے۔ ان کی کتابوں کو بے دردی سے پھاڑ دیا گیا تھا۔ کلاس ٹیچر کی کرسی کو بے رحمی سے ٹھوکر ماری گئی۔ بچے اس افتاد پر رونے لگے تھے اس طوفان بدتمیزی نے ان کے اوسان خطا کر دیئے تھے وہ سب گھبرا کر کلاس ٹیچر کے اِردگرد جمع ہو رہے تھے۔

''یہ کیا جہالت ہے؟!'' وہ دھان پان سی ٹیچر چلائی۔

مگر وہ جنگلی بھیڑیے تباہی مچا رہے تھے۔ ایک مضبوط ڈیل ڈول کا شخص بلیک بورڈ کی جانب بڑھا تھا کہ اس کا بھی حشر نشر کر ڈالے۔

''معلم انسانیتؐ''

(انما بعثت معلما''

بس ایک نظر ان الفاظ پہ ڈالی تھی اور اس لڑکی نے دیوانہ وار بھاگ کر ایک موٹا پتھر اٹھا کر پوری طاقت سے اس جاہل شخص کو دے مارا۔ وہ جو اس حملے کیلئے تیار نہیں تھا۔ پتھر عین نشانے پہ لگا اور وہ شخص زخمی ہوگیا۔ خون کا فوارہ اس کی سفید قمیص کو سرخ کر گیا تھا تکلیف سے وہ کراہ کر رہ گیا تھا۔

اس کی حالت دیکھ کر اس کے ساتھی اس کی جانب لپکے۔ وہ سر دونوں ہاتھوں سے تھامے بلبلا رہا تھا۔ وہ نوجوان ٹیچر اس صورتحال پہ بھی نڈر کھڑی تھی اس کے حوصلے بلند اور عزائم جوان تھے اس کے دل کو اطمینان تھا کہ اس نے اتنے بڑے نام کی بے ادبی نہیں ہونے دی۔ یہ وہ ہرگز برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ ان جاہلوں کو کیا معلوم کہ ان کا صدقہ کھاتے ہیں اور ان کے نام کا احترام بھی نہیں جانتے۔ تبھی کہا گیا ہے کہ

''علم والے اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے.....!''

وہ پتھر ابھی بھی اس کے ہاتھ میں تھا جو اس بات کی واضح علامت تھا کہ جو بھی اس نام پاکؐ کی بے ادبی کرے گا اس کا یہی حال کروں گی..... کچھ بچے خوفزدہ کھڑے تھے اور کچھ خوف سے رو بھی رہے تھے ان کے خیال میں وہ زخمی شخص کچھ دیر میں اللہ میاں کو پیارا ہو جائے گا۔

''ذلیل..... بددماغ لڑکی.....!'' اُس زخمی شخص کا ساتھی خونخوار انداز میں کہتے ہوئے بڑھا تھا گویا اپنے ساتھی کا بدلہ لینا چاہتا تھا کہ بھاری پتھر اس کا سر بھی پھاڑ گیا تھا۔ اس کے سر سے بھی لہو اُبلنے لگا۔ صورتحال سنگین ہوتی جا رہی تھی حالات قابو سے باہر ہونے لگے تو ان سب جانثاروں کا سپہ سالار سکندر عالم انتہائی جلال کی حالت میں باہر نکلا تھا۔ سفید شلوار قمیص کے ساتھ سیاہ چادر جو دائیں کندھے پر ڈالی ہوئی تھی

اس کی وجاہت بے حد نمایاں ہو رہی تھی۔ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا اپنے پالتو بھیڑیوں کے پاس پہنچا تھا جسے اس دھان پان سی لڑکی نے زخمی کر دیا تھا اور وہ سانڈ جیسے مرد بے حال پڑے تھے۔ وہ ابھی بھی آنکھوں میں نفرین لئے ان کو دیکھ رہی تھی اس کی ہدایت پہ بچوں نے بھی ہاتھوں میں پتھر اٹھا لئے تھے تاکہ کوئی بھی ان کی جانب بڑھے تو پتھروں سے اُن پر حملہ کر دیں۔ سکندر عالم کا دماغ بھٹی کی طرح گرم ہو گیا تھا۔ غصے سے اس کے نتھنے پھولنے لگے۔ شرربار نگاہیں نوجوان ٹیچر پر تھیں..... اُس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اُس لڑکی کو بھسم کر ڈالے۔ وہ لڑکی اس کی نگاہوں میں بے خوفی سے دیکھ رہی تھی۔ سکندر عالم کا جلال دیکھ کر بھی وہ ذرا خوفزدہ نہ تھی۔ جرأت اور نڈر پن شاید اس کی خداداد صلاحیت تھی۔ جس کو وہ اس وقت انتہائی کامیابی سے استعمال کر رہی تھی۔

سکندر عالم خراماں خراماں چلتا ہوا اُس کے قریب پہنچ گیا۔

''تو نے کسی عام شخص کے بندوں کو زخمی نہیں کیا تو جانتی نہیں کہ اس نقصان پر میں تیرا کیا حال کر سکتا ہوں؟!'' وہ شیر کی طرح غرایا اُس کے چہرے پر خاندانی حسب و نسب کا غرور موجود تھا۔

''تمہیں یہ تو نظر آ رہا ہے کہ تمہارے بندوں کا کیا حشر کیا گیا مگر یہ نظر نہیں آ رہا کہ وہ جاہل بلکہ ''جہالت کے باپ'' کیا بے ادبی کرنے چلے تھے.....!'' سوال کا جواب دینے کی بجائے اس نے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سوال پوچھ ڈالا تھا۔ اس کی ہمت پر سکندر عالم اندر ہی اندر بل کھانے لگا تھا۔ بے ساختہ نگاہ بلیک بورڈ پر پڑی جہاں لکھا تھا۔

''معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''

(انما بعثت معلما)

دل کی گھبراہٹ آنکھوں سے عیاں ہونے لگی مگر وہ کمال مہارت سے چھپا گیا۔

''شکر کرو ان کی جان بچ گئی ہے ورنہ یہ اتنے ''عظیم نام'' کی بے ادبی کرتے تو میں ان کی جان لے لیتی!'' سکندر عالم کی غضبناک نظر انداز کرتے ہوئے وہ بے خوفی سے بولی۔

''میرے سکول کا نقصان کیا میں نے معاف کیا مگر اس ''پاک نام'' کی بے ادبی ہرگز معاف نہیں کروں گی۔ اسے میری عنایت سمجھو کہ ان کی جان بخش دی ہے!'' وہ مضبوطی سے بولی۔

''اچھا اچھا..... اب زیادہ ملائی نہ بن۔ اب تو ہمیں احترام کرنا سکھائے گی؟'' سکندر عالم غلطی ماننے کے باوجود ڈھٹائی سے بولا۔

اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ سامنے کھڑی لڑکی کو جان سے مار دے۔ جیونٹی کی طرح مسل ڈالے۔

''ہاں بالکل..... ضرورت پڑنے پر تمہارا بھی یہی حال کر سکتی ہوں!''

وہ غصے سے ستواں ناک سکیڑتے ہوئے بولی اور نفرت سے پتھر زمین پر دے مارا۔ وہ بالکل سکندر اعظم سے خوفزدہ نہیں تھی۔

''لگتا ہے چار جماعتیں پڑھ کر مینڈکی کو بھی زُکام ہو گیا ہے تیرا مکمل علاج کرنا پڑے گا.....!'' وہ خونخوار انداز میں یوں بولا جیسے اُسے کچا چبا جائے گا۔ مگر نا جانے کس کے حکم پر اس کے ہاتھ بندھے تھے۔ سیاہ گاڑیاں دھول اُڑاتی جا چکی تھیں۔ وہ لڑکی غمزدہ نظروں سے سب تباہی دیکھ رہی تھی بچے بے حد ڈرے ہوئے تھے۔ یہ سب کوئی پہلی بار نہیں ہوا تھا بلکہ

TAGPK.COM

کئی بار یہ تباہی مچائی گئی تھی۔ علم حاصل کرنا فرض ہے اس فرض کو بہت بار گناہ بنا کر مٹانے کی کوشش کی گئی تھی مگر وہ ہمیشہ نئی امید اور ولولے کے ساتھ اگلی صبح پھر سکول کھول لیتی۔ نم آنکھوں کے ساتھ وہ بلیک بورڈ کو دیکھ رہی تھی۔ دودھیا ہاتھ اُس پاک نام پر پھیرتے ہوئے اس کا دل مطمئن تھا۔ بڑے مقصد میں مشکلات بھی بڑی آتی ہیں، مگر جن کے ارادے سچے ہوں وہ گھبرایا نہیں کرتے۔

✦✦✦

(L-Shape) کا وسیع و عریض لان عبور کرتے ہوئے مولوی عبدالرافع بخت شجاع کے شاندار بنگلے میں داخل ہو گئے۔ اس ترقی پذیر علاقے میں بخت شجاع کا بنگلہ اور اس کی بے پناہ شان و شوکت دیکھنے والوں کو مسحور کر دیتی تھی۔ سرسبز گھاس کا نرم فرش، لان کے دونوں اطراف میں بہار دکھاتے خوش رنگ پھول، شاداب ہری بھری بیلیں جو بلند و بالا دیواروں کو مضبوطی سے تھامے یوں لپٹی ہوئی تھیں کہ جیسے دو لوگ گرمجوشی سے بغل گیر ہوتے ہوں۔ لان کے وسط میں لگا شاندار بڑے سائز کا فوارہ جس میں رنگ برنگی لگی روشنیوں نے بے رنگ پانی کو بھی رنگین بنا ڈالا تھا۔ سروں پہ تاج سجائے کیف میں ڈوبے موروں کا رقص دیکھ کر ہر کوئی مبہوت رہ جاتا تھا۔ بنگلہ جتنا باہر سے حسین تھا اندر سے اتنا ہی دلکش و خوبصورت تھا۔ چھتوں پہ لگے قیمتی فانوس آنکھوں کو چندھیا کر رکھ دیتے تھے۔ فرش پہ بچھے سرخ مخملیں قالین جن پر پیر رکھتے ہی ساری تھکاوٹ اُتر جاتی تھی۔ دیواریں دیدہ زیب، ثقافت کو اُجاگر کرتی پینٹنگز سے آراستہ تھیں۔ مولوی عبدالرافع کا اس بنگلے میں آنا کوئی نئی بات نہیں تھی۔ کبھی مدرسے کیلئے زکوٰۃ تو کبھی مسجد کی تزئین و ترمیم کیلئے رقم لینے وہ اکثر آتے رہتے تھے۔ سو بنگلے کے مکین انہیں خاصا عزت و احترام دیتے تھے۔ بخت شجاع کے خاندان کے بہت سے بچوں کو قرآن پڑھانے اور نماز سکھانے کا فریضہ انجام دے چکے تھے۔ نکاح کے معاملات میں اُن سے مدد لی جاتی۔ مختلف فقہی مسائل کیلئے بخت شجاع مولوی عبدالرافع سے ہی مشاورت کرتا تھا۔ انہیں یہاں وہ عزت و تکریم ملی تھی جس کے وہ اہل تھے۔ آج اگر کچھ نیا تھا تو بخت شجاع کے بلاوے کا انداز۔ بلا تاخیر پہنچنے کا حکم۔ مولوی صاحب جماعت سے فارغ ہوتے ہی بنگلے کی طرف دوڑے۔

''مولوی صاحب..... آپ جانتے نہیں کہ ہم نے ہمیشہ سے آپ کا بہت احترام کیا ہے.....!'' بخت شجاع کی گہری سنجیدہ آواز اُبھری۔

''بے شک بڑے مالک!'' مولوی صاحب تابعداری و عاجزی سے بولے۔

''آج آپ کی بیٹی چاہتی کیا ہے؟!'' استفسار کا انداز خاصا کھردرا تھا جسے محسوس کرتے ہی مولوی صاحب کی جھکی نظریں حیرت سے اُٹھ گئیں۔ پیشانی عرق آلود ہونے لگی تھی۔

''میں..... سمجھا نہیں بڑے مالک.....!'' مولوی صاحب حیرت سے بولے۔

''مولوی صاحب..... آپ کی بیٹی کی ڈھٹائی اور خودسری نے پورے علاقے کے ناک میں دم کر کے رکھ دیا ہے۔ کوئی مرد اتنی ہٹ دھرمی دکھائے تو بات سمجھ میں آتی ہے مگر وہ لڑکی ذات ہو کر اتنی نڈر اور بے خوف ہے۔ پورے علاقے میں واعظ و نصیحت کرنے والے شخص کی اپنی اولاد اتنی بدتمیز اور نافرمان!'' وہ بولے تو ماتھا شکن آلود تھا۔

''آئے روز کوئی نہ کوئی ہنگامہ، کوئی نیا تماشا۔ وہ آپ کی بیٹی ہے اور آپ کی عزت کی دشمن بنی ہوئی ہے!'' بخت شجاع کے لہجے میں ناگواری تھی ورنہ وہ تو بے حد حلیم اور شفیق طبیعت کے انسان تھے۔

''بڑے مالک..... کوئی بڑی غلطی کر دی میری بیٹی نے.....!'' مولوی صاحب نے ہاتھ جوڑتے ہوئے بولے۔

''پورا علاقہ اُس کے ہنگاموں سے باخبر ہے اور آپ ابھی تک بے خبر ہیں جب باپ کی بے خبری کا یہ عالم ہے تو بھی وہ اتنی گستاخ ہوتی جا رہی ہے..... ہم بھی بہنوں بیٹیوں والے ہیں ہماری عورتیں تو اتنی منہ زور نہیں۔ اور ایک آپ کی بیٹی ہے جو مردوں کے مقابلے آنے لگی ہے!'' بخت شجاع کا غصہ کم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔

''بڑے مالک..... بن ماں کی بچی ہے میرے لاڈ پیار نے کچھ زیادہ ہی بگاڑ دیا ہے!'' وہ لجاجت بھرے انداز میں بولے۔

''بچی.....!'' بخت شجاع نے کڑک دار آواز میں یہ لفظ دُہرایا۔

''مولوی صاحب..... بچی نہیں ہے وہ اب جوان ہوگئی ہے مگر عقل ابھی تک نہیں آئی۔ مجال ہے جو اپنی ضد سے باز آجائے.....!'' بخت شجاع زور سے بولے تو بنگلے کے ملازمین کے دل دہل کر رہ گئے۔

''دھیمے انداز میں بات کرو بخت شجاع.....!'' بی جان کو مداخلت کر کے بخت شجاع کا مزاج دُرست کیا۔

''غضب خدا کا ہمارے بندوں کو زخمی کر ڈالا..... ہر روز سکول کھول کر بیٹھ جاتی ہے جب کہہ دیا ہے کہ علاقہ میں تعلیم پھیلانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جب یہ غریب تعلیم حاصل کریں گے تو ہماری غلامی کون کرے گا۔ آخری بار موقع دے رہا ہوں اس ہٹ دھرم لڑکی کو۔ ورنہ پھر مجھے سختی کرنی پڑے گی جو آپ کیلئے ناقابلِ برداشت ہوگی!'' بخت شجاع نے تنبیہ کی۔

بڑے مالک ہمیشہ سے مولوی صاحب کے ساتھ بہت مہربان رہے تھے شاید ہی کچھ بلند آواز میں بات کی ہو مگر آج پہلی بار سب کے سامنے ایسا سلوک بہت تکلیف دہ تھا۔ اے سی کی ٹھنڈک کے باوجود گھبراہٹ کے مارے انہیں بار بار پسینہ آ رہا تھا۔ شرمندگی کے مارے ان کا جی چاہ رہا تھا کہ زمین پھٹے اور وہ اُس میں سما جائیں۔ یہ اذیت و رسوائی ان کی برداشت سے باہر ہوئی جا رہی تھی۔ ان کے قدم من من کے ہو رہے تھے ابھی چند قدم ہی چلے تھے کہ بخت شجاع کی آواز پر رک گئے۔

''جی بڑے مالک.....!'' نگاہیں ادب سے جھکاتے ہوئے وہ بولے۔

''مولوی صاحب..... یہ رقم رکھ لیں۔ غرباء میں کھانا تقسیم کر دیجئے گا۔ میرا اکلوتا بیٹا اور اس علاقے کا وارث وطن واپس لوٹ رہا ہے!'' بخت شجاع نے رقم تھماتے ہوئے اطلاع بھی دی اور اشارۃً سمجھا بھی دیا کہ انہیں اب اگلا قدم کیا اُٹھانا ہے۔

✧✧✧

کھانے کی میز انواع و اقسام کے کھانوں سے سجی ہوئی تھی۔ دُنیا کی کونسی نعمت تھی جو اس وقت بخت شجاع کے دسترس میں نہ تھی۔ وہ خود بھی بے حد فیاض تھے خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا استعمال کر کے شکر ادا کرنے والوں میں سے تھے۔ تینوں وقت طعام کا شاندار انتظام ہوتا تھا ان کے مطابق جب اللہ نے نعمتیں عطا کی رکھی

ہوں تو ان کا فراوانی سے استعمال نہ کرنا ناشکری کے زمرے میں آتا ہے اور بخت شجاع ہرگز چھوٹے دل کے مالک نہ تھے مال و دولت کو سینے سے لگا کر رکھنے کے قائل نہ تھے۔ تمام افرادِ خانہ اس وقت موجود تھے۔ سوائے سکندر عالم کے۔ خشونت بھرے انداز میں چلتا ہوا وہ اندر آیا تو سب کی نظریں اس کی جانب اُٹھ گئیں اس پر اکڑ اکڑ کر چلنا اس کے مزاج کا حصہ تھا۔ بی جان کے بار بار ٹوکنے کے باوجود وہ اپنی روش نہ بدلتا تھا اس کی متکبرانہ سوچ اُس کو اس انداز سے چلتے پھر مجبور کر دیتی تھی۔

''تایا جان..... آپ نے مولوی صاحب کی طبیعت صاف کر دی ہے نا!'' کھانا کھاتے ہوئے سکندر عالم نے بخت شجاع کو مخاطب کیا۔

''ہاں کر تو دی ہے مگر وہ لڑکی بہت ضدی ہے۔ باپ کے کہنے سننے میں نہیں ہے!'' بخت شجاع کے چہرے پر ناگواری تھی۔

''تایا جان..... میں صرف آپ کے حکم کا پابند ہوں ورنہ اس بدتمیز لڑکی کو قتل کر دیتا.....!'' سکندر عالم غصے سے بولا مگر انداز میں بے بسی تھی ورنہ وہ مولوی صاحب کا لحاظ کرنے کو بھی تیار نہ تھا۔

''نہیں نہیں سکندر عالم۔ لڑکی ذات ہے اتنی سختی کرنا مناسب نہیں..... پھر مولوی صاحب کا احترام بھی تو ملحوظ رکھنا پڑتا ہے۔ مت بھولو کہ انہوں نے تم سب کو قرآن کی تعلیم دی ہے.....!'' بی جان نے نہایت نرمی سے کہا کہ سکندر کے پاس تائید کرنے کے علاوہ چارہ نہ تھا۔ وہ رغبت سے کھانے سے انصاف کرنے لگا۔ وہ اس مسئلے کو لیکر اتنا پریشان تھا کہ بھول گیا تھا کہ اس وقت دو محبت بھری آنکھیں اس کی جانب متوجہ تھیں اور بڑوں کے سامنے اس کی فرماں برداری پر نہال ہو رہی ہیں۔

''سکندر! تمہارے تایا جان نے اچھے طریقے سے سمجھا بجھا دیا ہے تم اپنی طرف سے کوئی ایسی حرکت نہ کرنا کہ سارے علاقے میں بدنامی ہو..... اس لڑکی کی ہٹ دھرمی تو کسی کو نظر نہیں آتی بس ہم ذرا سا کچھ کر دیں تو مجرم بن جاتے ہیں!'' نگہت بیگم نے بحث میں حصہ ڈالتے ہوئے اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔ انہیں بھی اس لڑکی کی دیدہ دلیری ایک آنکھ نہ بھائی تھی۔ سب اپنی باتوں میں مگن تھے مگر فرحین کی توجہ بے نیاز سے سکندر عالم کی جانب تھی۔

''فرحین کیا کہہ رہی ہو..... کھانا کیوں نہیں کھا رہی!'' بی جان نے فرحین کی عدم دلچسپی دیکھی تو اسے متوجہ کرتے ہوئے کہا۔

بی جان کی بات پر جہاں سب نے اسے دیکھا تھا وہیں سکندر عالم نے بھی نگاہ ڈالی تھی..... سکندر عالم کی نظروں میں شوخی و شرارت دیکھ کر فرحین کی پلکیں حیاء سے بوجھل ہونے لگیں۔ سکندر عالم کو افسوس ہونے لگا تھا کہ وہ ابھی تک فرحین کی طرف متوجہ کیوں نہیں تھا۔ سکندر عالم کے لبوں پہ دلفریب مسکراہٹ دیکھ کر فرحین جھینپ کر رہ گئی۔

✧✧✧

کمرے کی کشادہ کھڑکی سے سیاہ آسمان صاف دکھائی دے رہا تھا۔ چاندنی چھن چھن کر اندر آ رہی تھی ستاروں کی چمک دمک عام دنوں سے کچھ زیادہ ہی تھی۔ شاید چاند کے مکمل ہونے کا وقت ہو چکا تھا۔ وہ خود بھی جگمگا رہا تھا اور ستارو کو بھی خوب جھلملاتے کی ہدایت کر رہا تھا۔ چاندنی راتیں فرحین کی کمزوری تھیں۔ وہ اپنے کمرے کی لائٹ آف کر دیا کرتی تھی یہ منظر دیکھنے کیلئے تا کہ اس حسین نظارے سے جی بھر

کر لطف اندوز ہو سکے۔ ایسی چاندنی راتوں میں کسی کو یاد کرنے کا اپنا ہی مزہ ہوتا ہے وہ چاند کو یوں محویت سے تک رہی تھی مگر خیالوں میں سکندر عالم کا وجیہہ سراپا موجود تھا۔ وہ تنہائی میں اُسے سوچ کر مسکرا رہی تھی۔ چاند میں اپنے محبوب کا چہرہ جو دکھائی دے رہا تھا۔ وہ دونوں بچپن سے ایک دوسرے کو چاہتے تھے۔ ان دونوں کی منگنی بھی بچپن میں ہی کر دی گئی تھی۔ سکندر کے نام کی انگوٹھی ہر دم اس کی انگلی میں دمکتی رہتی۔ سکندر کی نگاہیں بھی فرحین کے تعاقب میں رہتی۔ گو کہ سکندر عالم مزاجاً سخت تھا مگر فرحین نے اس کی نظروں میں محبت کے جگنو چمکتے دیکھے تھے۔ وہ بھی فرحین کے وجود سے پل بھر کیلئے غافل ہوتا تو محبت اُسے فرحین کی یاد اس طرح دلاتی کہ وہ اسے ایک نظر دیکھنے چلا آتا۔ اور ایک محبت بھری نگاہ ڈال کر یاد دلاتا کہ میں تم سے غافل ہرگز نہیں ہوں..... میں جتنا مرضی مصروف ہوں مگر اپنی محبت کو فراموش نہیں کر سکتا۔

اُس کی ایک محبت بھری نظر التفات فرحین کے انگ انگ میں خوشی بھر دیتی تھی۔

وہ اپنی سوچوں میں کھوئی ہوئی تھی کہ دھڑام کر کے دروازہ کھلنے کی آواز پر چونکی۔ بلا اجازت انداز آنیوالی نے پٹاخ سے لائٹ آن کی یوں جیسے کسی کو زوردار چانٹا رسید کیا ہو۔ کمرے میں روشنی ہوئی تو چاندنی رات کی فسوں خیزی کم ہونے لگی تھی۔

''ہائے فرحین..... یوں کمرے میں اکیلی کیوں بیٹھی ہو..... تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟!'' زرق برق لباس میں اُس کی چچازاد اور سکندر عالم کی لاڈلی چھوٹی بہن ریشم چھلانگ مار کر بیڈ پر چڑھی اور بے تکلفی سے آلتی پالتی مار کر اُس کے روبرو بیٹھ گئی اور کسی ماہر حکیم کی طرح اس کی طبیعت کا حال معلوم کرنے لگی۔

''ارے بھئی..... کچھ نہیں ہوا مجھے بالکل..... ٹھیک ہوں!'' فرحین کو ریشم کی یوں اچانک آمد خاصی ناگواری گزری مگر ضبط کر گئی۔ وہ اپنی تنہائی میں اس وقت ریشم کی بے تکی باتوں کے لئے بالکل تیار نہ تھی۔ مگر ریشم سکندر عالم کی لاڈلی بہن تھی اگر وہ ذرا بھی ناگواری دیکھائی تو سکندر عالم ناراض ہو جاتا۔ اس کی اپنی بہن میں جان تھی۔ ریشم کی آنکھوں میں ایک آنسو بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

''ہائے تو پھر یوں اکیلی کیوں کمرے میں پڑی ہو.....!'' ریشم نے مزید حکمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرحین کی کلائی پکڑی اور نبض محسوس کرنے لگی۔

''ارے بابا! کچھ نہیں ہوا ویسے ہی کچھ دیر تنہائی میں رہنے کو دل چاہ رہا تھا!'' فرحین نے زچ ہوتے ہوئے اپنی کلائی ریشم کی گرفت سے آزاد کرواتے ہوئے ایک بار پھر ناگواریت چھپائی۔

''اوہ..... اچھا اچھا..... تو تنہائی میں سکندر بھائی کو یاد کیا جا رہا تھا!'' ریشم معنی خیزی سے بولتی ہوئی مسکرائی۔

''فرحین اُس کی حاضر دماغی پر حیران ہوئی اور گال حیا سے گلابی ہونے لگے۔

''بھئی بڑی گیانی ہے ریشم..... کس کے دل کی بات پڑھنے میں تو بڑے بڑے پیر بابوں کو پیچھے چھوڑ دے!'' دائیں ہاتھ کو فخر سے نچا کر ریشم اک ادا سے بولی کہ جیسے خود پہ پیار آ رہا ہو۔ ریشم کا بس نہیں چل رہا تھا کہ آئینے میں خود کو دیکھ کر اپنا بوسہ لے لے۔

''بالکل بالکل..... اس میں کوئی شک

نہیں.....!'' فرحین دھیما سا مسکراتے ہوئے خود پسندی ریشم کو داد دی۔

''فرحین میری جان..... بڑا ملنے کو دل چاہ رہا تھا۔ کتنے دنوں سے سکندر بھائی سے کہہ رہی تھی..... مگر ہائے رے ان کی ''مُوئی معروفیت!'' ریشم مصنوعی خفگی سے بولی۔

''فرحین! تایا جان بتا رہے تھے کہ..... زین جی واپس آ رہے ہیں!'' ریشم قریب ہو کر مکمل رازداری سے بولی۔ تو فرحین کو اس کی اچانک آمد کی وجہ سمجھ آ گئی تھی ورنہ رات کو اپنے رشتے داروں سے ملنے کی کیا وجہ ہو سکتی تھی۔

''ہاں! زین بھائی آنے والے وہیں!'' فرحین مختصراً بولی۔

''پھر بھی..... اندازاً..... کتنے دن؟!'' ریشم کی بے چینی سوا نیزے پہ پہنچ گئی۔

''ٹھیک ٹھیک تو مجھے نہیں پتہ!'' فرحین کو اُس کے سوالات اتنے بے تکے لگ رہے تھے اسی لئے اس نے دانستہ موضوع سے دھیان ہٹانا چاہا۔ ریشم کو فرحین کی بات پر فوراً غصہ آ گیا تھا..... منہ کے ٹیڑھے میڑھے زاویے خفگی کا واضح اظہار تھا۔ اُسے فرحین کا یوں موضوع بولنا سخت زہر لگا تھا۔

''خواہ مخواہ اتنے سالوں سے اپنوں سے دُور رہے۔ صرف پڑھائی لکھائی کیلئے بھلا یہ بھی کوئی زندگی ہے کہ دور دیس میں ڈیرا جما لیا جائے.....!'' ڈوپٹے کا کونا بے دردی سے مروڑتے ہوئے ریشم اُداسی سے بولی۔

اُس کے انداز سے صاف عیاں تھا کہ وہ ''پردیسی'' کو خاصا مِس کر رہی تھی۔ وہ کافی الجھی ہوئی لگ رہی تھی۔

''نہیں خوامخواہ نہیں..... تعلیم حاصل کرنے کیلئے!'' فرحین کو یہ لفظ خاصا چُبھا تھا۔ اسی لئے تصحیح کی۔

''تعلیم..... تعلیم..... تعلیم..... ہر ایک کو دیکھو اسی کا جنون چڑھا ہوا ہے۔ ایک یہ پڑھا کو ہیں اور ایک وہ ''اُستانی!'' ریشم نے دو لوگوں کا ذکر کیا مگر نام لئے بغیر۔ وہ سخت کوفت زدہ دکھائی دے رہی تھی۔

''اُستانی'' کون؟!'' لفظ پڑھا کو کا مطلب وہ فوراً سمجھ گئی تھی مگر لفظ اُستانی پر اٹک گئی۔

''وہ بددماغ..... خود سر..... لاریب.....!'' ریشم نے نفرت سے خوب ناک سکیڑی۔

''اچھا اچھا..... وہ..... لیکن کیا غلط کر رہی ہے وہ تعلیم ہی پھیلا رہی ہے۔ بیکار میں سب اس کو لعنت ملامت کر رہے ہیں۔ ہمارے علاقے کی بہتری ہے اس میں اگر اس ترقی پذیر علاقے کے بچے بھی خواندہ ہوں گے۔ ہمیں دیکھو خاندانی روایات نے اتنا پابند کیا کہ چاہ کر بھی علم نہ حاصل کر سکے۔ علم کا نور ہمارے دلوں میں نہ اُتر سکا.....!'' فرحین کے لہجے میں گہرا تاسف لہرایا۔

''پورا خاندان..... بلکہ پورا علاقہ اس کے خلاف ہے مگر آپ فرحین جی..... اندر اندر اُس فساد کی حامی ہیں..... کہیں سکندر بھائی کو یہ بات نہ معلوم ہو جائے!'' ریشم زہر خند لہجے میں بولتے ہوئے بظاہر مسکرائی۔ اُسے فرحین کی تعلیم کے حق میں بات ایک آنکھ نہ بھائی تھی۔

جب وہ باتوں سے اُسے قائل نہ کر سکی تو سکندر عالم کی ناراضگی کا تیر پھینکا جو سیدھا نشانے پر لگا۔ فرحین بچپن سے ہی تعلیم حاصل کرنے کی خواہاں تھی مگر خاندان زنجیروں نے اُسے تعلیم حاصل نہ کرنے دی کہ لڑکیوں کو تعلیم حاصل کرنے کی اجازت جو نہیں تھی۔

فرحین کو اپنے علاقے والوں کی سوچ سراسر غلط لگتی تھی کہ مرد تعلیم حاصل کرنے کیلئے باہر بھی جا سکتا تھا مگر عورت پر تعلیم گویا حرام تھی۔ وہ اپنے لئے ضد تو کر سکتی تھی مگر مڑ نہیں سکتی۔ رائے تو محفوظ رکھ سکتی تھی۔ خاندانی رسم و رواج کے خلاف اعلانِ بغاوت تو نہیں کر سکتی تھی..... اُس کا اپنا سگا بھائی دس سال سے تعلیم کے سلسلے میں بیرونِ ملک مقیم تھا۔ مگر وہ پابند تھی کیونکہ لڑکی تھی۔ کیونکہ لڑکیوں نے کونسا نوکریاں کرنی ہیں کرنی تو چولہا ہانڈی ہے۔ عورتیں تو بچے ہی ڈھنگ سے پال لیں تو بڑی بات ہے۔ یہ تھی علاقے کی سوچ جو چند سال پرانی نہ تھی بلکہ صدیوں پرانی تھی۔ جو اب تناور درخت بن چکا تھا۔ جس کو اکھاڑ کر پھینکنا انسان کے بس میں نہیں تھا۔ اس کی جڑیں اتنی گہری تھیں کہ انسانی سوچ وہاں پہنچ بھی نہیں سکتی تھی۔ پورا علاقہ اُس تناور درخت کی لپیٹ میں تھا۔ ہر عام انسان اس قید میں خوش تھا انہیں اس بات کا شعور تک نہ تھا کہ جہالت کتنی بڑی محرومی اور ذلت ہے۔ ہر کوئی اس ماحول کا اتنا عادی ہو چکا تھا کہ اگر کوئی انہیں جہالت کے اندھیروں سے نکالنے کی کوشش کرتا تو وہ اُسی کے دشمن ہو جاتے۔ ان کی حالت اس پرندے جیسی تھی جس کو اس کے ماحول و مسکن سے جدا کرنے کی کوشش کی جائے تو وہ بے چین و مضطرب ہو جاتا۔ مر تو جائے مگر اپنا ماحول و مسکن نہ چھوڑے۔ ریشم بھی اسی دقیانوسی ماحول کی عادی تھی اور حامی بھی۔

مگر ابھی کچھ ایسے لوگ زندہ تھے جو اس ماحول کو اس سوچ کو بدلنا چاہتے تھے۔ کہ علم حاصل کرنا مرد و عورت کیلئے ضروری ہے۔ جہالت صرف اندھیرا ہے۔ فرحین اندر ہی اندر لاریب کی جرأت و ہمت کی حمایتی تھی مگر ریشم کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کر کے پچھتا رہی تھی۔ کہ لاریب کونسا کوئی غلط کام کر رہی تھی یا کوئی گناہ کر رہی تھی۔ مگر وہ کسی کو منوا نہیں سکتی تھی یہ بات۔ ریشم کے سامنے کبھی ایسا کچھ اظہار ہو جاتا تو وہ فوراً سکندر عالم کی ناراضگی کا حربہ استعمال کرتی اور سکندر عالم کی ناراضگی فرحین کو کسی صورت گوارا نہ تھی۔ اسی بات پر ریشم کے لب مسکرا اٹھتے تھے کہ ہونے والی بھابھی پہلے ہی قابو میں آ چکی تھی۔

دُنیا و مافیا سے بیگانہ لاریب مٹی کے گولک میں سکے اور نوٹ ڈال رہی تھی۔ سکے تو نہایت آسانی سے پھسل کر گولک کے پیٹ میں اتر رہے تھے۔ مگر کاغذ کے نوٹ خاصی ''اڑیاں'' دکھا رہے تھے اپنے سامنے لاریب کو ضد اور ہٹ دھرمی کسی صورت برداشت نہ تھی اور وہ بھی غلط بات پہ..... اُس نے کاغذ کے نوٹوں کی ضد توڑنے کا فل پلان بنا رکھا تھا۔ اپنے ریشمی بالوں سے پن اُتار کر گولک کے منہ پر رکھ کر بے دردی سے نوٹ اندر گھسانے لگی۔ زخمی نوٹ چیختا چلاتا اولاً احتجاج کرتا پھر گولک کے پیٹ میں جا سماتا..... لاریب نے انہیں مسکرا کر کہتی۔

''نواڑی..... ڈونٹ وری!.....''

لاریب کے سامنے ضد مہنگی پڑی۔ اس لئے کتنے ہی نوٹ خاموشی سے مُنہ پر اُنگلی رکھ کر اندر اُترنے لگے تب تک پن اُس کے گلابی لبوں سے جھانکتے موتی جیسے دانتوں میں دبی رہتی..... جب تمام رقم اندر اُتر گئی تو اُس نے پن کو دوبارہ بالوں میں لگایا اور مسکرانے لگی تو گویا ہر سُو بہار چھا گئی۔ اس کا چہرہ مثل گلاب کے تر و تازہ دکھائی دے رہا تھا..... اپنے دودھیا ہاتھوں سے گولک کو تھام کر کان کے قریب لا کر چھنکایا تو سکوں کی چھنکار بہت دُور سے سنائی دی۔ آج

گولک کا وزن کافی زیادہ ہو رہا تھا اُس کے دل کو طمانیت کا احساس ہوا۔ دلفریب حسین مسکراہٹ چہرے پر محو رقص تھی۔ اسی پل نگاہ دروازے کی جانب اُٹھی۔ جہاں مولوی عبدالرافع گہری خاموشی لئے کھڑے اُسے دیکھے رہے تھے۔ تیور بتا رہے تھے کہ مطلع ابر آلود ہے۔

اولاد اکلوتی ہو تو لاڈلی تو ضرور ہوتی ہے۔ اور لاڈ پیار انسان کو تھوڑا بہت لاپرواہ بنا دیتا ہے اور لاریب میں بھی یہی عادت تھی کہ وہ مولوی صاحب کے غصے کو ہمیشہ نظر انداز کر دیتی تھی۔

''ارے بابا..... آپ کب آئے؟!'' مٹی کے گولک کو پرانے صندوق میں چھپاتے ہوئے وہ سوالیہ انداز میں بولی۔

صندوق کا منہ بند کر کے سفید اُجلی چادر ڈالی اوپر ایک عدد مٹی کا گلدان رکھا کہ دیکھنے والوں کو لگے کہ یہ صندوق نہیں میز ہے۔ تیز قدموں سے چلتی ہوئی ان کے قریب پہنچی نہایت عزت و احترام سے ان کا عمامہ سر سے اتارا اور صاف، اونچی جگہ پر رکھا۔ ان کی لاٹھی پکڑ کر ایک سائیڈ پر رکھی اور مٹی کے پیالے میں ٹھنڈا پانی دیا۔ اپنے سفید ململ کے دوپٹے سے ان کی عرق آلود پریشانی صاف کرتے ہی لگی تھی کہ مولوی صاحب نے اس کا ہاتھ جھٹک ڈالا۔

''کیا ہوا بابا! خفا ہی مجھ سے!'' لاریب حیران ہوئی۔

پانی کے چند گھونٹ حلق میں اتارتے ہوئے انہوں نے پیالہ سائیڈ پہ رکھا مگر زبان پر لگا قفل نہ کھولا بس ناراضگی آنکھوں سے عیاں تھی۔

''بابا! ناراض ہیں آپ اپنی بیٹی سے..... کیا غلطی کی ہے میں نے؟!'' لاریب انگلیاں مروڑتے ہوئے پریشانی سے بولی۔

وہ ان کی ناراضگی کی وجہ جاننے سے قاصر تھی۔

''بابا یہ تو زیادتی ہے کہ کوئی ناراض ہو مگر وجہ نہ بتا رہا ہو اور ناراضگی کو طویل کرتا جائے۔ اب سامنے والا کوئی ''ولی اللہ'' تو نہیں ہے جو من کی بات بن کہے جان جائے!'' لاریب فطری اوکھا پن دکھانے پر مجبور تھی۔ جانتی تھی کہ مولوی صاحب کی جان اُس میں تھی جیسے کسی کی جان کبوتر یا طوطے میں ہو۔ مولوی صاحب اُس سے زیادہ خفا نہیں رہ سکتے تھے۔

''زیادتی.....!'' مولوی صاحب نے غصے سے لفظ دُہرایا۔

''جی بالکل..... زیادتی.....!'' وہ نروٹھے پن سے بولی۔

''اگر یہ زیادتی ہے تو وہ پھر کیا ہے لاریب جو تم اپنے باپ کے ساتھ کر رہی ہو!'' مولوی صاحب نے اُسی سے سوال پوچھ لیا تھا۔

انداز اور لہجہ حد درجہ چبھتا ہوا تھا۔

''میں نے کیا زیادتی کی ہے آپ کے ساتھ؟!'' لاریب اب کی یاد سنجیدگی سے بولی۔

''جانتی بھی ہو کہ پورے علاقے میں تمہارے باپ کی کتنی عزت ہے تنگلے والے بھی میرا بے حد احترام کرتے ہیں۔ لوگ جُھک جُھک کر سلام کرتے ہیں..... مگر میری اپنی بیٹی میری عزت کی دشمن بنی ہوئی ہے۔ تم میری عمر بھر کی ریاضت خاک میں ملانے کا سبب بنو گی میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا!'' مولوی صاحب ابھی تک بخت شجاع کی باتوں پر دلگرفتہ تھے۔

''اللہ نہ کرے بابا! جو میں آپ کی عزت خاک میں ملانے کا سوچوں بھی'' لاریب گھبراہٹ سے کہتی ہوئی پنجوں کے بل اُن کے قدموں میں بیٹھ گئی اور ان کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے دلگیر انداز میں دیکھنے لگی۔

''تم آخر کب باز آؤ گی لاریب؟!'' مولوی نے غصے سے اُس کے ہاتھ جھٹک دیئے۔

تو وہ توازن نہ رکھنے کے باعث زمین پر گر گئی۔ اُس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی تھی آج ضرور کوئی ایسی بات ہوئی تھی ورنہ مولوی صاحب نے کبھی اس کے ساتھ دُرشتی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔

''آج بڑے مالک نے مجھے بُلایا تھا تمہارے کارنامے بتانے کیلئے..... میری وہاں خوب عزت افزائی ہوئی۔ تم نے سکندر عالم کے بندوں کو زخمی کیا ہے نا؟!'' مولوی صاحب نے قدرے اُونچی آواز میں کہتے ہوئے استفسار کیا۔

''اوہ تو یہ بات تھی جس پہ آپ اتنی ناراضگی دِکھا رہے تھے۔ خوامخواہ میں اتنا پریشان ہوئی.....!'' آنکھوں کی نمی خشک کرتے وہ سابقہ انداز میں بولی۔

''تو کیا یہ پریشانی والی بات نہیں ہے؟!'' وہ ہنوز غُصے میں تھے لاریب ان کے اصل بات بتاتے پر ہلکی پھلکی ہوگئی تھی۔ لو بتاؤ بھلا فضول میں اپنے جسم کے نمکیات ضائع کرنے لگے تھی..... وہ بھی اتنی معمولی اور بیکار بات پر۔

''تو پھر وہی گھسی پٹی تقریر سُننی پڑے گی!'' لاریب نے مولوی صاحب کے غُصے کو نظر انداز کرتے ہوئے خود کو نارمل کیا اور کانوں میں اپنی انگلیاں ٹھونس لیں۔

''لاریب کیوں اتنی ڈھیٹ بن گئی ہو..... کیوں اپنی ضد نہیں چھوڑ دیتی!'' اُس کی کانوں میں انگلیاں ٹھونس لینے والی حرکت انہیں تپا گئی۔

''بابا کیا غلط کر رہی ہو میں اور..... کیا ضد کر رہی ہوں میں؟!'' سوال کا جواب دینے کی بجائے اُلٹا سوال پوچھ لینا اس کی پرانی عادت تھی۔

''بابا لڑکیوں کا سکول بنانا چاہتی ہو۔ اس علاقے میں علم کی روشنی پھیلانا چاہتی ہوں کیا تعلیم پھیلانا گناہ ہے۔ میں کونسا وہاں ناچ گانے کی کلاس لیتی ہوں جو آپ کی عزت خاک میں مل رہی ہے بجائے کہ آپ اس فعل میں میرا ساتھ دیں آپ انہی لوگوں کا ساتھ دیتے ہوئے مجھے روک رہے ہیں!'' لاریب نے کسی فاضل وکیل کی طرح اپنے حق میں خود ہی دلائل دیئے۔

''لاریب! اگر میں نے سب سے چھپ کر شہر میں تجھے گریجویشن کروا دیا ہے تو اِس کی مجھے اتنی بڑی سزا تو نہ دے!'' مولوی صاحب کے لہجے میں دُکھ کا عنصر نمایاں تھا۔

''بابا تعلیم پر جتنا مردوں کا حق ہے اُتنا ہی عورتوں کا حق ہے۔ یہاں کے مرد خود تو کسی نہ کسی ذریعے سے تعلیم حاصل کر رہے ہیں خواہ انہیں شہر جانا پڑے مگر عورتیں بالکل اس سے بے بہرہ ہیں۔ انہیں تعلیم کی اشد ضرورت ہے کیونکہ پڑھی لکھی مائیں ہی بچوں کی اچھی تربیت کر سکتی ہیں۔ میرا خواب ہے کہ اس علاقے میں لڑکیوں کا سکول کھولنا ہے۔ اگر یہ میرا مقصد یہاں کے مالکوں کی نظر میں گناہ ہے تو گناہ ہی سہی۔ مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہے!'' لاریب مضبوط لہجے میں بولی۔

''سکندر عالم کے بندوں سے اُلجھنا اور انہیں زخمی کرنا بھی تمہاری تعلیم کا حصہ ہے۔'' وہ لاریب کو قائل نہ کر سکے تو اُس کی دوسری غلطی پکڑ لی۔

''بابا..... آپ کو پتہ ہے کہ میں نے انہیں کیوں زخمی کیا تھا؟!'' لاریب اس انداز سے بولی جیسے اُسے پورا یقین تھا کہ مولوی صاحب کو موم کر لے گی۔

''کیوں کیا زخمی؟!'' مولوی صاحب غصے سے بولے تو اُن کی آنکھیں انگاروں کی طرح دہکنے لگیں۔

''بابا! بلیک بورڈ پر لکھا تھا'' معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم..... ''اور وہ جاہل اندھے لوگ اُسے اٹھا کر زمین پر پھینکنے لگے تھے۔ بابا انہوں نے سکول کی ہر چیز توڑ ڈالی۔ مگر جب بات بے ادبی پر پہنچی تو سوچیں بابا! مولوی عبدالرافع کی بیٹی یہ گستاخی کیسے برداشت کر سکتی تھی!''

لاریب نے جو دلیل پیش کی اس نے مولوی صاحب کو سوچ کی اتھاہ گہرائیوں میں گرا دیا۔ واقعی بات ہی ایسی تھی کہ کوئی بھی مسلمان اُن کے نام پاک کی بے ادبی ہرگز برداشت نہیں کر سکتا۔ لوگ تو ان کے نام پر گردنیں کاٹ دیتے ہیں خود پھانسی پہ چڑھ جاتے ہیں اپنے جسموں کو چھلنی کروا لیتے ہیں تپتی زمین پر لیٹ جانے کی سزا اُٹھاتے ہیں۔ مگر ان کے نام پاک کی بے ادبی نہیں ہونے دیتے..... ایک لحاظ سے لاریب کا عمل سو فیصد دُرست تھا مگر اِس وقت اس کی حوصلہ افزائی کر دینے کا مطلب تھا کہ اُس کی ہمت اور بڑھ جاتی۔ یعنی دو کی بجائے چار لوگوں کو زخمی کر دو۔

''بابا! کیا میرا عمل شاباش والا نہیں ہے؟!'' لاریب نے کہتے ہوئے پر اُمید نظروں سے اُن کی آنکھوں میں جھانکا۔

''ہرگز نہیں۔ تمہاری نیت اچھی مگر طریقہ کار بالکل غلط تھا۔ ایک لڑکی کیلئے اس قسم کی باتیں مناسب نہیں..... تم نے غلط کیا بالکل بھی اچھا نہیں کیا۔ وہ مرد ذات ہیں صرف میری وجہ سے درگزر کر گئے۔ ورنہ ایک مرد عورت کے ہاتھ اٹھانے پر کیا کیا کر گزرتا ہے تم نے ڈھکا چھپا نہیں!'' مولوی صاحب نے جھڑکتے ہوئے لاریب کا حوصلہ توڑا۔ اُس کا چہرہ ایک دم بجھ سا گیا۔ مولوی صاحب پر افسردہ نگاہ ڈالتے ہوئے وہ آگے بڑھ گئی اور خاموشی سے رسی پہ لٹکے اپنے کپڑے اُتارنے لگی۔

''یہ کیا ہو رہا ہے اب؟!'' مولوی صاحب آندھی طوفان کی طرح اُس کے سر پر پہنچ گئے۔

''صبح سکول جانے کی تیاری کر رہی ہوں!'' وہ لاپرواہ انداز میں بولی یعنی کوئی بات بھی اُسے قائل نہ کر سکی تھی۔ وہ اندر ہی اندر اپنے ارادوں پر ڈٹی ہوئی تھی۔ اتنا طویل بحث و مباحثہ لاحاصل رہا تھا۔

مولوی عبدالرافع جو اس خوبصورت انداز میں وعظ و خطبہ دیتے کہ لوگوں کے دل دہلا دیا کرتے تھے۔ اپنی بیٹی کی ضد کو نہ توڑ سکے تھے۔ وہ اپنی دُھن میں لگن تھی۔ صبح سکول جانے کیلئے پھر سے کمر کس لی تھی۔

''کوئی ضرورت نہیں سکول جانے کی..... بڑے مالک کا سختی سے حکم ہے کہ اس قسم کا کوئی تماشا نہیں چلے گا..... سمجھی تم.....!'' مولوی صاحب نے اُس کے ہاتھ سے کپڑے لیکر دُور پھینک دیئے۔

لاریب آنکھوں میں نمی لئے انہیں دیکھتی رہ گئی تھی۔ دل پہ سوگواریت کے بادل چھانے لگے تھے۔

✧✧✧

اُسے اپنا مقصد بے عزیز تھا۔ مگر حالات موافق نہ تھے۔ وہ تنہائی میں بیٹھی سُلگ رہی تھی۔ خود سے ہم کلام تھی گہری عمیق سوچیں اُسے مضطرب کئے جا رہی تھیں..... تنہائی میں وہ اپنے رب سے دل کی باتیں کر رہی تھیں۔ کیونکہ تنہا انسان کے ساتھ صرف اُس کا پیدا کرنیوالا ہوتا۔ وہی دوست ہوتا ہے اور وہی ہمراز.....

وہ خاموشی سے صحن میں بیٹھی تھی۔ ہر سُو گہری خاموشی کی چادر تنی ہوئی تھی۔ اس کے دل میں غم کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا..... اس نے بے بسی سے آسمان کو دیکھا۔ سیاہ شفاف آسمان جو بے حد وسیع تھا بغیر ستونوں کے کھڑا اپنے بنانے والے کی کبریائی بیان کر دیا تھا۔ آسمان کی سیاہی میں چاند اور تاروں نے مل کر روشنی پھیلا رکھی تھی۔ اُسے لگا کہ بغیر مقصد کے اُس کی اپنی زندگی بھی اندھیروں کی زد میں ہے۔ اُس کا مقصد مثل قمر و نجوم کے ہے جو اندھیروں میں اُجالے کا باعث بن سکتا ہے۔ مگر جہالت نے اپنے پاؤں اس مضبوطی سے زمین پر جما رکھے تھے کہ لاریب کی کوششیں رائیگاں تھیں۔ ارد گرد گھٹن بڑھنے لگی تو آنکھوں سے اشک بہنے لگے۔

''آخر میں کیا ایسا غلط کام کر رہی ہوں؟!''
اُس نے دل سے پوچھا۔

''جب عرب کی سرزمین جہالت کے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ تو رب العزت نے شہنشاہِ عرب ﷺ کو بھیجا تا کہ وہ علم کی شمع روشن کریں اگر علم اتنا ہی قابلِ اعتراض اور غیر ضروری فعل تھا تو اللہ پاک کیوں ہادیٔ برحق ﷺ کو اس مقصد کیلئے بھیجتا۔ اللہ نے کیوں جہالت کے اندھیرے دور کئے۔ اگر یہ سب ضروری نہیں تھا تو پھر بیت اللہ بھرا رہتا لات و منات سے۔ دیوں پر قفل لگے رہتے۔ آنکھوں پر گمراہی کی پٹی بندھی رہتی۔ ہر شخص ''ابو جہل'' ہوتا۔

''یا رب العالمین۔ آپ ہی نے تو علم کو فرض قرار دیا ہے۔ پھر کوئی میری بات کیوں نہیں سمجھتا۔ کیوں سب مجھے میرے مقصد سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ میرے مقصد کو تو جیسے گناہ بنا دیا گیا ہے سب مجھے لعن طعن کرتے ہیں۔ میرا باپ تک میرا مخالف ہے۔ کیا میں غلط ہوں اور یہ سب ٹھیک ہیں۔ اے میرے رب کیا اپنے علاقے میں علم کی روشنی پھیلا کر کوئی باغیانہ فعل سر انجام دے رہی ہوں۔ یہ سب اس لئے صحیح ہیں کہ یہ با اختیار ہیں، طاقت رکھتے ہیں اور میں اس لئے غلط ہوں کہ میں ایک کمزور لڑکی ہوں بے حیثیت ہوں با اختیار نہیں ہوں۔

میرے ہاتھ میں کوئی جادو کی چھڑی نہیں جو گھماؤں اور سب کو تسخیر کر لوں۔ ایک سکول ہی بنانا چاہ رہی ہوں اپنے علاقے میں۔ کونسا گناہِ کبیرہ کرتے چلی ہوں جو ہر نظر میں میرے لئے حقارت ہے۔ ہر ہاتھ مجھے سنگسار کرنے کے درپہ ہے۔

''کاش بابا! آپ تو میرے ساتھ ہوتے!''
اُس نے سرد آہ بھری دل زخم زخم ہو رہا تھا آنسو روانی سے بہتے چلے جا رہے تھے۔ کتنے ہی گوہر نایاب آنچل میں کھو چکے تھے۔ دماغ منتشر سوچوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ اُس نے بوجھل سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ کتنے ہی ''کیا'' اُس کے اِرد گرد وحشیانہ رقص کر رہے تھے اور اُس کی بے بسی کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔

نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ خود سے سوال کر کے تھک چکی تھی مگر جواب ندارد..... سسکیاں اندر ہی اندر دم توڑ رہی تھیں۔

''میرا کوئی مددگار نہیں ہے اللہ تیرے سوا!''
ہر کمزور و بے بس انسان کی طرح اس نے اپنے خالق کو تڑپ کر مدد کیلئے پکارا۔

اذانِ سحر بلند ہوئی تو اُسے احساس ہوا کہ ساری رات وہ یونہی روتی تڑپتی رہی ہے۔ شکستہ قدموں سے اُٹھی اور وضو کر کے خدائے لم یزل کے حضور سجدہ ریز ہو گئی۔ آنکھوں سے آنسوؤں

TAGPK.COM

کا سیل رواں جاری ہوگیا۔ وہ بلک بلک کر رونے لگی۔ کوئی بات دل کو سکون نہ دے رہی تھی۔ اُسے صرف اُس کے مقصد سے دُور کیا جا رہا تھا یہی سوچ ہی جاں گسل تھی۔

''کیا میرا مقصد محض میرا جنون ہے؟!''

اُس نے خود سے پوچھا۔

''ہرگز نہیں..... ''جنون'' تو دل کے جذبوں میں سب سے کمزور ہوتا ہے..... بہت سے جنون تو وقت گزرنے کے ساتھ ختم ہوجاتے ہیں!'' دماغ نے فلسفۂ جنوں رد کردیا۔

''کیا میرا مقصد ناموری کی خواہش ہے؟!'' پھر ایک سوال ابھرا۔

''نہیں مجھے تو علم حاصل کرنے کا شوق بچپن سے تھا اور پھر اُسی شوق نے اک نئی راہ دکھائی کہ علم پھیلاؤ تا کہ دِلوں کا زنگ دُور ہو۔ ایک دیئے سے دوسرا دیا جلاؤ۔ بالکل نہیں ناموری میری خواہش نہیں۔ میں تو پورے علاقے کی واحد پڑھی لکھی لڑکی ہوں۔ مگر تعلیم پھیلانے کے پیچھے میرا یہ مقصد نہیں ہے کہ میرا نام بلند ہو۔ نام تو کام سے بلند ہوتا ہے۔ دنیا کی تاریخ بھری پڑی ہے ایسی شخصیات سے جنہوں نے کام کے ذریعے اپنا نام بنایا اور مرنے کے بعد بھی زندۂ جاوید رہے۔ میرا مقصد میری محبت ہے اور محبت تمام مدارج کامیابی سے طے کر کے عشق میں داخل ہوگئی ہے۔ ہاں بالکل میرا مقصد میرا عشق ہے۔ میری زندگی ہے وقتی جنون نہیں ہے اور نا ہی ناموری کی خواہش!'' اُس کے اندر سے سوالوں کا کامل جواب ملا تھا۔ وہ جوش سے سجدے سے سر اُٹھا بیٹھی۔

''میرا مقصد میرا سکول ہے علم کی روشنی پھیلانا!'' انگوٹھوں کے پوروں سے گالوں پہ بہتے آنسو صاف کئے۔ باطن سے تسلی بخش جواب ملا تو چہرے پر اطمینان بکھر گیا۔ منتشر سوچیں ایک نقطے پر مرکوز ہوگئیں۔

مجھے عشق کے پر لگا کر اُڑا
میری خاک جگنو بنا کر اُڑا

اُس کا دل عالمِ جذب میں گنگنانے لگا۔

✧✧✧

صبح ہوئی تو دل بے حد اُداس تھا۔ دھیان تو صرف سکول کی طرف تھا۔ مولوی صاحب نے سختی سے منع کیا تھا اسی لئے پابند سلاسل تھی۔ سوچوں کے دھاگے اُلجھ اُلجھ جاتے تھے۔ بے دلی سے گھر کی صفائی ستھرائی کی۔ پودوں پہ پانی کا چھڑکاؤ کیا۔ متعدد بار دیوار کی طرف دیکھتی جہاں دھوپ کے چڑھتے اُترنے کا پتہ چلتا تھا۔

''آج..... بچوں کا میتھ کا ٹیسٹ تھا..... ایک پیریڈ میں تقریری مقابلہ بھی رکھا تھا۔ آج اُس نے بچوں کیلئے ایک نئی ایکٹیویٹی کا آغاز کرنا تھا۔ چھوٹی مگر عام فہم احادیث (رسول ﷺ) بھی حفظ کروانی تھیں۔ تا کہ عربی زبان کا فہم بھی پروان چڑھے۔ یہ سب سوچ کر دل بے حد رنجیدہ ہونے لگا۔ دل چاہ رہا تھا کہ پر لگا کر اُڑے اور سکول پہنچ جائے۔

''بچے سکول آئے ہوں گے..... وہ ضرور سوچ رہے ہوں گے کہ ٹیچر لاریب نے بتائے بغیر چھٹی کیوں کرلی.....!'' یہ سوچ اُسے مزید دکھی کردیتی۔ اُس کی آنکھوں میں پھر سے رِم جھم ہونے لگی۔

دروازے پر دستک نے اُسے سوچوں کے گرداب سے باہر نکالا۔ اپنی عزیز جان سہیلی آرزو کو دیکھ کر وہ بمشکل مسکرائی مگر متورم آنکھیں، مضمحل چہرہ داستانِ اَلم سنا رہے تھے۔

''آج تم سکول نہیں گئی؟!'' آرزو نے پوچھا۔

TAGPK.COM

''نہیں!'' نمی اپنے اندر اُتارے اُس نے نفی میں سر کو جنبش دی۔

''کیوں؟!'' آرزو نے اُس کی آنکھوں میں بغور جھانکا۔

''بابا نے منع کیا ہے؟!'' نم لہجے میں اُس نے گویا مولوی صاحب کی شکایت لگائی تھی۔

''مگر کیوں.....؟!'' وہ متحیر سی بولی۔

''بابا کہہ رہے تھے کہ چھوٹے مالک واپس وطن آرہے ہیں۔ راستوں اور سڑکوں کو کچھ دنوں کیلئے بند کیا جارہا ہے۔ بابا اور بڑے مالک کا حکم ہے کہ میں سکول نہیں کھولوں گی!'' لاریب کی آنکھوں میں آنسو جھلملائے لگے۔

''لو بھلا..... یہ کیا بات ہوئی کہ راستے بھلے شوق سے بند کریں مگر تمہارے سکول کا اس سے کیا تعلق ہے وہ کونسا بیچ راستے یا سڑک کے درمیان ہے!'' آرزو کو یہ بات نہ ہضم ہوئی۔

آرزو کے لہجے میں اپنے لئے ہمدردی پا کر وہ ضبط نہ کرسکی اور چہرہ چھپا کر دونوں ہاتھوں سے رونے لگی۔

''ارے ارے..... کیا ہوا..... پگلی کیوں روئے چلی جارہی ہو؟!'' آرزو گھبرا کر اُس کی قریب پہنچی اور تسلی دینے لگی۔

مگر لاریب روئے جارہی تھی۔

''اچھا بابا! اب رونا تو بند کرو۔ کیا حال بنالیا ہے ان خوبصورت آنکھوں کا لگ ہی نہیں رہا کہ میری حسین سی لاریب ہے بلکہ لگ رہا ہے کہ آنکھوں پہ شہد کی مکھی کاٹ کر گئی ہے اور آنکھوں کی جگہ دو آلو لگے ہوئے ہیں!'' آرزو نے اُس کا موڈ فریش کرنے کی سعی کی تو لاریب کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ آرزو اُس کی رگ رگ سے واقف تھی بچپن کا ساتھ تھا۔ ہر غم اور خوشی شیئر کرتی تھیں۔

''شکر ہے تمہارے چہرے پر ہنسی تو آئی۔ اب بتاؤ کیوں رو رو کر بُرا حال کر رہی ہو؟!'' آرزو فکرمندی سے بولی۔

لاریب نے سکندر عالم کے آدمیوں کو زخمی کرنے اور بخت شجاع کے ہاتھوں مولوی صاحب کی عزت افزائی کا واقعہ من وعن سنایا تو آرزو سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

''لاریب کیا ہو گیا ہے تمہیں..... یہ تم تعلیم پھیلا رہی ہو یا پھر بچوں کو جارحانہ پن سکھا رہی ہو..... کہ مر جاؤ یا مار دو.....!'' آرزو کو اُس کی حرکت بالکل نہ اچھی لگی۔

''جارحانہ پن.....!'' لاریب متحیر سی رہ گئی۔

''جی ہاں محترمہ..... جارحانہ پن..... معصوم کچے ذہن کی بچیاں تمہارے سکول آتی ہیں۔ جب وہ تمہارا یہ انداز دیکھیں گی تو وہ بھی یہی سیکھیں گی کہ اگر کوئی تمہاری مخالفت کر رہا ہے تو اس پر پتھر، جوتے اور ڈنڈے سے حملہ کر دو.....!'' آرزو ناراضگی سے بولی۔

مگر..... آرزو! انہوں نے بلیک بورڈ پر لکھے لفظ معلمِ انسانیت ﷺ کی بے ادبی کرنا چاہتی تھی اور بے بات میری برداشت سے باہر تھی!'' لاریب کی فطری سختی ایک بار پھر عود کر آئی۔

''اور تم نے پتھر مارنے شروع کر دیئے؟!'' آرزو نے طنزیہ کہا۔

''ہاں.....!'' لاریب کے چہرے پر غصہ اور نفرت تھی۔

''بہت اچھی بھئی..... بلکہ بہت خوب.....!'' آرزو نے تالی بجا کر کہا تو لاریب بک ٹک اُسے دیکھنے لگی۔

''کیا ہوا؟!'' وہ ناسمجھی سے بولی۔

TAGPK.COM

''لاریب میں بالکل اَن پڑھ ہوں..... مگر یہ جانتی ہوں کہ علم والے اور جاہل برابر نہیں ہوسکتے..... مگر تم تو کہیں سے بھی علم والی نہیں لگ رہی۔ اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کی تعلیم دے رہی ہو۔ یہ مثالی معاشرے کی شان نہیں۔ سوچو یہ تمہارا عمل کل کو کیا نتیجہ نکالے گا۔ ہر انسان اپنے اُستاد سے بہت متاثر ہوتا ہے۔ اس کی پیروی کرتا ہے اُس جیسا بننا چاہتا ہے بلکہ بعض بچے تو اتنی عزت اپنے والدین کی نہیں کرتے جتنی اپنے روحانی ماں باپ کی کرتے ہیں۔ تمہیں کیا لگتا ہے کہ تم انہیں جو سکھا رہی ہو کل کو وہ تمہارا عزت کر پائیں گے؟!'' آرزو بولتی چلی گئی۔ اور بات ہے ہمارے آقا ہمارے مولیٰ حضور ﷺ کی تو انہوں نے ہمیشہ صبر و تحمل کی تلقین کی ہے۔ کبھی ایسی تعلیم نہیں دی کہ جذبات میں آکر دوسرے کا سر پھاڑ دو!'' آرزو کی ہر بات اُس کے دل میں جاگزیں ہوئی تو دل کا تغیر اس کے چہرے سے عیاں ہونے لگا۔ آنکھوں میں آنسو تھے مگر شرمندگی سے نظریں جُھکی ہوئی تھیں۔ وہ اضطراب کی حالت میں اپنے لب کچلنے لگی۔ دونوں ہاتھوں کی اُنگلیاں وقفے وقفے سے ایک دوسرے میں پیوست کرنے لگی۔

''تم نے ٹھیک کہا ہے آرزو..... غلطی میری ہے اور میں اسے دل سے تسلیم کرتی ہوں مگر تم یہ بھی تو دیکھو کہ سب لوگ بیکار میں میری مخالفت کر رہے ہیں اور بابا بھی ان کے حامی بنے ہوئے ہیں۔ وہ روز بابا کو میری شکایت لگاتے ہیں اور بابا میرے کانوں میں آکر سوراخ کرتے ہیں۔ روز جو ہوتا ہے وہ میں نظر انداز کر دیتی ہوں مگر آج ہوا..... بہت بُرا ہوا۔ ظلم ہوا..... مجھے سکول ہی نہیں جانے دیا!'' بولتے بولتے اس کی آواز ندھ گئی۔

''ہاں لاریب تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو۔ میں مکمل تمہاری حمایت کرتی ہوں تعلیم پھیلانا کوئی غلط کام نہیں ہے اور ''تعلیم نسواں'' تو بے حد ضروری ہے اس علاقے کے مردوں کو ابھی اس بات کا ادراک نہیں ہے۔''

ان پڑھ ہونے کا قلق آرزو کی باتوں سے جھلک رہا تھا۔ آرزو کو بھی پڑھنے کا بے حد شوق تھا۔ وہ بچپن میں چُپکے چُپکے لاریب کی کتابوں کو دیکھتی۔ اس کا بستہ، پینسل گو کہ ہر چیز بہت اچھی لگتی۔ لاریب جب بھی چھٹیوں میں واپس آتی تو آرزو اُس سے ڈھیروں باتیں کرتی۔ اس کا دل چاہتا کہ وہ بھی اُجلا اُجلا یونیفارم پہنے۔ بستہ لیکر سکول جائے اور بہت پڑھے۔ مگر یہ حسرت دل میں ہی رہ گئی۔ تعلیم حاصل کرنا اس کے مقدر میں نہیں تھا۔

''لاریب! تم ایک کام کیوں نہیں کرتی؟'' آرزو تلخ سوچوں سے ایکدم باہر نکلتے ہوئے بولی۔

''علاقے کی سڑکیں بند کی جا رہی ہیں مگر ٹیلے کے پاس.....!'' وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی۔

''کان اِدھر کرو!'' وہ لاریب کے کان میں کھسر پھسر کرنے لگی کہ یہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔ آرزو کی بات سن کر لاریب کے لب مسکرانے لگے۔ سارا غم اُڑنچھو ہوگیا۔

''ارے وہ ہمارے پسندیدہ شاعر بلکہ پورے مشرق کے شاعر کہتے ہیں کہ

دشمن کے ارادوں کو ہے ظاہر اگر کرنا
تم کھیل وہی کھیلو انداز بدل ڈالو

آرزو گلا کھنکھار کر یوں شعر پڑھا جیسے بہت بڑی شاعرہ اپنا تازہ کلام پیش کر رہی ہو۔ آرزو

TAGPK.COM

کے چہرے پر فخر کا احساس دیکھ کر لاریب خود پر ضبط نہ کر سکی اور خوب کھل کر ہنس پڑی۔ اُسے یوں مسکراتا دیکھ کر آرزو کا دل بھی خوشی سے لبریز ہو گیا.....

''محترمہ صرف مسکرانے سے کام نہیں چلے گا..... مجھے اقبال کا پورا کلام سناؤ۔ اُسی طمطراق کے ساتھ اُسی اندازِ خاص کے ساتھ جس طرح تم سکول کے تقریری مقابلے میں پڑھتی تھی۔ میں نے بہت یاد کیا مگر ہائے پہ نگوڑ مارا حافظہ!'' آرزو نے اپنے سر پر خود ہی چپت لگاتے ہوئے کہا۔

''آرزو کی فرمائش پر اُس کے اردگرد خوشی کے رنگ بکھر گئے۔ اپنی نم آنکھوں کو ہتھیلیوں سے خشک کرتے ہوئے وہ یوں کھڑی ہو گئی جیسے وہ سکول میں موجود ہو اور تمام بچے اُسے دیکھ بھی رہے ہوں اور سُن بھی رہے ہوں۔

تسکین نہ ہو جس سے وہ راز بدل ڈالو
جو راز نہ رکھ پائے وہ ہمراز بدل ڈالو
تم نے بھی سُنی ہوگی بڑی عام کہاوت ہے
انجام کا ہو خطرہ آغاز بدل ڈالو
پُرسوز دِلوں کو جو مسکان نہ دے پائے
سُنی نہ ملے جس میں وہ ساز بدل ڈالو
دُشمن کے ارادوں کو ہے ظاہر اگر کرنا
تم کھیل وہی کھیلو انداز بدل ڈالو
اے دوست کرو ہمت کچھ دور سویرا ہے
اگر چاہتے ہو منزل تو پرواز بدل ڈالو

لاریب کو بے چینی سے رات ہونے کا انتظار تھا چار سُو اندھیرا پھیل گیا۔ سونے والے گہری نیند سو گئے۔ مگر اُسے اپنا مقصد عزیز تھا سو خود کو نیند کے حوالے نہ کیا۔ دبے پاؤں بستر سے نکلی۔ استری گرمی کی اور صبح سکول جانے کیلئے اپنا سوٹ استری کیا اور دروازے کے پیچھے کھونٹی پر لٹکا دیا۔

✦✦✦

اُجالائے سحر نمودار ہوا تو ہر طرف روشنی بکھر گئی۔ پرندے چہچہا رہے تھے۔ نئی اُمید کا پیغام دیتی صبح نے لاریب کے اندر نیا جوش و ولولہ پیدا کر دیا تھا اس کی ذات کے اندر چھائے اُداسی کے گہرے بادل چھٹ چکے تھے۔ ایک دن سکول نہ کھول کر اس نے جتنی اذیت اٹھائی تھی وہ جانتی تھی یا اس کا خدا۔ مولوی صاحب مدرسے جا چکے تھے میدان خالی تھا۔ اس نے تیزی سے تیاری پکڑی۔ سیاہ گڑھائی دار چادر میں اُس کی دودھیا رنگت دمک رہی تھی۔ چہرہ گلاب کے پھول کی طرح کھلا ہوا تھا۔ وہ تیزی سے گھر سے نکلی اور ہر گھر کے دروازے پر دستک دیتی جا رہی تھی۔ یہ اُس کا روز کا معمول تھا وہ اسی طرح بچوں کو الرٹ کرتی تھی۔ وہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی جو جگہ آرزو نے بتائی تھی وہ اس کے گھر سے کافی دور مگر پُرسکون تھی وہاں لوگوں کا آنا جانا بھی قدرے کم تھا۔ اپنی مطلوبہ جگہ پر پہنچ کر اس نے دم لیا۔

''ٹیچر آدم کو تمام مخلوق پر فضیلت کیوں حاصل ہے؟'' کلاس کی ہونہار بچی نے سوال کیا جو دلچسپ بھی تھا اور گہری معنویت لئے ہوئے بھی۔

''علم کی وجہ سے..... اللہ نے آدم کو علم عطا کیا ہر اُس چیز کا جس سے وہ ناواقف تھا اُس کو وہ سب سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا اور جو اُس کو سکھایا وہ اپنی مخلوق میں کسی اور کو نہیں سکھایا۔ یہ علم ہی اُس کے افضل ہونے کی وجہ بنا۔ اسی علم نے ہی آدم کو تمام مخلوق میں ممتاز کر دیا۔ یہ اُس کے رب کا کرم ہے کہ اس نے اسے وہ دولت و نعمت عطا کی جو اُس سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی گئی

تھی..... ''علم والے اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے''

اُس کی وضاحت پر بچوں کے چہرے اطمینان بخش ہو گئے۔

''ٹیچر..... جب تعلیم اتنی ضروری ہے تو ہمارے علاقے کے لوگ اس کے مخالف کیوں ہیں؟'' چند ثانیوں کیلئے اُس نے سوال پوچھنے والے کو غور سے دیکھا۔ وہ معصوم چہرہ کا خاصا مضطرب دکھائی دیا۔ لاریب کا اپنا دل بوجھل ہونے لگا۔ رگوں میں نفرت دوڑنے لگی۔

''کیونکہ وہ سب جاہل ہیں علم کی اہمیت سے ناواقف ہیں وہ اندھے اور بہرے ہیں ان کے دلوں پر زنگ آلود تالے لگے ہوئے ہیں۔ وہ تالے جنہیں نہ وہ خود کھولتے ہیں اور نہ ہی کسی دوسرے کو کھولنے کی اجازت دیتے ہیں۔ علم تو نور ہے روشنی ہے مگر یہ لوگ اندھیروں کے عادی ہو چکے ہیں اور انہیں یہ روشنی اچھی نہیں لگتی تو اس کی مخالفت کرنے لگ جاتے ہیں''۔ لاریب نے بمشکل اپنے آپ کو مزید کچھ کہنے سے روکا تھا۔

''ٹیچر کیا تعلیم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے؟'' ایک اور سوال کیا گیا۔

''ہاں!'' یک لفظی جواب مگر بے پناہ مضبوط لہجے میں تھا۔

لاریب کا چہرہ خوش و خروش سے سرخ ہونے لگا تھا۔

''کیا..... لڑکیوں پہ بھی تعلیم فرض ہے؟'' کلاس کی ننھی بچی نے سوال کیا۔

''ہاں..... بالکل تعلیم جس طرح لڑکوں کیلئے ضروری ہے اُسی طرح لڑکیوں کیلئے بھی ضروری ہے..... **''طلب العلم فریضة علی کل مسلم والمسلمة!''** (علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے)۔

دونوں بازو سینے پہ باندھ کر وہ قدرے بااعتماد لہجے میں بولی تو لبوں پر مدھم سا تبسم بکھر گیا۔ آنکھوں میں جگنو چمکنے لگے اُسے یقین کامل ہونے لگا کہ وہ ہرگز کسی غلط کام کیلئے ضد نہیں کر رہی بلکہ وہ تو وہ فریضہ سرانجام دے رہی ہے جس کا حکم ہادی برحق ﷺ چودہ سو سال پہلے دے چکے تھے۔ اسی اثناء میں گاڑی کے ٹائروں کی زوردار چرچراہٹ نے اُس کی سوچوں میں خلل ڈالا۔ وہ سکندر عالم کی گاڑی تھی اپنے مالک کی طرح اپنی امارت و خاندانی فخر کا دکھاوا کرتی ہوئی۔

سفید کڑکڑاتے کُرتا شلوار میں وہ ہمیشہ کی طرح چہرے پر تفاخر سجائے خراماں خراماں چلتے ہوئے لاریب کی جانب بڑھا۔ وہ اچھا خاصا خوبرو نوجوان تھا مگر اُس کے اندر کا میلا پن اُس کی ظاہری خوبصورتی کو گہنا دیتا تھا۔ انسان کا اندر اگر ستھرا ہو تو عام سے عام صورت بھی بھلی لگتی ہے مگر جب دل کا برتن اگر میلا کچیلا ہوا تو باہر گندگی کے سوا کچھ نہیں دکھائی دے سکتا۔

''لگتا ہے تمہیں مولوی صاحب نے سبق ابھی صحیح طرح سے نہیں پڑھایا۔ جو آج تو نے پھر سے ناٹک کمپنی کھول کے بیٹھ گئی ہے؟'' وہ صرف ظاہری حلیے سے لوگوں کو متاثر کرتا تھا مگر بولتے ہوئے چہرے پر خباثت چھا جاتی تھی۔ اس کی سرشت میں حلاوت نام کی کوئی چیز نہ تھی۔

''اچھا اگر میرا سکول تم سب کیلئے ''ناٹک کمپنی'' ہے تو پھر تم لوگوں نے بھی میرے مطابق ''نوٹنکی'' لگا رکھی ہے!'' لاریب کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ سکندر عالم کو تپا گئی۔

''کیسی نوٹنکی؟'' سکندر عالم بھڑک کر بولا۔

''ایک عام سے معمولی انسان کیلئے جو ہم

جیسا ہے اس کی آمد پہ سکولوں اور راستوں کو بند کر کے لوگوں کی مشکلات میں اضافہ کرنا۔ اپنی ''رعیت'' کی تکالیف یکسر نظر انداز کر دینا۔ صرف ایک انسان کے پروٹوکول کی خاطر کیا یہ نوٹنکی نہیں؟'' خنجر کے جواب میں تلوار سے گھاؤ لگانا لاریب کو خوب آتا تھا۔ سکندر عالم کا خون کھول رہا تھا۔

''ویسے تو مولوی صاحب بڑے فتوے لگاتے ہیں۔ اپنی بیٹی کی ہٹ دھرمی اور نافرمانی پر کوئی فتویٰ نہیں لگایا جاتا۔ جو علاقے کے مالکوں کی حکم عدولی کرتی ہے مگر اپنے باپ کے حکم کو بھی پیروں سے روند کر ڈھٹ بن کا مظاہرہ کرتی ہے؟'' سکندر عالم غصے سے بولا۔

''چلو مان لیا۔ میں نے نافرمانی کی ہے اپنے باپ کی۔ مگر میں تو اپنے باپ کی صرف نافرمان ہوں مگر تم سب لوگ فرمان رسول ﷺ کا انکار کر رہے ہو؟'' لاریب ضبط کرتے ہوئے بولی۔

''کون سی نافرمانی کی ہے ہم نے؟'' سکندر عالم کی شرر بار نگاہیں لاریب کے صحیح چہرے پر تھیں۔ جہاں اطمینان جھلک رہا تھا۔ سکندر عالم کو تلملاتا ہوا دیکھ کر۔

''علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر لازم ہے۔ جب مذہب ہمیں اس کی آزادی دیتا ہے تو تم لوگ کون ہوتے ہو ہم پر حکم چلانے والے کہ مرد تعلیم حاصل کرنے کیلئے باہر کے ملک تک چلے جائیں اور عورتیں جاہل رہیں اور جو مذہب کے مطابق چلے اور علم کو پھیلائے وہ خدا کا فرماں بردار ہے آقا ﷺ کا اطاعت گزار ہے اور جو اس عمل کو روکے تو وہ ہوا نافرمان!'' لاریب نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے استفسار کیا تو سکندر بل کھا کر رہ گیا کیونکہ لاریب نے در پردہ زین العابدین کے باہر تعلیم حاصل کرنے کو بی نشانہ بنایا تھا۔ سکندر عالم کا دل چاہ رہا تھا کہ لاریب کی گردن دبا دے۔ یکا یک اُس کی نظر بلیک بورڈ پر پڑی جہاں لکھا ہوا تھا۔

علم سے ہی قدر ہے انسان کی
ہے وہی انسان جو جاہل نہیں

سکندر عالم طیش کے عالم میں بڑھا اور جنون انداز میں بلیک بورڈ اٹھا کر زمین پر دے مارا کہ وہ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ خوف کے مارے کئی بچوں کی چیخیں نکل گئیں۔ لاریب پھٹی پھٹی آنکھوں سے اُس جنگلی جانور کو دیکھ رہی تھی۔ سکندر عالم لاریب کی جانب بڑھا اس سے پہلے کہ وہ اس پر ہاتھ اٹھاتا۔ لاریب کے عقب سے جھانکتا منظر اُس کی پیشانی پر موجود بلوں میں اضافہ کر گیا تھا۔

سکندر عالم کی نظروں کے تعاقب میں اس نے پلٹ کر دیکھا تو چند لمحوں کیلئے اپنی جگہ ساکت رہ گئی۔ ہر بچی کے ہاتھ میں پتھر تھا اور وہ سکندر عالم پر حملہ کرنے کو تیار تھیں۔ لاریب کے کانوں میں آرزو کے الفاظ گونجنے لگے۔

''علم والے اور جاہل کبھی برابر نہیں ہو سکتے!''

''لاریب! تم کیسی تعلیم دے رہی ہو کہ جو تم سے بدتمیزی کرے اس پر جوتوں ڈنڈوں اور پتھروں سے حملہ کر دو!''

''رک جاؤ کوئی پتھر نہیں پھینکے گا!'' وہ سکتے کی حالت سے باہر نکلتے ہوئے بولی۔

''مگر ٹیچر۔ یہ آدمی آپ کے ساتھ بدتمیزی کر رہا ہے۔ اگر اس نے آپ کو نقصان پہنچایا تو ہم پتھروں سے اس کا سر پھاڑ دیں گے!'' وہ سب یک زبان ہو کر بولے تو لاریب کو لگا کہ وہ معصوم ننھے بچے نہیں بلکہ خونی ابابیلیں ہیں جو

منہ میں کنکریاں دبائے دشمن کو زخمی اور لہولہان کرنے کے درپے تھیں۔

''بہت خوب! استانی صاحبہ! بہت زبردست تعلیم دے رہی ہو بچوں کو'' سکندر عالم کے سینے پر سانپ لوٹ گئے تھے۔ ابابیلوں کی ننھی فوجی نے اُسے پسپائی پر مجبور کر دیا تھا۔ اپنی شکست پر وہ پیر پٹختا ہوا چلا گیا۔

✧✧✧

ایک دھان پانی سی لڑکی سکندر عالم کے مقابل آ گئی تھی اور اپنی ننھی فوجی کے ہمراہ اس کو شکست دے گئی تھی۔ رُعب و ہیبت کا دوسرا نام سکندر عالم تھا اُسے منہ کی کھانی پڑی تھی۔ وہ چاہ کر بھی کچھ نہ کر سکا تھا۔ بخت شجاع کا حکم اور مولوی صاحب کی عزت و تکریم اُسے روکے ہوئے تھی۔ ورنہ وہ اپنی حیوانیت دکھانے کو برقرار تھا۔ مرد کی خصلت میں یہ بات شامل ہے کہ عورت چاہے اپنی ہو یا غیر ہو خودسری اور ضد کو ہرگز برداشت نہیں کرتا کیونکہ ان دونوں باتوں کا استعمال وہ خود کرتا رہتا ہے۔ صورت حال سکندر عالم کی برداشت سے باہر ہوئی جا رہی تھی۔ دونوں جبڑوں کے درمیان فتنہ انگیز چیز زبان کا خوب استعمال کر کے لاریب کی ہٹ دھرمی کے قصے ہر طرف سنائے۔ مولوی صاحب کی مسجد میں بھی یہ شور و غوغا پہنچا۔ بخت شجاع بھی الگ لاریب پر برس رہے تھے۔

''ایک عالم دین کی بیٹی کا یہ حال ہے کہ وہ باپ کے کہنے میں نہیں ہے۔ میری بیٹی ایسا کرتی تو اُسے زندہ زمین میں گاڑ دیتا'' بخت شجاع نے زہر اُگلا۔

''توبہ ہے قیامت کی علامت ہے اتنی نافرمان اور گستاخ اولاد۔ بچوں کو کیا تعلیم دیتی ہوگی۔ دیکھنا کتنا بُرا انجام ہوگا'' نگہت بیگم نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے گوہر افشانی کی۔

فرحین اور بی جان خاموش تھیں۔ ان دونوں کی جلی کٹی باتیں سُن رہی تھیں۔ جب فرحین کا حوصلہ جواب دے گیا تو آخر بول پڑی۔

''بابا جان۔ آخر تعلیم پھیلانا کوئی بُرا عمل تو نہیں ہے جو سب یوں اُس لڑکی کے دشمن ہیں..... اس میں ہمارے علاقے کا ہی فائدہ ہے۔ یہاں بھی ترقی ہوگی۔ زمانہ کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہے انسان چاند پہ جا بیٹھا ہے اور ہم ابھی تک پرانی بیکاری رسموں کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ علم کا پھیلانا تو کارِ خیر ہے۔'' فرحین نے غلط موقعے پر صحیح بات کہہ کر اپنی شامت کو آواز دے دی تھی۔

''بہت اچھے..... ہماری اپنی بیٹی ہی ہماری مخالفت کر رہی ہے وہ بھی ہمارے سامنے۔ ان باتوں کا مطلب سمجھتی ہو!'' بخت شجاع اس زور سے دھاڑے کہ فرحین کانپ اٹھی۔

''بخت شجاع..... کیا ہو گیا ہے بچی ہے!'' بی جان بیٹے کی غضبناکی دیکھ کر بولیں۔

فرحین اندر ہی اندر لرز رہی تھی۔ وہ بالکل تنہا تھی۔ کوئی اُس کا حامی نہیں تھا۔ بی جان اُسے بخت شجاع کے غصے سے بچا تو سکتی تھی مگر اُسے ٹھیک ثابت نہیں کر سکتی تھیں۔

''بابا جان..... زین بھائی بھی تو.....!'' وہ ڈرتے ڈرتے بولی مگر جُملہ اُدھورا رہ گیا۔

''وہ مرد ہے تعلیم حاصل کر سکتا ہے اُس کی تعلیم حاصل کرنے سے پورے علاقے کا فائدہ ہوگا۔ تم ایک لڑکی ہو۔ تمہاری تعلیم سے کیا فائدہ ہوگا۔ کل کو تم اپنے گھر بیاہ کر چلی جاؤ گی۔ بچوں کو پالنے اور شوہر کی خدمت کرنے کیلئے تعلیم کی کیا ضرورت ہے!'' خاندانی فرسودہ رسم و

روایات کے غلام بخت شجاع نے فرحین کے فلسفۂ تعلیم کو یک جھٹکے میں رد کر ڈالا وہ بے بسی سے دیکھتی رہ گئی تھی۔

''شاید میں ہی غلط ہوں۔ مجھے ایسی بات کہنی ہی نہیں چاہئے۔ واقعی عورت کا تعلیم سے کیا لینا دینا!'' وہ سر جھکائے خود کو ملامت کرنے لگی تھی۔

✧✧✧

لاریب سکول سے لوٹ ہوئی انتہائی پُرسکون تھی۔

گھر کی دہلیز پار کی ہی تھی کہ مولوی صاحب کو اضطرابی حالت میں ٹہلتے دیکھا وہ اُس کی آمد سے بے خبر گہری سوچ میں گم تھی۔ اپنی لاٹھی کو بار بار زمین پر مار رہے تھے۔ جو ذہنی اُلجھاؤ اور کشمکش کی علامت تھی۔

''اُف آج پھر مارے گئے!'' لاریب نے دل ہی دل میں کہا۔

مولوی صاحب کی نظر اُس پر پڑی تو حسب توقع اُس کو خوب ڈانٹا۔ وہ بھڑاس نکالتے جا رہے تھے اور وہ خاموشی سے سُن رہی تھی۔

''ضرور سکندر عالم نے ہی کوئی بکواس کی ہے'' وہ سوچنے لگی۔

''میرے منع کرنے کے باوجود تم نے سکول کھولا۔ میری حکم عدولی کی۔ لاریب آخر کس گناہ کی سزا تم مجھے دے رہی ہو؟'' مولوی صاحب برہمی سے بولے۔

''بہت خبیث انسان ہو تم سکندر عالم!'' دل ہی دل میں اُسے کوستے ہوئے وہ گھڑے سے پانی نکال کر پینے لگی۔ باپ کی خفگی پر بجائے نادم ہونے کے وہ مطمئن تھی۔ مولوی صاحب جل بھن کر رہ گئے تھے۔ ان کے تجربے کے مطابق تو بیٹا ماں باپ کو ستاتا ہے۔ اور ان کی نافرمانی کرتا ہے مگر ان کے ساتھ اُلٹ ہو گیا تھا ان کی بیٹی نے اُن کے ناک میں دم کر دیا تھا۔

''تمہاری یہ ضد۔ کوئی بڑا نقصان نہ کروا دے۔ سوچ سوچ کر راتوں کی نیندیں اُڑنے لگی ہیں..... صرف میرے لحاظ کی وجہ سے سب رُکے ہوئے ہیں ورنہ سکندر عالم جیسا سفاک انسان اُس سے کچھ بعید نہیں'' مولوی صاحب کا چہرہ مُتا ہوا تھا..... بیٹی کا باپ ہونے کا خوف اُن کے چہرے سے جھلک رہا تھا۔

''السلام و علیکم..... مولوی صاحب!'' دروازے پر دستک کے ساتھ مانوس سی آواز نے اُن دونوں کو وقتی طور پر اُس اعصاب شکن موضوع سے ہٹا دیا۔

25 سالہ نوجوان، مناسب قد، گہری رنگت، سادہ سی شلوار قمیص میں اُس کے لبوں پر مہربان سی مسکراہٹ اُس کی شخصیت کا حصہ تھی ہاتھ میں بیگ تھامے اور دوسرے اتھ میں سامان سے لدے پھندے شاپر تھے۔ اُس کے چہرے پر تھکاوٹ کے آثار نمایاں تھے۔

''ہائے کالو..... اتنے دنوں بعد آئے.....!'' لاریب کی خوشی سے چہکتی ہوئی آواز پر اُس نوجوان کی ساری تھکاوٹ دُور ہو گئی۔ وہ بھاگتی ہوئی اُس کی جانب لپکی۔ سامان ہاتھ سے لیتے ہوئے اُسے مٹی کے پیالے میں ٹھنڈا پانی دیا۔

''کتنی بار کہا ہے کہ کسی بھی انسان کو اُس کی کسی جسمانی کمزوری کے ساتھ پکارنا انتہائی غلط ہے۔ اُس سے اللہ بھی ناراض ہوتا ہے اور اُس بندے کی بھی دل آزاری ہوتی ہے..... مگر مجال ہے کہ تم پھر کسی بات کا اثر ہو جائے'' مولوی صاحب سٹپٹائے۔ مگر وہ لاریب ہی کیا جو کسی کی برہمی اور ناراضگی کو خاطر میں لاتی۔ وہ ان

دونوں سے بالکل لاتعلق عمیر کے لائے ہوئے سامان میں گھسی ہوئی تھی اُس کو اپنی مطلوبہ چیزوں کی تلاش تھی۔ عمیر اُس کی محویت پر محبت پاش نظروں سے دیکھ رہا تھا اُس کی نگاہوں میں الوہی چمک تھی۔

''بہت دن بعد آئے عمیر!'' مولوی صاحب کی آواز نے عمیر کو چونکایا۔

''جی ماموں جان..... اس بار چھٹی بہت مشکل سے ملی ہے!'' عمیر نے محبت سے اُن کے ہاتھ چومتے ہوئے آنکھوں سے لگائے۔

عمیر شہر میں ملازمت کرتا تھا والدین کی وفات کے بعد مولوی صاحب اور لاریب کے علاوہ کوئی اور رشتے دار نہیں تھا۔ ماموں بھی ایسا جو باپ کی طرح مہربان اور شفیق تھا۔

''کیوں بھئی چھٹی کیوں مشکل سے ملی؟'' مولوی صاحب حیریت سے بولے۔

''وہ اصل میں..... ماموں جان!'' عمیر قدرے جھجک کر خاموش ہو گیا۔

''کالو شرما کیوں رہے ہو..... بتاتے کیوں نہیں!'' لاریب اُس کی خاموشی محسوس کر کے چیزوں سے دھیان ہٹا کر بولی۔

''وہ اصل میں اوور ٹائم لگانا پڑا.....!'' عمیر نے اصل بات بتائی۔

''ہاں اس نے اتنی لمبی لسٹ جو بتائی ہوگی۔ اُس کیلئے اوور ٹائم تو لگانا ضروری تھا۔ ورنہ اس کے ہاتھوں کہاں تمہیں معافی ملتی تھی!'' مولوی صاحب نے بیٹی کو گھورتے ہوئے کہا۔

وہ جو سامان کے تھیلوں میں آدھی اندھر گھسی ہوئی تھی تڑپ کر سر اُٹھایا تو گلاب چہرے پر مصنوعی خفگی کے رنگ نمایاں تھے۔

''بابا..... یہ میرا اور کالو کا معاملہ ہے۔ آپ درمیان میں نہ آئیں۔ آپ کو تو میری ہر بات پر اعتراض ہے.....!'' پہلے سکول والے معاملے پر ڈانٹ ڈپٹ اور اب عمیر کے معاملے میں پند ونصائح نے لاریب کو چڑا کر رکھ دیا تھا۔

''ہر بات پر اعتراض نہیں بلکہ صرف ضد کرنے کی عادت کے خلاف ہوں۔ مرد ضدی ہو تو گزارہ ہے مگر عورت کی ضد خود اُسے بہت نقصان پہنچاتی ہے۔ اور پھر معاشرے میں عورت کی کیا حیثیت ہے۔ یہ تم اچھی طرح سے جانتی ہو۔ مگر تمہیں میری کوئی بات سمجھ نہیں آتی۔ نا جانے کیا اور کیسے سمجھو گی!'' مولوی صاحب کے لہجے میں بے بسی تھی۔ سرد آہ بھرتے ہوئے انہوں نے اپنا عمامہ درست کیا اور سر پر ٹکایا اور چھڑی تھام لی۔ اُن کے چہرے پر فکر کے گہرے سائے نظر آ رہے تھے جو انہوں نے مخفی رکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

''چھوڑیے ماموں جان..... آپ دل بُرا نہ کریں مجھے لاریب کی فرمائش کو پوری کرنا اچھا لگتا ہے اور پھر انسان اپنوں کو ہی نخرے دکھاتا ہے۔ آپ دونوں پہ خرچ نہیں کروں گا تو پھر شہر میں ملازمت کرنے کا کیا فائدہ!'' عمیر نے مولوی صاحب کی دلگرفتگی دیکھی تو تسلی دی۔

''دیکھا بابا..... کالو کتنے بڑے دل کا ہے وہ میری کسی بات کا برا نہیں مانتا..... مگر آپ ہمیشہ مجھے بُرا بھلا کہتے ہیں اور ناراض ہوتے ہیں۔ ہر دم میری طرف سے کوئی نہ کوئی فکر پال کر بیٹھے رہتے ہیں!'' لاریب نے عمیر کی حمایت پر پُراعتماد انداز میں کہا۔

''میاں بگاڑو خوب بگاڑو..... اس کی عادتوں کو کل تمہیں ہی برداشت کرنا ہے.....!'' مولوی صاحب نے دونوں کے مستقبل کے حوالے سے گہری بات کی جو لاریب تو نہ سمجھ پائی مگر عمیر کا دل کھل اُٹھا..... مولوی صاحب

اُس کے دل کی خواہش جانتے تھے۔

اُس کی نظریں لاریب کے حسین چہرے پر تھیں۔ اذان کی آواز پر مولوی صاحب جماعت کیلئے نکل پڑے تو وہ دونوں تنہا تھے۔ عمیر بھی ایسے ہی کسی موقعے کی تلاش میں تھا تا کہ لاریب اسے دل کی بات کہہ سکے۔

لاریب اُس کی نظروں کی وارفتگی سے بے خبر خود کو آئینے میں دیکھ رہی تھی۔ اُس کے لائے ہوئے لباس اور جیولری کو اپنے ساتھ لگا کر دیکھتی اور عمیر سے بار بار پوچھتی۔

''کالو..... کیسی لگ رہی ہو؟''

''بالکل..... شہزادیوں جیسی.....!'' عمیر شدتِ محبت سے مغلوب ہو کر بولا۔

اُس کی آنکھوں میں خوشی اور تازگی تھی۔ بچپن سے ہی وہ لاریب کو چاہتا تھا۔ مولوی صاحب کو بھی اس بات پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ اکلوتا بھانجا اور وہ بھی اتنا سعادت مند کہ کبھی اُونچی آواز سن بات نہ کی تھی۔ وہ اپنے ہاتھوں سے اُن کے جوتے سیدھے کرتا۔ وہ شہر میں دن رات محنت کرتا تا کہ لاریب کو زندگی کی ہر خوشی دے سکے۔ بہت بار دل چاہتا کہ اپنی محبت کا اظہار کر دے مگر لاکھ چاہنے کہ باوجود کہہ نہ پاتا..... ٹھکرائے جانے کا خوف اُسے اپنی گرفت میں لے لیتا.....

✧✧✧

سرمئی آسمان پہ بکھری شفق بے حد خوشنما لگ رہی تھی۔ پرندے اپنے آشیانوں کی جانب لوٹ رہے تھے۔ آسمان کی وسعت سے کسے انکار ہے اگر کوئی نگاہ نقص تلاش بھی کرنا چاہے تو تھکی ماندہ پلٹ آئے گی مگر کوئی کمی تلاش نہ کر پائے گی۔ کیوں کہ اس کو بنانے والے کی ذات تو خود ہر عیب سے پاک ہے کامل ہے تو پھر اُس کی صناعی میں کیسے کوئی کمی ہوگی..... لاریب کی نظریں آسمان پر تھیں۔ اور توجہ بھی اُس کی وسعت پر تھی وہ ہر روز یہ منظر یونہی توجہ سے دیکھا کرتی تھی اور کھوسی جاتی تھی..... اسے لگتا کہ اُس کا رب بھی اُس کے بہت قریب ہے شہ رگ سے بھی زیادہ قریب.....

وہ جو ہر بات جانتا ہے جو بصیر ہے جو سمیع ہے اور جو ظاہر بھی ہے اور باطن بھی جو ستار اور غفار بھی ہے وہ جانتا ہے کہ اُس کے بندے کے دل میں کیا ہے..... تنہائی نے چادر پھیلائی تو خود کلامی اُس کے ساتھ آ کر کھڑی ہوگی۔

''جس طرح موسم بدلتے ہیں دن رات ایک دوسرے کی جگہ لیتے ہیں بالکل اسی طرح انسان کے حالات بھی ضرور بدلتے ہیں مگر..... شرط یہ کہ ابتلاء کے گھپ اندھیرے میں اُمید کا دیا بجھنے نہ دیا جائے۔ اپنی اُمیدوں کو اُس ہستی کے سپرد کر دے پھر وہ قادر مطلق جس طرح سے چاہے اور جس طرح سے چاہے اُن امیدوں کے پورا ہونے کا راستہ بنا دے کہ انسان کو گمان بھی نہ ہوا'' امید بھری خود کلامی اُسے بے حد سکون دے رہی تھیں..... نگاہ ابھی بھی آسمان پر تھی جہاں ایسا اندھیرا چھانے لگا تھا۔

''اس اندھیرے کے اندر اُجالا چھپا ہوا ہے۔ یہ شک ابھی میرا مشن بھی اندھیروں کی زد میں ہے مگر ایک دن ضرور ایسا آئے گا جب علم کا اُجالا چار سُو پھیل جائے گا اور وہ اُجالا اتنا طاقتور ہوگا کہ کسی بھی آنکھ سے پوشیدہ نہیں ہوگا!'' وہ مطمئن تھی۔

✧✧✧

اُس نے رات کو خوب اہتمام سے کھانا بنایا..... عمیر کے آنے سے گھر میں رونق ہو گئی تھی۔ وہ اُس کی آمد پہ بہت خوش ہوئی تھی وہ نہ

TAGPK.COM

صرف اُس کا کزن بلکہ بہت اچھا انسان ہونے کے ساتھ ساتھ لاریب کا بچپن کا دوست بھی تھا وہ اُس سے ہر بات کر لیتی تھی..... عمیر کی پسندیدگی ہر چیز تھی۔ عمیر ہر چیز سے انصاف کرتے ہوئے لاریب کے سگھڑپن کی تعریف کر رہا تھا۔ لاریب کا چہرہ کندھاری انار بنا ہوا تھا۔

''عمیر صبح سکول جاتے ہوئے تمہارا لایا ہوا پنک سکوٹ اور وہ چاندی کے جھمکے پہنوں گی!'' لاریب پُرجوش ہو کر بولی۔

''کوئی ضرورت نہیں ہے جانے کی!'' مولوی صاحب حاکمیہ انداز میں بولے۔

''مگر کیوں بابا!'' لاریب جھنجھلا کر رہ گئی۔

''بڑے مالک کا حکم ہے کیوں ضد کرتی جا رہی ہو۔ اور ویسے بھی جو تعلیم بچیوں کو تم دے رہی ہو اُس کے متعلق نمازیوں سے قصے سنتا رہتا ہوں!'' کھانا نامکمل چھوڑتے ہوئے وہ بھڑک اُٹھے۔

''بابا یہ زیادتی ہے!'' لاریب روہانسی ہوتے ہوئے بولی اور مدد طلب نظروں سے عمیر کی جانب دیکھا۔

جو خود پریشانی کے عالم میں حق دق انہیں دیکھتا جا رہا تھا۔ اور اسی پریشانی میں وہ اپنے ہاتھ میں لقمہ لئے منہ میں ڈالنا ہی بھول گیا تھا۔

''لاریب تمہاری ضد مجھے سختی کرنے پر مجبور کر رہی ہے تم اب بچی نہیں ہو کہ یوں بلاوجہ کی ضد کرو'' مولوی صاحب نے رومال سے ہاتھ پونچھتے ہوئے غصے سے گھورا۔

لاریب کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی تھی۔ اُس کا دل ڈوبنے لگا تھا۔ روح جیسے جسم کا ساتھ چھوڑ دینے کے درپہ تھی۔

''بابا..... بچوں کی پڑھائی کا بہت حرج ہوگا!'' مولوی صاحب کے اُٹھے ہوئے ہاتھ نے اُسے مزید کلام سے روک دیا۔

بے بسی کے بھیانک احساس نے اُسے اپنے شکنجے میں لیا تو وہ آنسو ضبط نہ کر پائی اور روتی ہوئی اپنے کمرے میں گئی اور دروازہ بند کر لیا۔

عمیر بے بسی سے دروازے کو تکتا رہ گیا.....

✧✧✧

عمیر کے دل پر اُداسی چھانے لگی تھی وہ جو لاریب کا چہرہ دیکھ کر خوش ہو رہا تھا اب اُس پر افسردگی کا گہرا بادل چھانے لگا۔

اُس کی پریشانی پر وہ ابھی تک دلگرفتہ تھا۔ وہ جو لاریب کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا تھا اُس دُکھ پر دُکھی تھا وہ ہنستی تھی تو وہ ہنستا تھا وہ روتی تھی تو وہ بھی چپکے چپکے آنسو بہاتا تھا زندگی میں ہر چیز سے بڑھ کر اُس کیلئے صرف لاریب کی خوشی تھی..... لاریب اپنے کمرے میں روئے جا رہی تھی۔ اُس نے کھانا بھی نہیں کھایا تھا۔ عمیر نے ٹرے میں اُس کے لئے کھانا رکھا اور اُس کے کمرے میں آیا جہاں وہ فرش پہ بیٹھی گریہ زار تھی۔

''لاریب اب بس بھی کر دو۔ کیوں روئے جا رہی ہو۔ تم جانتی ہو نا کہ میں تمہاری آنکھ میں آنسو نہیں دیکھ سکتا!'' عمیر بے حد غمزدہ سا بولا۔

''عمیر تم مجھے اکیلا چھوڑ دو۔ میں اس وقت کسی سے بات نہیں کرنا چاہتی!'' سسکتی ہوئی لاریب کے منہ سے الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کر نکلے۔

''کیوں بات نہ کروں..... میں تمہارا دوست نہیں ہوں!'' عمیر نے اُسے کندھوں سے تھامتے ہوئے زبردستی سیدھا کیا اور شوخی سے بولا۔

''نہیں کوئی میرا دوست نہیں ہے..... کوئی

میری بات نہیں سمجھتا!'' وہ سسکاری تھی۔ چند ثانیوں کیلئے اُسے لگا کہ وہ بہت دکھی ہے مولوی صاحب کی سختی نے اُس کا دل بُری سے توڑا ہے۔ وہ خود کو بہت تنہا محسوس کر رہی ہے۔

''لاریب..... آخر تم ضد کیوں نہیں چھوڑ دیتی!'' عمیر پست لہجے میں بولتا ہوا اُس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا جو رو رو کر متورم ہو گئی تھیں۔

''عمیر..... تم بھی؟'' اُس کی آنکھوں میں بے یقینی اُبھری۔

''اُسے عمیر سے اس بات کی توقع نہیں تھی بلکہ وہ تو سمجھ رہی تھی کہ وہ اُسے سپورٹ کرے گا۔

''ہاں میں بھی..... تم ضد مت کرو!'' وہ ترنت بولا۔

''تمہاری اطلاع کیلئے غرض ہے کہ یہ میری نہ تو ضد ہے اور نہ ہی وقتی جنون بلکہ یہ میرا خواب اور مقصد حیات ہے'' ٹرکی بہ ٹرکی جواب دینا لاریب کی شخصیت کا خاصا تھا۔ یہ حاضر جوابی اُسے عاقل اور دانا مولوی عبدالرافع سے ملی تھی یا پھر اُس تعلیم سے جس کا دیا اُس کے دل کے طاقچے میں روشن تھا۔

''ہر خواب کی تعبیر نہیں ملا کرتی'' عمیر نے اُسے سمجھایا۔

''بے شک ہر خواب کی تعبیر نہیں ملتی مگر مجھے پورا یقین ہے کہ میرا یہ خواب ضرور پورا ہوگا اور اس کی تعبیر ضروری سچی ہوگی!'' لاریب کی حسین آنکھوں میں اُمید کے جگنو چمکنے لگے تھے۔

''لاریب..... یہ مردوں کا معاشرہ ہے ایک لڑکی کیلئے یوں جارحانہ انداز اختیار کرنا مناسب نہیں۔ سکندر عالم جیسے گھٹیا انسان سے تمہارا یوں مقابلہ کرنا کیا اچھی بات ہے۔ وہ ایک بدنام زمانہ شخص ہے جسے دیکھ کر لڑکیاں خوفزدہ ہرنیوں کی طرح چھپتی ہیں'' عمیر نے اب بات کی نوعیت سمجھانے کی کوشش کی۔

''عمیر تم مجھے اُس لئے ڈرا رہے ہو کہ میں ایک لڑکی ہوں کمزور ہوں..... اور میرے لئے یہ مشکلات برداشت کرنا مشکل ہوگا جو اس راستے میں آئیں گی!'' لاریب نے نہایت رسانیت سے سوال پوچھتے ہوئے عمیر کی آنکھوں میں جھانکا۔

''ہاں بالکل!'' عمیر نے سرعت سے جواب دیا۔

''رسول اکرم ﷺ جب علم کا نور پھیلانے کیلئے کھڑے ہوئے تو عرب میں سب ان کے مخالف ہو گئے تھے ان کا سوشل بائیکاٹ کر دیا گیا تھا کوئی بھی ان کی بات سننے کیلئے راضی نہ تھا۔ سب ان کی باتیں سنتے ہی کانوں میں انگلیاں ڈال لیا کرتے تھے کیونکہ'' لاریب چپ ہوئی۔ عمیر اُس کے بولنے کا منتظر تھا۔

''کیونکہ وہ سب اپنی جہالت سے دل و جان سے پیار کرتے تھے وہ راضی تھے اُس کے ساتھ ایسے ہی اندھے، گونگے، بہرے رہنا چاہتے تھے۔ اُن کی سوچ انتہائی پست تھی وہ گمراہ عقائد کے مالک تھے جو اپنے بڑوں کے فرسودہ اصولوں اور جہالت پر مبنی رسومات سے بغاوت کو گناہ سمجھتے تھے۔ وہ ایسا اُجالا نہیں چاہتے تھے جو انہیں اندھیروں سے نکال دے۔ وہ چاہتے تھے کہ ہمیں کوئی ہمارے بتوں سے جدا نہ کرے۔ وہ یونہی شرک کی غلاظت میں آلودہ رہنا چاہتے تھے۔ جب نبی آخر الزماں ﷺ نے ان کے خلاف پرچم توحید بلند کیا تو وہ آگ بگولہ ہو گئے۔ کھلم کھلا دشمنی پر اُتر آئے۔ ان کے قتل کی سازشیں کرنے لگے ان پر

زندگی تنگ کرنے لگے۔ وہ جس حد تک انہیں تکلیف دے سکتے تھے دیتے۔ وہ تو آخر مرد تھے عمیر۔ سب سے بڑھ کر عظیم الشان مرجو دنیا کے سب مردوں کی شان ہیں جن کے جیسا دوسرا نہ کوئی تھا اور نہ ہوگا..... مگر مشکلات کا سامنا تو انہیں بھی کرنا پڑا۔ میں کمزور ہوں اس لئے اپنے مقصد کو چھوڑ دوں!'' عمیر اُس کے سوال پر ہکا بکا رہ گیا تھا۔ وہ ہرگز نازک سی کومل لاریب نہیں لگ رہی تھی۔ اُس کے اندر تو مولوی عبدالرافع کا علم بول رہا تھا جو مقابل کو دلیلوں سے قائل کرنے کا ہنر جانتا تھا۔

چند لمحوں کیلئے عمیر لاجواب سا ہوگیا۔ وہ متذبذب سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

لاریب کی گہری نظر اس کے چہرے پر تھی۔

''لاریب وہ زمانہ اور تھا!'' عمیر بے بسی سے بولا۔

''وہ زمانہ اور ہے وہ زمانہ اور تھا مگر..... اصول آج بھی وہی ہیں جو نہ بدلے تھے اور نہ ہی بدلیں گے..... تعلیم اُس وقت بھی معاشرے کی اہم ضرورت تھی اور آج بھی ہے۔ بس بات تسلیم کرنے کی ہے لڑکیوں کی تعلیم کوئی گناہ کبیرہ تو نہیں ہے اگر ہوتی تو رسول اکرم ﷺ اس پر فتویٰ لگا چکے ہوتے اور اس کو حرام قرار دے دیتے'' لاریب نے ایک بار پھر عمیر کو بحث میں چت کر ڈالا۔ وہ حیرانی سے اسے تک جا رہا تھا۔ مولوی عبدالرافع کی بیٹی کو ہرانا ہرگز آسان نہ تھا۔ آج سے پہلے وہ اُس کے مقصد کے بارے میں اس گہرائی سے نہیں جانتا تھا مگر آج..... اُسے احساس ہوگیا کہ یہ لاریب کا مقصد حیات تھا۔ اُس نے دل ہی دل میں شکست تسلیم کی۔

''اچھا بابا میں ہارا اور تم جیتی..... مولوی عبدالرافع کی بیٹی سے جیتنا میرے لیے ممکن نہیں یہ انکشاف خاکسار پر آج ہی ہوا ہے!'' عمیر نے مسکراتے ہوئے دونوں ہاتھ اُٹھاتے ہوئے ہتھیار ڈالے۔

''اچھا ایسا..... غصہ تھوک دو اور کھانا کھالو تم بھوکی سوؤ گی تو میں بھی بے کل سا رہوں گا'' عمیر محبت پاش نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ لقمہ بنا کر اُس کو کھلانا چاہا تھا مگر لاریب نے خفگی سے ہاتھ پرے کر دیا جو اپنے مطالبات نہ ماننے تک ''بھوک ہڑتال'' کا عندیہ تھا۔

✦✦✦

عمیر کے آنے سے مولوی صاحب کے گھر جو رونق آگئی تھی۔ اُس پر افسردگی کی کالی گھٹا چھا گئی تھی۔ ہر طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔ لاریب کی مدھری ہنسی نہ جانے کہاں کھو گئی تھی۔ عمیر بہت دفعہ سوچتا کہ مولوی صاحب سے اس موضوع پر بات کرے اور لاریب کے موقف کی حمایت کرے مگر ان کی ناراضگی کا ڈر تھا۔ لاریب کا اُداس چہرہ دیکھ کر وہ بے حد غمزدہ تھا۔ اُس کی حالت عمیر کی برداشت سے باہر تھی۔ وہ اس معاملے کو سلجھانے کی کوشش میں خود اُلجھ کر رہ گیا تھا۔ دل میں ڈھیروں ارمان لئے وہ شہر سے آیا تھا کہ لاریب سے دل کی تمام باتیں کہہ ڈالے گا مگر..... سب کچھ اُلٹ پلٹ کر رہ گیا تھا۔ آرزو بھی لاریب کی دل جوئی میں لگی رہتی..... مولوی صاحب کی ناکو سب ہاں میں بدلنے کی کوشش میں ناکام رہے تھے۔ آرزو کا اس دوران عمیر سے بارہا سامنا ہوتا تو آرزو کا دل دھڑک اٹھتا۔ کم سخن، کم آمیز، سادہ سی شخصیت کا مالک عمیر کب اُس کے دل کو بھلا لگتے لگا اُسے معلوم ہی نہیں ہوا۔ مگر ابھی محبت کا اِدراک باقی تھا۔

لاریب کو ہر ممکن طریقے سے نارمل کرنے کی کوشش کرتی۔

''دیکھو..... لاریب کبھی کبھار ہم غلط نہیں ہوتے مگر۔ حالات و واقعات کو دیکھتے ہوئے مصلحتاً کچھ کام ترک کرنے پڑتے ہیں۔ بس کچھ دن صبر کرلو۔ جب چھوٹے مالک آجائیں گے تو پھر دوبارہ سے کام شروع کرلینا وہ پڑھے لکھے ہیں ضرور اچھی سوچ کے مالک ہوں گے۔ پھر میں خود مولوی صاحب سے تمہاری سفارش کروں گی!'' آرزو سمجھاتی۔

✦✦✦

ٹھنڈی ہوا نے ماحول کو بے حد تازگی بخشی ہوئی تھی۔ ڈھول بجنے کی آوازیں ہر طرف سنائی دے رہی تھیں۔ پورے علاقے میں عید کا سماں تھا۔ چھوٹے مالک کے آنے کی خوشیاں منائی جا رہی تھیں۔ اپنے گھر کی چھت پر وہ اُداس کھڑی ان رنگوں اور روشنیوں کو تک رہی تھی..... وہ گم صم تھی جیسے کچھ کھو گیا ہو..... وہ کسی گم شدہ کی تلاش میں تھی۔ اُس کا خواب اس کا مقصدِ حیات ..... بچے دن میں کتنی بار پوچھتے۔

''ٹیچر..... سکول کب کھلے گا؟.....!'' وہ اس سوال پر ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگتی۔

آتشبازی کے مظاہرے پر وہ چونکی۔ آسمان پر ست رنگی روشنیوں کی دھنک بکھری ہوئی تھی گویا رات میں دن کا سماں تھا..... متوالے خوشی سے دیوانہ وار رقص کررہے تھے۔ بخت شجاع کا اکلوتا وارث لوٹ آیا تھا۔ منچلے خوشی سے جھوم رہے تھے..... وہ بے بسی سے یہ رونق دیکھ رہی تھی۔ وہ عظیم الشان بنگلہ روشنی میں نہایا ہوا تھا..... جیسے اندھیری رات میں چودھویں کا چاند.....

''ان فضولیات کیلئے ان امیروں کے پاس کتنا وقت ہے اور پیسہ بھی..... ایک عام سے شخص کیلئے یوں استقبال کیا جارہا ہے۔ جیسے وہ بہت بڑی ہستی ہو۔ یوں سڑکیں اور راستے بند ہیں جیسے بہت بڑی ہستی کا نزول ہورہا ہے۔ میرا سکول کتنے دنوں سے بند ہے مگر کسی کو کیا پرواہ میں ان کے میلے ٹھیلے چلتے رہیں!'' دل کی گھٹن اشکوں کے ذریعے بہتی جارہی تھی..... اُس کے دل میں بخت شجاع کے بیٹے سے شدید نفرت جنم لے رہی تھی۔

وقفے وقفے سے آتشبازی کا مظاہرہ جاری تھا۔ ڈھول پیٹنے والے نے قسم کھا رکھی تھی کہ آج ڈھول پھاڑ ڈالے گا کیونکہ کانوں کے پردے تو وہ پہلے ہی پھاڑ چکا تھا.....

قدموں کی آہٹ پر اُس نے پلٹ کر دیکھا..... عمیر کندھے پر بیگ لٹکائے کھڑا تھا..... سانولی رنگت پر خلوص و محبت کے رنگ نمایاں تھے۔ لاریب کی سُوجی ہوئی آنکھیں دیکھ کر عمیر کا دل بُرا ہونے لگا..... یہ ستارہ آنکھیں وہ سدا مسکراتی ہوئی دیکھنا چاہتا تھا۔

''بہت کچھ سوچ کر آیا تھا..... تم سے ڈھیر ساری باتیں کروں گا مگر.....!'' اُس نے دانستہ فقرہ اُدھورا چھوڑا اور تلخی سے مسکرایا۔

لاریب کی خاموش نگاہیں اُس کے چہرے پر تھیں..... اُس کی آنکھوں میں تیرتی لالی بخوبی دکھائی دے رہی تھی..... بکھری ہوئی زُلفیں حزن و ملال کی علامت تھیں۔ وہ سب سے ناراض تھی۔ سب سے روٹھی ہوئی تھی۔ وہ مولوی صاحب سے عمیر سے، پورے علاقے بلکہ پورے معاشرے سے ناراض تھی۔ اُس کا دل چاہ رہا تھا کہ رو رو کر اللہ کو ان لوگوں کی شکایت لگائے جو اُسے اپنے مقصد سے دُور کر رہے تھے۔

TAGPK.COM

''یوں ناراضگی سے رُخصت کرو گی تو دل بوجھل رہے گا..... کام میں بھی دل نہیں لگے گا!''
عمیر اُس کی رگ رگ سے واقف تھا۔

''میں ناراض نہیں ہوں!'' کہتے ہوئے سفید ململ کے دوپٹے سے گلابی گال رگڑے۔

''ناراض نہیں ہو تو پھر فرمائش لسٹ کہاں ہے..... یہ کیوں نہیں کہا کہ

''کالو' اگلی بار جلدی آنا.....!'' عمیر شرارت سے بولا۔

لاریب کا دل بھر آیا چہرہ چھپا کر رونے لگی۔ ضبط کرنا مشکل ہوا جا رہا تھا رُخ بھی موڑ لیا۔

''دیکھو لاریب میں اور ماموں جان دل سے تمہارے مقصد کے خلاف نہیں ہیں مگر مجبور ہیں۔ کیونکہ ہم چھوٹے لوگ ہیں اور وہ بڑے اور طاقتور ہیں۔ غریبوں کے پاس ایک عزت ہی ہوتی ہے۔ میں حالات موافق نہیں ہوتے اور انسان کو وقتی طور پر حالات کا جائزہ لینا پڑتا ہے۔ ہوا مخالف چل رہی ہے۔ ستاروں کی چال اُلٹی ہے۔ ہر کام اُلٹا ہوتا جا رہا ہے ایام دہر انسان کو صحیح ہوتے ہوئے بھی غلط ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہوتے ہیں۔ ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں تمہارا بھلا چاہتے ہیں۔ عورت کی عزت بہت قیمتی ہوتی ہے۔ نازک آبگینے سے بھی زیادہ نازک!''

عمیر نے نرمی سے سمجھایا اور اُس کا رُخ موڑتے ہوئے دونوں انگوٹھوں سے اُس کے آنسو پونچھ ڈالے۔

انسان کی مجبوری ہے جس کو چاہتا ہے اُس کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا۔ دل کی بات دل ہی میں لئے وہ رخصت ہو گیا۔

اک بات کہوں گر سُنتے ہو
تم مجھ کو اچھے لگتے ہو
کچھ چنچل سے
کچھ چُپ چُپ سے
کچھ پاگل پاگل لگتے ہو
میرے چاہنے والے اور بہت
پر تم میں ہے اک بات بہت
تم اپنے اپنے لگتے ہو
تم مجھ کو اچھے لگتے ہو
یوں بات بات پہ کھو جانا
کچھ کہتے کہتے رُک جانا
تم کس اُلجھن میں رہتے ہو
اک بات کہوں گر سُنتے ہو
تم مجھ کو اچھے لگتے ہو!

✧✧✧

بخت شجاع کا گھر دُلہن کی طرح سجا ہوا تھا گویا عید کا سماں تھا.....

''ہائے کتنے سوہنے ہو گئے ہیں چھوٹے مالک!'' بنگلہ کی چھت پہ کھڑی ملازمہ نے ریشم کے کان میں شوخ بھری سرگوشی کی۔

تو ریشم کا چہرہ گلزار ہو گیا۔ جیسے اُس کی تعریف کی گئی ہو۔ ''ادائے خاص'' سے ملازمہ کو دیکھا جو محویت سے ''پردیسی'' کو تکتی جا رہی تھی۔

ریشم کو اُس کی محویت زہر لگی تھی..... پہلے چہرہ حیات سے گل رنگ ہوا تھا اب غُصے سے لال ہونے لگا۔

''اچھا اچھا..... اب زیادہ غور سے نہ دیکھ کہ نظر ہی لگا دے!'' وہ ناگواری سے بولی۔

''ہائے اللہ نہ کرے۔ میرے نظر لگے چھوٹے مالک کو!'' ملازمہ نے کانوں کو تیزی سے ہاتھ لگایا۔

''ویسے آپس کی بات ہے بی بی جی!'' وہ رازدارانہ انداز میں بولی تو ریشم نے تحیر سے

اُسے دیکھا۔

''آپ دونوں کی جوڑی تو چاند سورج کی جوڑی لگے گی ریشم بی بی!'' ملازمہ نے شرارت بھرا قہقہہ لگایا۔

اُس کی بات پر ریشم کے چہرے پر فخر و غرور چھانے لگا تھا۔ وہ نہ صرف زین العابدین کی چچا زاد تھی بلکہ اس کی بچپن کی منگیتر بھی تھی..... ملازمہ کی بات بھی کسی طرح غلط نہ تھی وہ حسن و جمال میں زین العابدین سے کم نہ تھی..... اپنے رنگ برنگے پراندے کو ناز سے گھماتے ہوئے قدرے متکبرانہ چال چلتی سیڑھیاں اترنے لگی۔

نگاہوں کو تو ''پردیسی'' کی تلاش تھی۔ جو واپس تو آ گیا تھا مگر دیدار کروانے سے نا جانے کیوں کترا رہا تھا۔ وہ اُسے ہر جگہ ڈھونڈ چکی تھی مگر وہ بھی چاند کی طرح بدلیوں کے پیچھے چھپا ہوا آنکھ مچولی کر رہا تھا..... ریشم کے دل میں خفگی کے جذبات پیدا ہونے لگے تھے روٹھا ہوا دل بھی اُسے ہر جگہ ڈھونڈ رہا تھا۔ ریشم کو گمان تو یہ تھا کہ زین العابدین اُس سے خود ملنے آئے گا۔ مگر پیاسے کی کنویں کے پاس جانے کی روایت کبھی نہیں بدلی۔ سو وہ خود ہی اُس کے پاس پہنچ گئی۔

''سب سے ملاقات کی زین جی..... مگر ریشم سے ملنے کو دل نہیں کیا!'' مصنوعی خفگی دکھاتے ہوئے وہ بولی۔

گوٹے کناریوں سے چمکتا دمکتا سرخ سوٹ زیب تن کئے۔ تین چار درجن سرخ رنگ کی چوڑیاں جو گوری کلائیوں میں پھنسی گویا ایک دوسرے سے مار کٹائی کر رہی تھیں اور کتنی ہی اس مار کٹائی میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھی تھی۔ ناک میں لشکارے مارتا لونگ، آنکھوں میں کاجل لگائے ریشم بڑے استحقاق سے اُس کے کمرے میں آ دھمکی..... لائٹ آن اس انداز سے کی گویا چانٹا لگایا ہو..... جو اُس کا پرانا اسٹائل تھا۔ زین العابدین جو اس افتاد سے بے خبر آنکھوں پہ بازو رکھے لیٹا ہوا تھا۔ وہ فوراً سے پہلے اُٹھ بیٹھا۔

''یہ کیا حرکت ہے ریشم؟'' اپنے بیڈ پہ بے تکلفی سے بیٹھے دیکھ کر زین العابدین سُلگ کر بولا۔

''کسی کے کمرے میں آنے سے پہلے دستک دینی چاہئے!'' زین العابدین کے ماتھے پہ شکنیں گہری ہونے لگیں۔

'''کسی..... یہ کسی کون ہے موا..... آپ بھی میرے ہو اور یہ کمرہ بھی!'' وہ ریشم ہی کیا جو کسی کی ناگواری اور کوفت کو سمجھ جائے۔ ذُومعنی انداز میں کہتے ہوئے رنگ برنگا پراندہ بڑی ادا سے زین العابدین کے سینے پہ مارا۔

''ویسے زین جی..... بڑے سوہنے ہو گئے ہو اور تھوڑے تھوڑے مغرور بھی!'' ریشم نے شوخی سے جُملہ کہتے ہوئے اس کے کندھے پہ بازو رکھا۔

''ریشم یہ کیا بدتمیزی ہے؟'' وہ جو بلا اجازت اس کے کمرے میں آنے پر سخت کوفت زدہ دہ اُس کی بے تکلفی پہ کھول اُٹھا۔

''ریشم میرے سر میں درد ہو رہا ہے تم یہاں سے جاؤ!'' اُسے کمرے سے نکالنے کیلئے بہانہ بنایا۔ ورنہ ریشم کی باتیں اُس کا سر درد کرنے کیلئے کافی تھیں۔

''تو لائیے حضور..... میں سر دبا دیتی ہوں.....!'' مُنیار نے فوراً ''انارکلی'' کا چولا پہن لیا۔ اندازِ گفتگو فوراً تبدیل کر ڈالا اور اپنا گورا چٹا ہاتھ اُس کی پیشانی کی طرف بڑھایا تھا کہ زین

العابدین نے بازو سے پکڑ کر اسے کمرے سے باہر نکال دیا اور لاک لگا لیا..... چند لمحوں بعد ہی دستک دوبارہ ہونے لگی۔

''بہت ہی ڈھیٹ ہڈی ہے ریشم!'' زین العابدین نے پانی کا گلاس بھرا اور دروازہ کھول کر دیکھے بنا ہی پھینک دیا۔

''زین بھائی..... زین بھائی.....!'' ارے یہ تو فرحین تھی۔

''زین العابدین بہن کو سامنے دیکھ کر ندامت کا شکار ہوا۔ ریشم کے چکر میں وہ گیلی ہو چکی تھی۔

''سوری فرحین..... میں سمجھا تھا!'' وہ بول نہ پایا۔

''آپ سمجھے کہ ریشم ہے!'' فرحین نے مسکراتے ہوئے بات مکمل کی اور آنچل سے اپنا چہرہ صاف کرنے لگی۔

''ہاں..... بہت ہی بدتمیز اور پاگل لڑکی ہے!'' وہ پھر سے غصے میں آ گیا۔

''پاگل اور بدتمیز.....!'' فرحین نے اُس کے لفظوں کو دہرائے ہوئے اُسے مسکرا کر دیکھا۔

''ہنس کیوں رہی ہو؟'' اس کی بے وقت مسکراہٹ پر وہ زچ ہوتے ہوئے بولا۔

''جسے آپ پاگل اور بدتمیز کہہ رہے ہیں وہ دیوانی ہے آپ کی..... جھلی ہے کملی ہے آپ کی۔ ہر روز نا جانے کتنی بار آپ کے بارے میں پوچھا کرتی تھی کہ آپ کب آئیں گے۔ بہت خوفزدہ ہوتی تھی کہ آپ کہیں کسی گوری کی محبت میں گرفتار نہ ہو جائیں اور آپ وہ..... کیا کہتے ہیں اس کو؟'' فرحین نے کنپٹی پر اُنگلی رکھتے ہوئے پُرسوچ انداز میں کہا۔

''زین العابدین بھی اس کے غور و فکر سے بے نیاز نہ رہ پایا۔

''بھائی وہ جو مرد گوریوں سے شادی رچا لیتے ہیں اور پھر ان کو لیکر آ دھمکتے ہیں!'' فرحین ابھی بھی مشغول تھی۔

''اوہ..... سرپرائز میرج..... جو پورے خاندان کیلئے صرف سرپرائز ہی نہیں بلکہ دھماکہ ہوتا ہے'' زین العابدین سمجھتے ہوئے بولا۔

''بالکل بھائی..... شکر ہے بھائی۔ آپ نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ وہ بہت جذباتی ہے آپ کے لئے وہ لوگ بہت خوش نصیب ہیں جن کو سچی محبت میسر ہو ورنہ اس دو نمبر دنیا میں دو نمبر محبت کرنے والوں کی کمی نہیں'' زین العابدین اُس کی سن رہا تھا۔

مگر عورت کے بارے میں اُس کی رائے محفوظ تھی۔ شرم و حیاء جس کا لباس اور سادگی جس کا زیور ہو۔ ہر رشتے کے تقدس کا خیال رکھنا ہی عورت کے کردار کی بلندی کا ثبوت ہے۔ بے تکلفی اور حد سے بڑھی بے باکی عورت کے حُسن کو گہنا دیتی ہے۔ ریشم زین العابدین کے معیار پر کبھی پوری نہیں اُتری تھی۔ نہ ہی اُس کا آئیڈیل تھی۔ بلکہ پہلے روز سے ہی اس نے اپنا نام ''بیڈ بک'' میں لکھوا لیا تھا..... محبت و جذبات کا کھلم کھلا اظہار اور ذو معنی گفتگو وہ بھی منگیتر کے ساتھ زین العابدین کی برداشت سے باہر تھا۔ اتنے سال وہ باہر رہا مگر نہ تو گوری کوئی دل میں اُتری اور نہ ہی اُس نے اترنے دیا۔ عورت تو شرم و حیا کا دوسرا نام ہے۔ عورت تو چھپی ہوئی چیز ہے۔ جو عورت خود کو یا اپنے جذبات کو یوں بے پردہ کرے وہ عورت کہلانے کے قابل ہی نہیں۔

✦✦✦

رات دیر تک وہ فرحین سے باتیں کرتا رہا تو صبح آنکھ بھی دیر سے کھلی

TAGPK.COM

''اُٹھ گیا میرا شہزادہ.....!'' بی جان نے محبت سے پیشانی پہ بوسہ دیتے ہوئے کہا۔

''آؤ زین..... ریشم نے بڑے خستہ پراٹھے بنائے ہیں!'' نگہت بیگم دُلار سے بولیں۔

''اوہ نو..... اتنا ہیوی ناشتہ میں نہیں کرتا۔'' زین العابدین ریشم کے ذکر پر چڑتے ہوئے بولا۔

''ارے زین جی..... انگریزوں والے کھانے کھا کھا کر آپ نے اپنا منہ ''چوہے'' جیسا نکال لیا ہے۔ اصل طاقت تو دیسی کھانوں میں ہے ولایتی کھانے نری شو بازی ہے''۔ ریشم کو زین کی ناگواری بری لگی تو چھلانگ مار کر میدان میں اُتر آئی اور کسی ماہر شیف کی طرح دیسی اور ولایتی کھانوں کا فرق بیان کرنے لگی۔

''ایک لقمہ لیکر تو دیکھیں..... بڑی محنت اور محبت سے ریشم نے آپ کے لئے بنائے ہیں!'' فرحین نے ذومعنی انداز میں کہتے ہوئے بمشکل اپنی ہنسی روکی۔

''اُف! اتنا آئل سے بھرا ہوا کھانا۔ انسان کھانا تو کھالیتا ہے مگر پھر اس منہ کے ذائقہ کی سزا اُٹھاتا ہے کبھی معدہ، کبھی پیٹ خراب تو کبھی وزن بڑھ جانے کی بیماری'' زین العابدین نے ریشم کے جذبات کو قدرے کچلتے ہوئے اپنے کھانوں کی مخالفت کی جو اصل میں ریشم کی مخالفت تھی۔

''بڑے ہی کورے کرارے ہو زین جی..... دل تو رکھنا آتا ہی نہیں!'' ریشم کو سب کے سامنے سبکی کا احساس ہوا تو خفگی سے بولی۔ اسے زین العابدین سے ایسی بے مروتی کی ہرگز اُمید نہ تھی۔

''ارے ارے کیوں بچوں کی طرح لڑ رہے ہو..... کھانے کی میز پہ..... بری بات یوں بے برکتی ہوتی ہے!'' بی جان نے دونوں کو ٹوکا۔

فرحین البتہ ناشتہ سے لُطف اندوز ہوتے ہوئے ان دونوں کی گفتگو اُسے خاصا محظوظ کر رہی تھی۔

''بی اماں جان..... جہاں زیادہ لڑائی ہوتی ہے وہاں پیار بھی ہوتا ہے'' بخت شجاع کی بات نے جہاں ریشم کے چہرے کو گلرنگ کیا وہیں زین العابدین کو تپا کر رکھ دیا۔

ریشم بڑی ادا سے اُسے آنکھیں مٹکا مٹکا کر دیکھ رہی تھی..... زین العابدین کے گھور کر دیکھنے پر شرمیلے انداز میں مسکرانے لگی..... زین العبدین نے ناگواری سے منہ پھیر لیا۔

ناشتے سے فراغت کے بعد بخت شجاع نے سارے علاقے کی سیر کا پروگرام بنایا اور ساتھ میں سکندر عالم کو بھی لینا تھا کیونکہ زین العابدین تو اتنے سالوں سے باہر تھا اس لئے ساری دیکھ بھال سکندر عالم نے ہی تو کی تھی۔

✧✧✧

زین العابدین تیار ہو کر نکلا ہی تھا کہ ریشم راستہ روکے کھڑی تھی اور ظالم ادا سے اُسے پراندہ مارتی زہر لگی تھی۔

''وہ جی..... دوپہر کو کھانے میں کیا کھاؤ گے؟'' ریشم کے انداز میں بیویوں والا حق دیکھ کر زین جل بھن کر رہ گیا۔

''ریشم بہت کوئی ڈھیٹ چیز ہو تم!'' زین العابدین آہستگی سے بولا مگر آنکھیں اُسے بھسم کرنے پر تلی تھیں۔

''زین جی..... اب جیسی بھی ہوں..... ڈھیٹ ہوں یا جو بھی وغیرہ وغیرہ..... ہوں تو آپ کی.....!'' اُس کے غصے کو نظر انداز کرتے ہوئے شرارت سے پراندہ اُس کے سینے پہ

مارا۔

''امی..... سکندر کو کہیں واپسی پر اپنی لاڈلی بہن کو ساتھ لیتا جائے'' اس نے دانت پیستے ہوئے کہا ورنہ دل تو اس کی گردن دبانے کو چاہ رہا تھا۔

✦✦✦

چھوٹے مالک کی دھوم دھار آمد کے بعد سڑکیں اور راستے کھل گئے تو لاریب کو پروانہ آزادی مل گیا..... بُلبل پنجرے سے نکلی اور آسمان کی بلندیوں میں محوِ پرواز تھی۔ اس کی پرواز میں شاہین جیسی تیزی تھی۔ عقاب، باز اور شکرے اُس کی پرواز میں حائل ہونے کی کوشش کرتے۔ مگر وہ ننھی بلبل اس کا حوصلہ چٹانوں جیسا اور ہمت پہاڑیوں جیسی تھی۔ اُسے چھونا تھا آسمان کی بلندیوں کو اور تاروں کو پانا تھا..... اُسے تو چاند تک جانا تھا آسمان پر کمندیں ڈالتی تھی..... بخت شجاع کا غصہ..... مولوی صاحب کی خفگی اور سکندر عالم کی شر پسندی سب سے بے نیاز و منزل کی جانب گامزن تھی۔ آرزو کسی ماہر لیڈی ڈاکٹر اور ہیلتھ ورکر کی طرح مُفت مشورے دیتی وہ اس واحد مددگار تھی۔ مولوی صاحب سختی کرتے تو لاریب ڈٹ جاتی۔

''بابا..... اس علاقے میں لڑکیوں کی تعلیم کو فروغ دینا اگر غلطی ہے تو پھر ایک غلطی تو آپ نے بھی کی ہے اپنی بیٹی کو تعلیم دلوا کر رہنے دیتے مجھے جاہل، ان پڑھ..... اگر تعلیم اتنی ہی غیر ضروری تھی۔ بابا میرا عمل ہرگز غلط نہیں ہے۔ پوچھیے اپنے دل سے وہ خود گواہی دے گا کہ میرا عمل صحیح ہے بلکہ پورا علاقہ غلط ہے۔ وہ دن دُور نہیں جب میں صحیح ثابت ہوں گی اور سارے لوگ غلط!'' لاریب مضبوط انداز میں دلائل دے کر مولوی عبدالرافع کو تو قائل کر لیتی مگر باپ کا دل اندر سے پتے کی طرح لرزتا رہتا۔

✦✦✦

وسیع و عریض رقبے پہ پھیلی لہلہاتی تاحدِ نگاہ دکھائی دے رہی تھیں، سنہری چمکیلی سورج کی کرنوں سے یوں لگ رہا تھا جیسے ہر سو سونا بکھرا ہو۔ نیلگوں آسمان پہ روئی کے گالوں جیسے بادل ہر نگاہ کو مسحور کر رہے۔ دل و نظر یہ نظارے دیکھ کر بے اختیار کہہ اٹھتا ہے کہ اس مصور کی مصوری میں کوئی کمی نہیں ہے۔ زین العابدین تو ان حسین تناظر کے حُسن میں کھویا ہوا تھا۔ بہت عرصہ وہ ان قدرتی نظاروں سے محروم رہا تھا اور اپنی محرومی کا شدت سے احساس ہو رہا تھا۔

''ٹن..... ٹن..... ٹن.....!'' گھنٹی بجنے کی آواز سماعتوں سے ٹکراتے ہوئے خاموشی کے سینے کو بے دردی سے چیرتے ہوئے شگاف ڈال گئی۔ زین العابدین بھی چونک اُٹھا تھا جب گاڑی میں موجود ہر فرد کے منہ سے زہریلے جملے نکلے۔

''ڈھیٹ..... ازل کی ڈھیٹ ہے!'' بخت شجاع غصے سے بولے۔

''بڑے مالک اب تو مولوی صاحب کے کہنے سننے میں نہیں ہے!'' ڈرائیور نے بھی بھڑاس نکالی۔

''مینڈکی کو زُکام ہونے لگا ہے کہتی ہے اس علاقے میں لڑکیوں کا سکول کھولے گی!'' گھنی مونچھوں کو تنفر سے تاؤ دیتے ہوئے سکندر عالم بولا۔

تین افراد کے منہ سے الگ الگ انداز میں ایک ہی بات سُن کر تو کوئی سماعت سے محروم شخص بھی متوجہ ہو جاتا۔

''کس کا ذکر کر رہے ہیں آپ سب!'' زین العابدین رہ نہ سکا تو بولا۔

TAGPK.COM

''ڈھیٹ، ہٹ دھرم..... ضدی..... !''
بخت شجاع سخت غُصے بولے۔ نفرت سے اس ''قبیلے'' کے اور بھی الفاظ کی تلاش میں تھے۔
''مولوی عبدالرافع کی بیٹی!'' وہ بولے۔
''ٹینشن کیا ہے؟'' زین العابدین قدرے چونکتے ہوئے بولا۔
''تایا جان..... یہ صرف آپ کے حکم نے مجھے روک رکھا ہے ورنہ..... اس اتھری کا وہ حال کروں کہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گی!'' سکندر نے زہر اُگلا۔
''سکندر! سوچ سمجھ کر الفاظ منہ سے نکالو..... تم جانتے ہو مولوی صاحب ہمارے لئے کتنے قابلِ احترام ہیں..... پھر ہم بھی بہن بیٹی والے ہیں..... وہ ہمارے اصولوں سے ضرور ٹکرا رہی ہے مگر ہم خدانخواستہ اُس کا کچھ بُرا نہیں چاہتے..... میرے لئے وہ فرحین کی طرح ہے مگر ضدی ہے!'' بخت شجاع نے سکندر عالم کو متنبہ کیا۔
''معافی چاہتا ہوں تایا جان!'' سکندر آہستگی سے بولا۔
وہ دونوں اپنی گفتگو میں مگن تھے کہ زین العابدین کی ''ٹینشن'' حل نہیں کر پائے تھے جو وہ جاننا چاہ رہا تھا۔
''آخر آپ مجھے بتاتے کیوں نہیں کہ مسئلہ کیا ہے؟'' زین العابدین چڑ کر بولا۔
''معاملہ اب گھمبیر ہوتا جا رہا تھا۔''
اسی اثناء میں گھنٹی کی دوبارہ آواز گونجی تو سب اُس طرف متوجہ ہو گئے۔
''شہر سے چودہ جماعتیں پڑھ کر آئی ہے استانی صاحبہ..... ہمارے علاقہ پر تو کوئی عذاب آ گیا ہے۔ لڑکی ذات ہے اس لئے خوفِ خدا میں کچھ نہیں کہتا ورنہ اتنی ضد تو سختی کے قابل ہے'' بخت شجاع بولے۔
''چاہتی کیا ہے؟'' زین العابدین کو بات سمجھ آنے لگی تھی۔
''کہتی ہے لڑکیوں کا سکول کھولے گی یہاں!'' سکندر عالم بولا۔
''مگر ہمارے علاقے میں تو عورتوں کی تعلیم کا کوئی تصور نہیں۔ یہ جانتی نہیں!'' اُس نے کہتے ہوئے گاڑی کا شیشہ نیچے کرتے ہوئے نگاہ ڈالی۔ دُور درخت تلے ایک نوجوان لڑکی دکھائی دی۔ دُھند کی وجہ سے منظر غیر واضح تھا۔ ایک بلیک بورڈ کرسی، جو غالباً ٹیچر کیلئے تھی..... سب بچے زمین پر کپڑا بچھا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ ہر طرح کی سہولیات سے محروم سکول تھا۔ جہاں اب چھٹی ہو چکی تھی اور ٹیچر اور سٹوڈنٹس واپسی کا ارادہ باندھ رہے تھے۔
''آپ لوگوں نے کبھی روکا ہے اُسے؟'' زین اب اس موضوع میں دلچسپی لیتے ہوئے بولا۔
''لو بھلا..... ایک بار ہزار بار کہہ چکے ہیں مگر کسی کی نہیں سُنتی..... پورے علاقے کے مردوں کو ''جاہل'' کا خطاب دے رکھا ہے یعنی سب جاہل ہیں اور ایک یہ ہی ''عقلِ کل'' ہے۔ پورے علاقے کو نیکی کی تلقین کرنے والے مولوی عبدالرافع کی اپنی اولاد اتنی نافرمان ہے قیامت کی علامت ہے!'' سکندر عالم نے علاقے کے تمام مردوں کی مظلومیت کی رام کتھا سنائی۔
سکول کی جگہ پر اب وہاں مکمل سناٹا تھا۔ ٹیچر کی کُرسی اور بلیک بورڈ درخت کے نیچے پڑے ہوئے تھے گاڑی اُس جگہ سے گزری تو بلیک بورڈ پر لکھے الفاظ اُسے پانی طرف متوجہ کر گئے۔

TAGPK.COM

"Education of women is much important for a country. A country cannot progress if women are illiterate."

الفاظ تھے کہ اس علاقے کے مردوں کے ساتھ واضح طور پر اعلانِ جنگ..... باغیانہ ارادوں والی لڑکی نے زین العابدین کے اندر ارتعاش پیدا کر دیا تھا۔ آج سے پہلے اس ترقی پذیر علاقے میں کسی لڑکی نے یہ جرأت نہیں کی تھی۔ اُس علاقے کے مردوں کو تعلیم حاصل کرنے مکمل آزادی تھی۔ مگر مردوں کی برابری کرنے کا حق عورتوں کو نہیں دیا گیا تھا۔ زین العابدین جو خود تو باہر سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے آیا تھا مگر اس کی چھوٹی بہن فرحین ان پڑھ تھی۔ مولوی صاحب کی بیٹی کی بغاوت جہاں توجہ طلب تھی وہیں یہ بات بھی قابل غور تھی کہ بخت شجاع اور سکندر عالم کا بے بس ہونا۔ سکندر عالم جس سے لڑکیاں خوفزدہ ہوتی تھیں اُس کی اپنی بہن فرحین پر سکندر عالم کا اچھا خاصا رعب تھا۔ اُسے بھی اُس باغی لڑکی نے ناکوں چنے چبوا دیئے تھے.....

پورے علاقے کا جائزہ لیتے ہوئے اُس کی جب بھی نظر بلیک بورڈ پر پڑتی تو اندر ہلچل سی مچ جاتی۔ اس ترقی پذیر علاقے میں بہت سی تبدیلیاں آ گئی تھیں۔ بہت سی سہولیات یہاں کے مکینوں کو فراہم کی گئی تھیں..... جب زین العابدین یہاں سے باہر گیا تھا تو یہ علاقہ لق و دق صحرا کی مانند تھا۔ آج تو اُس کی شکل ہی بدل گئی تھی۔ اس کا سارا کریڈٹ سکندر عالم کو جاتا تھا جو زین العابدین کی غیر موجودگی میں بخت شجاع کا بازو بنا۔

ان سہولیات کی فراہمی میں سکندر عالم کا بھی فائدہ تھا کئی راتوں سے اس علاقے کی کرسی پر بلاشرکت غیر حکومت کا شرف حاصل تھا۔ زین العابدین خود بھی اس علاقے کیلئے بہت کام کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

بخت شجاع کا اپنے اکلوتے بیٹے کو تعلیم دلوانے کا یہی مقصد تھا کہ اس علاقے کی کی ترقی میں معاون ثابت ہو..... وہ چاہتے تھے کہ یہ علاقہ خوب ترقی کرے تا کہ ان کی حکمرانی بھی قائم رہے مگر عورت کو ترقی کرتا دیکھنے کا ان میں حوصلہ نہیں تھا۔ ان کے مطابق عورت اور ترقی دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ عورت کا تعلیم سے واسطہ ہی کیا ہے..... ہے تو ازل سے مرد کی غلام ہی۔

(جاری ہے)

اچھی کتابیں پڑھنے کی عادت ڈالیئے

ابن انشاء

اردو کی آخری کتاب ..... ☆

خمار گندم ..... ☆

دنیا گول ہے ..... ☆

آوارہ گرد کی ڈائری ..... ☆

ابن بطوطہ کے تعاقب میں ..... ☆

چلتے ہو تو چین کو چلئے ..... ☆

نگری نگری پھرا مسافر ..... ☆

خط انشا جی کے ..... ☆

لاہور اکیڈمی، چوک اردو بازار، لاہور

فون نمبرز 7321690-7310797

دن بھر کا تھکا ہوا زین العابدین گھر لوٹا۔
سکول اور سکول والی ذہن سے بالکل محو ہو چکے تھے..... بوجھل وجود بستر کے حوالے کیا ہی تھا کہ کس کے سانسوں کی آواز چونکا گئی۔ کمرے میں اندھیرا تھا مگر کسی وجود کی موجودگی کا احساس ہو رہا تھا۔

''کون؟'' زین العابدین نے پوچھا۔

جواب میں چوڑیوں کی کھنک سنائی دی تو وہ چونک اُٹھا..... نسوانی وجود کی موجودگی کا احساس ہوا تو بڑھ کر لائٹ آن کر دی۔

''تم میرے کمرے میں!'' ریشم کو دیکھ کر وہ آگ بگولہ ہو گیا۔

وہ بند ہوتی آنکھوں سے جمائیاں لے رہی تھی۔

''تم اس وقت میرے کمرے میں کیا کر رہی ہو؟'' ریشم کو بازو سے کھینچ کر زبردستی بٹھایا۔

''وہ آپ کا انتظار کرتے ہوئے آنکھ لگ گئی تھی!'' ریشم نے انتہائی بے ہودگی سے انگڑائی لی کہ اُس کی جان چل گئی۔ اُس کی گھر کی عورتوں نے کبھی اس طرح بے ہودگی کے مظاہرے نہیں کیے تھے حالانکہ وہ بھی ناخواندگی کی جس قسم کی جہالت ریشم دکھا رہی تھی۔

''اترو میرے بیڈ سے.....!'' سوئی جاگی ریشم کو اٹھاتے ہوئے وہ غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔

''رسی نما دوپٹہ دائیں کندھے پر ڈالے اور بائیں کندھے پر بھاری بھرکم پراندہ جس پر لگے لاتعداد گھنگھروں اور شیشے پراندے کے وزن کو دُگنا کر رہے تھے بائیں کندھے پر رکھا۔ یعنی نیند میں بھی فیشن کا پورا دھیان تھا۔

مکمل ناول

دوسری قسط

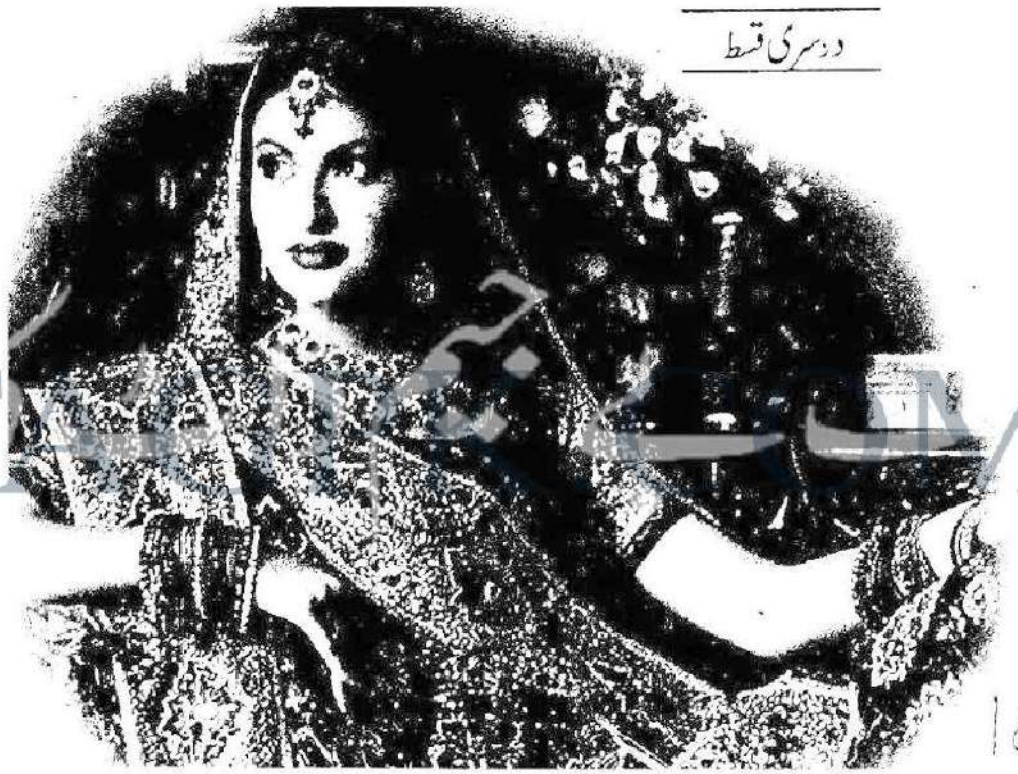

TAGPK.COM

روسیاہیاں رمنا الوکھا

حنا بشریٰ

TAGPK.COM

TAGPK.COM

تماشے بند کرو اور نکلو میرے کمرے سے!'' زین العابدین دُرشتی سے بولا۔

''اچھا بابا..... جاتی ہوں اتنا غصہ کیوں کر رہے ہیں!'' ریشم کے شاہانہ مزاج پر یہ چیخ چنگھاڑ ناگوار گزری کرتے پڑتے جوتے اڑیسے اور زین العابدین کے روبرو کھڑی ہوگئی..... وہ اُسے بغور دیکھ رہی تھی۔ زین العابدین اُس کے یوں ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے پر چڑ سا گیا۔

''اب کیا تکلیف ہے جاتی کیوں نہیں؟'' وہ پھر سے دھاڑا تو ریشم کا نیند کا بھوت فوراً اُتر گیا۔

''جا رہی ہوں..... ویسے زین جی..... اتنا غصہ صحت کیلئے اچھا نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ ''پریشر گکر'' ہو جاتا ہے؟'' ریشم نے بڑے پتے کی بات کی تھی۔

''پریشر کوکر.....!'' زین العابدین حیرت سے اُچھل پڑا۔

''جب انگریزی نہیں بولنی آتی تو کیوں اُلٹا سیدھا بول کر اُس کا بیڑہ غرق کرتی ہو..... پریشر گکر نہیں ''بلڈ پریشر'' ہوتا ہے۔'' زین العابدین نے خود ہی عقل سے گھوڑے دوڑاتے ہوئے غلط الفاظ درست کیا۔

ریشم کی غیر سنجیدہ طبیعت اور جہالت نے زین العابدین کی جان جلا کر رکھ دی تھی وہ عورت کو جتنا سُلجھا ہوا دیکھنا پسند کرتا تھا۔ ریشم اُس کے بالکل برعکس تھی وہ دونوں مزاجاً بالکل مختلف تھے۔

''اور تم ابھی تک اپنے گھر کیوں نہیں گئی؟'' اُسے اچانک یاد آیا کہ وہ نگہت بیگم کو تاکید کرتا گیا تھا کہ سکندر عالم اس سوغات کو یہاں سے لیتے جائے۔ مگر وہ تو ابھی تک یہیں تھی بلکہ اُس کے بستر پر گھوڑے بیچ کر سو رہی تھی۔ زین العابدین نے خود ہی اس مصیبت کا حل نکالا۔ بازو سے ریشم کو کھینچا اور دوسرے ہاتھ سے گاڑی کی چابی پکڑی..... ریشم کو اُس کے گھر چھوڑنے کیلئے نکل پڑا.....

✧✧✧

کھلی فضا میں علی الصبح وہ واک کر رہا تھا۔ آسمان کے ایک گوشے میں گدلا سا منظر طوفان کا پیش خیمہ لگ رہا تھا۔ ٹھنڈی ہوا ہمیشہ سے زین العابدین کی کمزوری رہی تھی۔ اتنے سال باہر رہا تھا کھلی فضاء کا عادی تھا..... جوں جوں ہوا کے جھونکے چلتے تو نخل و شجر جھومنے لگتے۔

''ٹن..... ٹن..... ٹن.....!'' دور سے گھنٹی کی آواز سنائی دی۔

سکول اور سکول والی دوبارہ سے زین العابدین کے خیال میں آگئی..... وہ بھی غور کر رہا تھا کہ فرحین مسکراتی ہوئی اس کی جانب آتی ہوئی دکھائی دی۔ وہ دونوں خوشگوار موڈ میں باتیں کرنے لگے۔ ان دونوں میں ہمیشہ سے دوستی کے ساتھ پیار بھی تھا۔ ایک بار پھر سے فضاء میں صدائے جرس گونج اٹھی..... پہلے سے زیادہ واضح اور بلند جس نے سکول کا نقشہ زین العابدین کی آنکھوں کے سامنے واضح کر دیا۔

''فرحین..... یہ لڑکیوں کے سکول کا کیا چکر ہے ہمارے علاقے میں!'' زین العابدین کے لہجے میں حیرت کے ساتھ ناگواری بھی تھی۔

''بھائی یہ مولوی عبدالرافع کی بیٹی ہے لاریب..... جس نے لڑکیوں کا سکول کھول رکھا ہے!'' فرحین بولی۔

مولوی عبدالرافع کے نام پر بچپن کی دھندلی سی یادیں واضح ہونے لگیں۔ جو بہت شریف النفس انسان تھے..... ہر کوئی ان کی عزت کرتا تھا بخت شجاع کے بنگلے میں بھی ان کا خاصا احترام تھا۔

ہوتی تھی..... وہ عام بچیوں کی طرح شرارتی ہرگز نہ تھی..... یہ مولوی صاحب کی تربیت ہی تھی کہ وہ اتنی سی عمر میں بھی اتنی سلجھی ہوئی تھی۔ وہ بی جان کے اکثر چھوٹے موٹے کام بی کرتی تھی..... بی جان کے ہاتھوں سے پکڑ کر ٹانکے بھی بھرتی تھی۔ اُس لڑکی کی آنکھوں میں کچھ کرنے کا عزم دکھائی دیتا تھا کہ وہ اپنی عمر سے بڑی لگا کرتی تھی..... زین العابدین کی کتابوں میں بھی بہت دلچسپی تھی۔ اُسے شاید رنگ برنگی کتابیں بہت اچھی لگتی تھیں۔ وہ دیر تک بنگلے میں رہتی اور ان کتابوں میں محو رہتی۔ کبھی گلابی شفاف انگلی کتاب پر رکھ کر پڑھنے کی کوشش کرتی۔ اکثر وہ زین العابدین سے نظر بچا کر کسی تصویر میں رنگ بھی بھر دیتی تھی وہ اتنی نفاست سے کلرنگ کرتی تھی کہ زین العابدین کو حیران کر جاتی تھی۔

پھر سے صدائے جرس کو ہوا نے سماعت تک پہنچایا تو دھندلی ہوئی یادیں غائب ہو گئیں۔

''وہ تو ٹھیک ہے کہ مولوی صاحب کی بیٹی ہے مگر شاید تم نے میرا سوال غور سے نہیں سنا! کہ ہمارے علاقے میں لڑکیوں کا سکول.....!'' زین العابدین نے بھنویں اُچکاتے ہوئے سوال دُہرایا۔

''زین بھائی..... لاریب بہت پڑھی لکھی ہے۔ پورے صوبے میں ٹاپ کیا تھا۔ پورے علاقے کی واحد پڑھی لکھی لڑکی ہے۔ شہر سے چودہ جماعتیں پاس کر کے آئی ہے۔ کہتی ہے کہ اس علاقے میں لڑکیوں کا سکول کھولے گی..... بہت باہمت لڑکی ہے بابا جان اور سکندر کے بار بار منع کرنے کے باوجود وہ کبھی باز نہیں آئی!'' فرحین جوش و خروش سے بتا رہی تھی۔ اس کا چہرہ سُرخ ہو رہا تھا۔

تیز ہوا کے جھونکے پر دونوں چونکے..... دونوں کی نگاہ آسمان پر گئیں جہاں مٹی کا گرد و غبار آندھی کا عندیہ دے رہا تھا۔

''لڑکیوں کی تعلیم تو ہمارے علاقے کے اصول و قوانین کے خلاف ہے۔ کیونکہ تعلیم صرف مردوں کیلئے ضروری ہے۔ عورتوں کو تعلیم صرف باغی بناتی ہے یہ لڑکی بھی تمام عورتوں کو بغاوت کا پیغام دے رہی ہے!'' زین العابدین بھی روایتی مرد تھا۔ سو روایتی زبان ہی بولتی تھی۔

''مگر بھائی..... تعلیم پھیلانے میں آخر بُرائی کیا ہے!'' وہ بات بنو وہ اور کسی سے پوچھ نہیں پائی تھی بھائی سے پوچھنے لگی۔ اس کے مطابق اس کا بھائی باہر سے تعلیم حاصل کر کے آیا ہے وہ دقیانوسی اور تنگ نظر نہیں ہوگا۔

''رابی ہے ایک علاقے کے اصول و قوانین زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ جو ان سے تصادم کرتا ہے گویا وہ پورے علاقے میں بغاوت پھیلانا چاہتا ہے۔''

"Tridition and prionciples never change, Anybody who defies them sould be given death penalty."

''میں سمجھی نہیں بھائی.....!'' اعلیٰ تعلیم یافتہ بھائی کا فرفر انگریزی بولنا اَن پڑھ بہن کو پریشان کر گیا تھا۔

چہرے پر نا سمجھی کی تحریر صاف واضح تھی۔ لب بستہ مگر آنکھیں بہت کچھ کہہ رہی تھیں۔

''اوہ سوری.....!'' زین العابدین کو احساس ہوا۔

''بے دھیانی میں انگریزی بول گیا یہ جانتے ہوئے بھی کہ!'' اُس کا جملہ اُدھورا رہ گیا جب فرحین بول پڑی۔

''جب کہ آپ کی اپنی بہن تو ان پڑھ ہے!'' فرحین کے لہجے میں طنز اور آنکھوں

میں نمی تھی۔

زین العابدین کو حیرت کا جھٹکا لگا۔

''تو پڑھا دیتے مجھے بھی..... ان پڑھ نہ ہوتی تو آپ کی فرفر انگریزی سمجھ جاتی!'' سالوں سے اندر دبا ہوا شکوہ باہر نکلا تو آنسو بھی بہہ نکلے۔

یعنی وہ ریشم کی طرح اپنی جہالت میں خوش نہ تھی بلکہ اندر اندر سُلگ رہی تھی۔ وہ لاریب کی حمایتی تھی باغی کی بغاوت دیکھ کر خوش تھی۔ یعنی اس علاقے میں صرف مولوی صاحب کی بیٹی ''باغی'' نہ تھی بلکہ بنگلے والوں کے ساتھ بھی ایک ''باغی'' رہ رہا تھا۔

''بہت خوب فرحین..... اُس باغی لڑکی نے تمہیں بھی باغیانہ سوچ کی طرف لگا دیا اور ہم سب بے خبر ہی رہے..... اس لڑکی کی ہمت و جرات کی لہریں تم تک بھی پہنچ گئیں ہیں۔ اپنی علاقائی، خاندانی روایات کے خلاف تمہارے اندر اس قدر زہر بھرا ہوا تھا مجھے تو پتہ ہی نہیں چل سکا!'' زین العابدین کے لہجے میں دبا دبا سا طوفان تھا..... اپنی بہن کے منہ سے اپنی مخالفت اس کے لئے ناقابل برداشت تھی۔

''کرتا ہوں بابا جان سے بات تاکہ تمہارا مکمل بندوبست ہو۔ تمہاری بے لگام سوچوں کو لگام دینے کیلئے!'' بھائی کا دھمکی آمیز لہجہ فرحین کی آنکھیں نم کر گیا۔

مگر زین العابدین اس وقت بھائی نہیں صرف مرد تھا اور مرد تو عورت کو اپنے سامنے جُھکا ہوا دیکھنا چاہتا ہے..... جو ہر اصول اپنی مرضی کا بنتا ہے عورت کے جذبات و احساسات تو صرف راستے میں پڑا پتھر ہوتے ہیں جس کو ٹھوکر مار دینی چاہئے۔ بھائی کے دل نے لمحہ بھر کیلئے بھی نہیں سوچا کہ کتنی ہی لڑکیاں جہالت کا غم سینے سے لگائے زندگی کے سفر میں شکستہ قدموں سے چل رہی ہیں۔

غصے میں آگ بگولہ بنا وہ جا چکا تھا۔ مگر فرحین ابھی بھی ادھوری ناکام و نامراد حسرتوں کا ماتم کرتی کھڑی رہ گئی تھی۔ آندھی کا طوفان اٹھا تو گھنے درخت بھی تیز ہواؤں کی زد میں آ چکے تھے۔ ریت کے ذرے آنکھوں میں چبھنے لگے تو سرخ ہوتی آنکھوں کو پونچھتے ہوئے نظریں اب بھی جاتے ہوئے زین العابدی پر تھیں۔

''عورت کے معاملے میں ہر مرد ایک جیسا ہے'' رشتے کا نام بدل جاتا ہے بھائی، باپ، بیٹا، شوہر..... مگر اندر سب کا ایک سا ہوتا ہے۔ فرحین کو لگا کہ اس کی سوچ غلط تھی۔ زین العابدین بھی بخت شجاع اور سکندر عالم جیسا روایتی مرد تھا۔ لاکھ وہ روشن خیال تھا۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ تھا مگر عورت کیلئے وہی دقیانوسی سوچ..... فرحین اس کے اندر جھانک کر مزید دکھی ہو گئی۔ جہاں صرف اور صرف اندھیرا تھا۔ اُس کے اندر غم کی ہوائیں شدت سے سائیں سائیں کرنے لگیں۔

✦✦✦

پورے علاقے کو آندھی و طوفان نے اپنی لپیٹ میں لیا تھا..... ہر طرف اندھیرا سا پھیل گیا کہ دن میں رات کا سماں تھا۔ لاریب کا سکول بھی اس طوفان کی زد سے نہ بچ پایا۔ تختہ سیاہ دُور جا گرا اور لکڑی کی کُرسی بھی طوفان کے تھپیڑوں سے گھائل ہو کر جا گری بچوں کے چہروں پر خوف کے سائے تھے۔ لاریب نے ان سب کو ایک جگہ جمع کیا۔ قریب ہی ایک درخت دھڑام سے گرا تو بچوں کی چیخیں نکل گئیں۔ لاریب کو ان کی فکر تھی وہ ان کی ذمہ دار تھی..... اور پھر وہ جتنی باہمت تھی اب حوصلہ چھوڑ کر نہیں بیٹھ سکتی تھی۔ سب کو حفاظت سے ان کے گھر پہنچایا۔ وہ دیواروں کا سہارا لیئے گھر کی جانب گامزن تھی۔

TAGPK.COM

اس نے پہلے کبھی اس شدت کا طوفان نہیں دیکھا تھا اور ہوسکتا ہے کہ پہلے بھی اس شدت سے طوفان آتے ہوں مگر اسے یاد نہ ہوں۔ بچپن میں وہ خوفزدہ ہوکر اماں بابا کے پہلو میں دُبک جایا کرتی تھی۔ اور خوف سے بے نیاز ہوجایا کرتی تھی اور آج وہ میدان عمل میں تھی بالکل تنہا تھی۔ بابا ضرور فکر مند ہوں گے اور اس سے ناراض بھی ہوں گے۔ ان کی ناراضگی کا سوچ کر اسے اس موقع پہ ہنسی آگئی تھی۔ وہ جانتی تھی وہ لاکھ ناراض ہوں مگر اُس سے بے حد محبت کرتے تھے اور عمیر..... عمیر سے اس کے بہت سے رشتے تھے۔ پیار کا، خلوص، اعتبار کا اور وہ ہر رشتے میں بہترین تھا۔ اس کی آنکھوں کی چمک میں اَن گنت رنگ تھے عمیر کا خیال آتے ہی اس کا دل بھر آیا تھا۔ وہ تھا ہی ایسا اور لاریب کے حوالے سے تو بہت ہی حساس تھا۔ اور آرزو..... جو بہن بھی تھی اور دوست بھی..... تین ہی رشتے تو تھے اس کیلئے اس دنیا میں..... مگر اس وقت وہ سب اس سے بہت دور تھے۔

''جب کوئی تنہا ہو تو اس کو یاد کرے۔ اُسے مدد کیلئے پکارے جو رگ جاں سے بھی زیادہ قریب ہے مشکل گھڑی میں اُس سے زیادہ مضبوط سہارا اور کوئی نہیں ہوتا۔ بس شرط ہے کہ اسے پکارو۔ دل سے پکارو۔ زبان سے پکارو اور خلوصِ نیت سے پکارو تو وہ اپنے بندوں کی تنہائی کا سہارا بن جاتا ہے!'

وہ اپنے خالق سے باتیں کرنے لگی۔ جو سب سنتا ہے اور سب کی سنتا ہے۔

''یا اللہ میری مدد فرما..... اور ہواؤں کی شدت کم کردے تاکہ میں اپنے گھر پہنچ جاؤں اور میرے لئے روشنی کردے تاکہ میں راستہ دیکھ پاؤں!'' مولوی صاحب کے الفاظ جو اکثر وہ خطبات میں ادا کرتے تھے وہی لاریب نے بھی دہرائے اور اس ذات پاک کو پکارا۔

ہواؤں کی شدت میں کمی ہونے لگی تو اس کی آنکھیں بھر آئیں۔

''واقعی وہ رگِ جاں سے بھی زیادہ قریب ہے وہ سنتا ہے اور ضرور سنتا ہے جب کوئی اسے پکارتا ہے!''

دور سے آتی گاڑی کی تیز روشنی نے اُجالا کیا تو وہ تیز تیز قدم اٹھانے لگی..... وہ سیاہ چمکدار گاڑی اس کے قریب آن رُکی۔

''جو کام ہم نہ کرسکے وہ اس طوفان نے کر دکھایا..... اُستانی صاحبہ کا سکول اتنی دور اٹھا کر باہر دے مارا کہ وہاں نام ونشان بھی نہیں ہے!'' گاڑی کا شیشہ نیچے کرتے ہوئے سکندر عالم نے طنزیہ کہا۔ چہرے پر خباثت چھائی تھی۔

لاریب کا خون جل کر رہ گیا۔ وہ ''اُدھار'' رکھنے والوں میں سے ہرگز نہیں تھی۔ مگر وقت کی نزاکت نے اسے ہر طرح کی منہ ماری سے روک دیا۔ اس نے زہریلی نگاہ ڈالی مگر بولی کچھ نہ..... زبان پر خاموشی کا قفل لگائے رکھا۔

''ٹیچر صاحبہ..... آج کوئی لیکچر دینے کا موڈ نہیں.....!'' سکندر عالم تمسخرانہ انداز میں بولتا ہوا زہر لگ رہا تھا۔

لاریب کا دل چاہ رہا تھا کہ ایک وزنی پتھر اسے دے مارے تاکہ اس بدتمیز کی بولتی تو بند ہو مگر..... خاموشی سے ضبط کرگئی..... وہ اس کا مذاق اڑاتا ہوا زن سے گاڑی آگے بڑھا گیا..... ابھی کچھ دور آگے گیا تھا کہ زوردار دھماکے کی آواز پر لاریب نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

سکندر عالم کی گاڑی ٹھاہ کرکے گڑھے میں جا پھنسی تھی۔ وہی گاڑی جو لاریب کیلئے تو روشنی کا باعث بنی تھی مگر خود راستہ نہ دیکھ سکی۔ لاریب

TAGPK.COM

کے لبوں پر ہلکا سا تبسم بکھر گیا.....

''اس طرح تو ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں!''

سچ کہا ہے سیانوں نے ہمیشہ اپنی ذات کیلئے میدانِ کارزار میں نہ اُترا جائے..... اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دینا چاہئے وہ جانتا ہے کہ کسی شر پسند کا دماغ کیسے ٹھکانے لگتا ہے۔

✧✧✧

چہرے پر تفکر کی گہری لکیریں لئے اور چال میں اضطراب لئے وہ گھر کے صحن میں ٹہل رہی تھی..... اس کی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ قوتِ متخیلہ مشینی انداز میں ایک کے بعد ایک مشورہ دے رہی تھی..... مگر کوئی بھی اطمینان بخش نہیں تھا۔

بادل زور سے کڑکا تو اس کے قدم رُک سے گئے..... آنکھیں سیاہ بدلیوں میں چھپے آسمان کی طرف تھیں۔ آندھی طوفان کے بعد اب بارش کے قطروں کا زمین پر اُترنے کا اذن ہو رہا تھا۔

''پہلے اس بات کے بارے میں کیوں نہیں سوچا!''

''اس مشکل کو کیسے حل کیا جا سکتا ہے؟!''

''میری جگہ اور کوئی ہوتا تو اس مسئلے کو کیسے حل کرتا!''

ایک کے بعد ایک سوال اسے پریشان لئے ہوا تھا۔

دروازے پر دستک نے اس کی توجہ اپنی جانب کھینچ لی۔

''ارے بدذوق لڑکی..... میں سمجھی کہ اتنے زبردست موسم کے پکوان تیار کر رہی ہو گی مگر یہاں تو ٹھنڈا چولہا اور اوندھے برتن دیکھ کر تو میرا دل ٹوٹ گیا ہے!'' آرزو شگفتہ انداز میں بولی۔

لاریب کے لبوں پر پھیکی سی مسکراہٹ تھی۔

''کیا ہوا پریشان لگ رہی ہو..... خیر ہے؟!'' آرزو اُس کی رگ رگ سے واقف تھی۔

''ہاں..... پریشان ہوں!'' بارش کے موٹے قطرے پڑے تو دونوں صحن سے برآمدے میں آ گئیں۔

''مگر کس بات پر؟!'' آرزو فکرمندی سے بولی۔

لاریب کی نگاہیں ابھی بھی برستے آسمان پر تھیں.....

''لاریب کیا ہوا ہے..... بتاتی کیوں نہیں!'' آرزو نے اس کا شانہ ہلایا تو وہ چونکی۔

لاریب نے دن بھر کا واقعہ..... آندھی طوفان، سکول کا تباہ ہونا، بچوں کا خوفزدہ ہونا اور اپنی تمام پریشانی بتا ڈالی۔ آرزو تمام معاملے کی تہہ تک پہنچ گئی۔

''آرزو وہ بچے میری ذمہ داری ہوتے ہیں۔ میں چاہتی ہوں وہ محفوظ ہوں۔ ان کے والدین مجھے امانت سونپ کر جاتے ہیں۔ اگر انہیں کوئی نقصان پہنچ جاتا تو.....!'' لاریب اس سے آگے کچھ بول نہ پائی۔ اس کی خوبصورت آنکھوں میں رِم جھم ہونے لگی۔

''وہ تم پڑھے لکھے لوگ کیا کہتے ہو جب کوئی خیال ذہن میں آئے؟!'' آرزو کے لبوں پر شرارت تھی۔

''آئیڈیا.....!'' لاریب اُس کی بات بالکل نہ سمجھ پائی۔

''ہاں..... آئیڈیا.....!'' آرزو نے چٹکی بجائی۔

لاریب ابھی بھی اُسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

''تمہاری مشکل کا حل ہے چھجا!'' یا جس کو پڑھے لکھے لوگ شیڈ بھی کہتے ہیں۔ تم سکول کی

TAGPK.COM

جگہ پر چھجا بنوالو۔ مولوی صاحب تو جانتے ہیں مسجدوں میں پرانے وقتوں میں اسے کام میں لایا جاتا تھا تاکہ حالات کی نزاکت دیکھتے ہوئے اس کے نیچے پناہ لے لی جائے۔ آرزو نے ہمیشہ کی طرح اُسے مشکل کا حل تھمایا۔

واقعی آج سے پہلے اُس نے اس حوالے سے نہیں سوچا تھا کہ بچوں کو تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ محفوظ جگہ دینا بھی ضروری ہے۔ ایسا یہ مسئلہ حل ہوا تو دوسرا مسئلہ رقم کا تھا۔

اُس کے پاس اتنی رقم نہ تھی کہ وہ ہر کام کرسکتی۔ مولوی صاحب کی مدد کی ضرورت تھی۔

''بابا..... آپ میری بات کیوں نہیں سمجھ رہے۔ اتنی بھیانک طوفان میں اُن معصوم بچوں پر کیا گزری ہوگی۔ سچ مانیئے تو مجھے شرمندگی ہو رہی تھی کہ میں انہیں تعلیم دے رہی ہوں مگر کتنے غیر محفوظ انداز سے!'' لاریب کا لہجہ بھیگنے لگا تو مولوی صاحب کا دل نرم پڑ گیا۔

بات تو اس کی ٹھیک تھی مگر..... بڑے مالک کا خیال آتے ہی دل کو سخت کرلیا۔

''کوئی ضرورت نہیں ہے اتنا اہتمام کرنے کی۔ پورا علاقہ آگے ہی تمہارے اتنا خلاف ہے بس میری وجہ سے برداشت کر رہے ہیں اور تم اتنے تفصیلی سلسلوں کی بات کر رہی ہو۔ بڑے مالک کو پتہ چلا تو میری شامت آجائے گی۔ مولوی صاحب سختی سے بولے۔

''مگر بابا.....!'' لاریب روہانسی ہونے لگی۔

''کوئی اگر مگر نہیں..... جیسے چل رہا ہے گزارہ کرو..... ویسے بھی ان تفصیلی پروگراموں میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ اب کی بار عمیر آتا ہے تو اس سے شادی کی بات کروں گا۔ بھئی پکڑو اپنی امانت..... تم رخصت ہوگی تو مجھے بھی سکون آئے گا!'' مولوی صاحب نے چھجا تو کیا بنانا تھا پورا سکول ہی اُلٹانے کی تیاری کر دی تھی۔

✧✧✧

وہ ہمت ہارنے والوں میں سے ہرگز نہ تھی۔ ایک در بند ہو تو سو در کھل جاتے ہیں۔ عمیر کی اچانک آمد نے اس کی مشکل حل کر ڈالی.....

''ہائے کالو..... بڑی لمبی عمر ہے تمہاری..... بہت دنوں سے تمہیں یاد کر رہی تھی!'' عمیر کی اچانک آمد پر وہ کھل اٹھی جیسے اللہ نے اس کی مدد کیلئے فرشتہ بھیجا ہو.....

لاریب نے اپنی مشکل عمیر کے سامنے رکھ دی..... عمیر کیلئے رقم دینا مشکل نہ تھا۔ بلکہ لاریب کی خوشی کیلئے تو جان بھی حاضر تھی۔ وہ تو صرف لاریب کے لبوں پر مسکراہٹ دیکھنا چاہتا تھا۔ مولوی صاحب کو جب عمیر کے ارادوں کا علم ہوا تو اس پر برس پڑے۔

''ماموں جان..... اُس کا شوق ہے پورا کرنے دیں..... پھر شادی کے بعد تو اسے یاد بھی نہیں رہے گا!'' عمیر نے مولوی صاحب کا غصہ ٹھنڈا کرنے کیلئے کہہ تو دیا مگر یہ نہیں جانتا تھا کہ لاریب کو اُس کے مقصد سے ہٹانا اب آسان نہیں رہا۔

✧✧✧

بخت شجاع کے شاندار بنگلے میں فرحین کی شادی کی تیاریاں زور و شور سے ہونے لگیں.....

اپنے گھر کے باغی کی بغاوت کو کچلنے کا یہی حال سمجھ آیا تھا زین العابدین کو..... اور مولوی صاحب کی بیٹی کی بغاوت سے نمٹنے کا حل اُس کے پاس تھا۔ ویسے بھی مرد کیلئے صنفِ نازک کے احتجاج کو ڈرانا ہرگز مشکل کام نہیں۔

مرد ہو اور اپنی حاکمیت کا مکمل استعمال نہ کرے، یہ اس کی شان کے خلاف ہے۔ بہن،

TAGPK.COM

بیٹی اور بیوی جیسے رشتوں کو وہ بالکل اہمیت نہیں دیتا ہاں تھوڑی بہت اہمت وہ ماں کو دے دیتا ہے۔

دو شہزادوں کے قہقہے، منچلوں کا دیوانہ وار رقص، ڈھولک کی آواز، چوڑیوں کی کھنک اور مہندی کی خوشبو نے بنگلے کی رونق دوبالا کر دی تھی۔

نگہت بیگم کا تو ارادہ تھا کہ ریشم اور زین العابدین کو بھی ساتھ ہی شادی کے بندھن میں باندھ دیا جائے۔ مگر زین العابدین نے فی الحال شادی کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ ابھی ان جھمیلوں سے دور رہ کر علاقے کی فلاح و بہبود کیلئے کام کرنا چاہتا تھا۔ اور شادی تو واقعی جھمیلا تھی..... اس کا بالکل موڈ نہیں تھا ابھی یہ مصیبت پالنے کا۔

اس گہما گہمی میں بھی ریشم کی تمام تر توجہ زین العابدین کی جانب تھی۔ وہ تو ویسے ہی اس کے دیدار کیلئے تڑپتی مچلتی رہتی تھی۔ اب تو موقع بھی تھا اور دستور بھی تھا کہ وہ ہر دم نگاہوں کے سامنے تھا۔

سیاہ رنگ کے چمک دمک والے بھاری لباس میں وہ سولہ سنگھار کئے خود ہی اپنی بلائیں لے رہی تھی۔ اس خوشی کے موقع پر یہ رنگ سمجھ سے بالاتر تھا مگر ریشم..... وہ کوئی کام بھی کسی تیم کے بغیر نہیں کرتی تھی۔ وہ ہر کام وہ کرتی۔ جس میں وہ زین العابدین کو نمایاں دکھائی دے۔ سیاہ رنگ کے لہنگے میں اُس کی گوری رنگت مکھن ملائی کی طرح دمک رہی تھی۔ دونوں کلائیوں میں ہمیشہ کی طرح دو تین درجن چوڑیاں اور کندھے پر بڑے اسٹائل سے رکھا بھاری بھرکم پراندہ جو بڑی نزاکت سے ادھر اُدھر جھلا رہی تھی۔ کاجل سے سجی آنکھیں زین العابدین کی تلاش میں تھیں۔ پیروں میں پڑی چاندی کی جھانجروں کا اس قدر شور تھا کہ جیسے ریشم کے ساتھ دس بارہ لڑکیاں بھاگ رہی ہوں۔

آخر تلاش کو کامیابی نصیب ہوئی اور زین العابدین نظر آ ہی گیا..... وہ بے حد خوبصورت لگ رہا تھا۔ مگر ریشم پر سرسری نگاہ ڈالنا بھی گوارا نہ کیا۔ وہ جان بوجھ کر ریشم کو اگنور کر رہا تھا۔ اُس کا چمکتا دمکتا روپ بھی زین العابدین کو گھائل نہ کر سکا تھا۔ ریشم اس معیار پر پوری نہیں اترتی تھی جو اس نے عورت کیلئے اپنے دل میں بنا رکھا تھا۔

سادگی، حیاء، سلجھا ہوا پن، انداز و گفتار میں شائستگی، ریشم تو ان تمام خوبیوں سے عاری تھی۔

''پورے گھر میں آپ کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر پاگل ہوتی جا رہی ہوں اور ایک آپ ہیں کہ جانے کہاں چھپے ہوئے تھے۔ ٹانگیں درد سے شل ہو گئی ہیں!'' ریشم نے پورے حق سے اس کا راستہ روکا اور رام کتھا سنائی۔

''مصروف ہوں۔ تمہاری طرح فضول وقت نہیں ہے میرے پاس.....!'' ریشم کو دیکھتے ہی اس کا منہ کڑوا ہو جاتا تھا۔

اُس نے اس کے بناؤ سنگھار کو کڑے تیوروں سے گھورا۔ ایک غیر شادی شدہ لڑکی یوں دلہن کی طرح تیار تھی۔

''کیسی لگ رہی ہوں؟!'' وہ جانے لگا تھا کہ ریشم نے آگے بڑھ کر راستہ روک لیا۔

''سچ بتا دوں!'' وہ سنجیدگی سے بولا۔

''جی.....!'' دوپٹے کا کونا مروڑتے ہوئے شرمائی۔

''_____ Nonsense Stupid!'' زین العابدین بولا اور جانے لگا تھا کہ ریشم نے بازو سے پکڑ کر روکا۔

''جب تک اس کا مطلب نہیں بتائیں گے نہیں جانے دوں گی!'' ریشم ان لفظوں کا معنی

TAGPK.COM

سمجھ نہ پائی۔

''بیوقوف اور پاگل.....!'' اپنا بازو غصے سے چھڑاتا ہوا بولا۔

ریشم کا چہرہ جو پھول کی طرح کھلا ہوا تھا وہ مرجھا سا گیا۔ وہ زین العابدین کو بے حد چاہتی تھی۔ اس کی ہر ناگواری کے بدلے میں مسکراتی تھی۔ اسے دیکھ کر خوش ہوتی اور نہ دیکھتی تو اُداس ہوتی۔ زین العابدین کے ذلت آمیز رویے کے باوجود وہ اسے چاہے جا رہی تھی۔

'ویسے غصے میں تو اور بھی سوہنے لگدے او۔ بالکل چن ورگے.....!''

ریشم نے شوخ لہجے میں کہتے ہوئے اپنی آنکھ کا کاجل انگلی پہ لگا کر سرعت سے زین العابدین کی پیشانی پر لگا دیا۔ کچھ دیر پہلے کی ہونے والی بے عزتی وہ کھا پی گئی تھی۔

''تم اپنی ان حرکتوں سے باز نہیں آؤ گی!'' زین العابدین کو ریشم کی بے تکلفی ایک بار پھر سے تپا گئی۔

زین العابدین نے انتہائی غصے سے اپنی پیشانی رگڑی..... اور ہاتھ سے ''نظرِ بد کی مہر'' مٹا ڈالی۔ اُس کی خونخوار نظریں ریشم پر تھیں..... زین العابدین خوفناک تیوروں سے اُس کی جانب بڑھا تو ریشم گھبرا کر سیڑھیوں کی جانب لپکی۔ تو کتنے ہی شوخ قہقہے بلند ہوئے اور وہ شور مچاتی کتنی ہی سیڑھیاں عبور کر گئی۔

دھڑام..... زوردار آواز پر زین العابدین بھی نیچے لپکا تو ریشم کی آواز پر کتنی ہی لڑکیاں اس کے اردگرد جمع ہو گئیں۔

ریشم منہ پھاڑ کر روئے جا رہی تھی..... اُسے یوں روتا دیکھ کر زین العابدین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ گئی اُس کے پاؤں میں موچ آ گئی تھی۔

رونے کی وجہ سے اُس کا کاجل چہرے پر پھیل چکا تھا اب وہ اسپرا کی بجائے چڑیل لگ رہی تھی۔

''چلو شکر ہے اس بہانے کچھ دن گھر میں ٹک کر بیٹھو گی!'' زین العابدین نے اُس کے کان کے قریب سرگوشی کی۔ لہجہ یہ دل جلانے والی تھی ریشم اور شدت سے واویلا کرنے لگی.....

✧✧✧

بنگلے والے تو شادی کے ہنگاموں میں مصروف تھے۔ لاریب نے اس غفلت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے عمیر اور آرزو کی مدد سے سکول کیلئے چھجا بنا لیا۔ اور ایک محفوظ ٹھکانہ اُس کی نگاہوں کے سامنے تھا۔

اُس ٹھکانے کو دیکھ کر لاریب کی چشمِ تصور میں ''اصحابِ صُفّہ کا چبوترہ'' آ جایا کرتا تھا۔ جہاں علم کے پروانے آیا کرتے تھے۔ مفلس و بدحال لوگ جو دُور دراز کے علاقوں سے طلبِ علم کیلئے آتے تھے۔ جن کی زندگیوں کا مقصد صرف اور صرف علم حاصل کرنا تھا۔ علم کے حصول کی خاطر انہوں نے ہر نعمت کو بالائے طاق رکھا اور اُس کی جستجو میں لگ گئے۔ اُن لوگوں کیلئے یہ واحد سر چھپانے کی جگہ تھی۔ یہ چبوترہ ان کے شوق و لگن کا انعام تھا۔

لاریب نے بھی یہ چھجا کچھ اس انداز سے بنوایا کہ وہ زمین سے قدرے اونچا تھا۔ اُس کے اطراف میں لکڑی کے پھٹے بطورِ دیوار کے استعمال کئے گئے تھے۔ بے شک وہ کم لاگت پہ بنایا گیا تھا مگر اس وقت ضرورت کیلئے کافی تھا..... ان لکڑی کی دیواروں پہ بچوں نے خوش خط لکھائی میں چارٹ پیپرز پہ علم سے متعلق مختلف شخصیات کے اقوال بھی لکھے تھے یہ چھوٹا سا لکڑی کا سکول بچوں کیلئے بہت خوشی کا باعث تھا۔

TAGPK.COM

''علم کا ایک قطرہ جہالت کے سمندر سے بہتر ہے۔'' (خلیفہ چہارم)

پڑھنا علم ضرور بندے نوں کیتا فرض الٰہی
کردا علم دلاں نوں روشن ہوندی دُور سیاہی

''محفوظ پناہ گاہ یا ٹھکانے کی ضرورت تو جانوروں کو بھی ہوتی ہے۔ یہ بچے تو پھر انسان تھے۔ وہ اتنے عرصے سے انہیں غیر محفوظ مقام پر تعلیم دے رہی تھی۔ اس کا دھیان ہی کبھی اس طرف نہیں گیا۔ اُسے اپنی غلطی کا شدت سے احساس ہو رہا تھا۔ استاد روحانی والدین ہوتے ہیں اور والدین تو اپنی اولاد کیلئے پہلے ہی محفوظ انتظام کر کے رکھتے ہیں!''

''اب تو خوش ہونا!'' عمیر اُس کو خوش دیکھ کر بے حد مسرور تھا۔

''ہاں بہت زیادہ!'' لاریب کا لہجہ بھیگ سا گیا

''تمہارے چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ رہے لاریب اُس کیلئے تو میں کچھ بھی کر سکتا ہوں..... تم!'' عمیر کچھ جھجکا تو توقف کرنا پڑا۔

''بات مکمل کرو کالو..... ورنہ میں تمہارا خون پی جاؤں گی..... زہر لگتے ہیں مجھے وہ لوگ جو آدھی ادھوری بات کرتے ہیں!'' لاریب اس پہ جنگلی بلی بنی جھپٹی

''اچھا بابا..... اچھا.....!'' عمیر ہنستے ہوئے بولا

دل ہی دل میں لاریب کی ادا گھائل کر گئی تھی۔

آرزو کی آمد پر عمیر کی بات اُدھوری رہ گئی..... گرما گرم حلوے کی پلیٹ پکڑے وہ کھڑی مسکرا رہی تھی۔ عمیر کی جانب بمشکل نظر ڈالی۔ سانولی رنگت کے باوجود وہ انتہائی پُرکشش تھا۔ کچھ تھا ایسا اس کی شخصیت میں کہ آرزو کا دل اس کی تمنا کر بیٹھا تھا.....

''ارے واہ..... حلوہ.....!'' عمیر نے کہتے ہوئے آرزو کے ہاتھ سے پلیٹ پکڑی تو اُس کا ہاتھ اس کی اُنگلی سے مَس ہوا تو آرزو کے دل کے تار بج اُٹھے..... اُس نے اپنی گھبراہٹ حتی المقدور عمیر اور لاریب کی نظروں سے چھپانے کی سعی کی مگر ناکام رہی۔ اُس کی آنکھوں میں بکھری قوسِ قزح لاریب سے چھپی نہ رہ سکی۔ وہ پہلے بھی کئی بار آرزو کے چہرے پر عمیر کی موجودگی کے باعث ایسے رنگ دیکھ چکی تھی۔ مگر سمجھ نہ سکی تھی۔

''بہت مزے کا حلوہ ہے!'' عمیر کی بات آرزو کیلئے کسی اعزاز سے کم نہ تھی۔

''ہائے کالو..... سارا حلوہ خود کھا گئے کتنے ندیدے ہو تم.....!'' آرزو سے توجہ ہٹی تو حلوے کی پلیٹ پر نظر پڑی۔

''نہیں..... آج تمہیں نہیں ملے گا..... تم تو یہیں ہوتی ہو کھاتی رہتی ہو۔ میں ٹھہرا پردیسی.....!'' پتہ نہیں پھر ایسا حلوہ کھانے کو ملے یا نہ ملے!'' اُس نے آخری لقمہ بھی پیٹ میں اُتارا اور مزے سے اُنگلیاں چاٹنے لگا۔ اب لاریب اُسے مُکے لگا رہی تھی اور آرزو اُن دونوں کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

✦✦✦

صدائے جرس گونجی..... تو ہوا کی لہروں نے بجلی کی تیزی سے یہ آواز پورے علاقے میں پھیلا دی۔ بخت شجاع کے عالیشان بنگلے میں بھی آواز سُنی گئی تو سویا ہوا زین العابدین اُٹھ بیٹھا۔ وہ صبح جلدی اُٹھنے کا عادی تھا..... واک اور جاگنگ کو اُس نے وطن واپس آ کر بھی ترک نہیں کیا تھا..... یوں اچانک آنکھ کھلنے پر وہ ہرگز مضطرب نہ تھا ہاں اضطراب کی وجہ

TAGPK.COM

''صدائے جرس'' ضرور تھی..... جو سنائی دیتی تو وہ چونک اٹھتا۔

''یہ صبح صبح کہاں جا رہے ہو؟!'' بی جان کو تشویش ہوئی۔

''جاگنگ کیلئے.....!'' زین العابدین کے انداز میں اُلجھاؤ سا تھا۔

''بی جان..... اتنے عرصے باہر رہا ہوں اس لئے واک اور جاگنگ کی عادت سی ہو گئی ہے!'' اس نے خود ہی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

''مگر یوں اکیلے!'' نگہت بیگم فکر مندی سے بولی۔

''کیا مطلب..... اکیلے..... میں کوئی بچہ ہوں جو اکیلے آ جا نہیں سکتا!'' زین العابدین ماں کی فکر پر مسکرایا۔

''زین..... انسان کے سو سجن اور سو دشمن ہوتے ہیں۔ گارڈ کے ساتھ جایا کرو!'' بخت شجاع کو زین العابدین کی لاپروائی چبھی۔

''سو سجن سو دشمن..... یعنی حساب برابر۔ وہ ایک بچانے والا بھی تو ہے!'' زین العابدین نے اُنگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے بخت شجاع کی بات کو سنجیدگی سے نہیں لیا تھا۔

''ٹن..... ٹن..... ٹن!'' ایک بار پھر گھنٹی بجی۔

سب نے سنی مگر کسی نے کچھ نہیں کہا۔ زین العابدین کو ان سب کی خاموشی میں عجیب سی بے بسی لگی۔ جیسے سب نے سمجھوتہ کر لیا ہو..... اُس نے باہر کی جانب قدم بڑھا دیئے۔

''ارے مالی بابا..... کتنے دنوں بعد آئے ہیں۔ آپ کو تاکید بھی کی تھی کہ میں لان کی صفائی ستھرائی کروانا چاہتا ہوں اور کچھ نئے پودے بھی لگوانے ہیں!'' اُس نے برہمی کا اظہار کیا مگر ضعیف مالی کا غمزدہ چہرہ دیکھ کر پریشان ہو گیا۔

''کیا بات ہے مالی بابا؟'' اُس نے پوچھا۔

''کیا بتاؤں..... چھوٹے مالک۔ مولوی صاحب کی بیٹی نے پریشان کر رکھا ہے!'' وہ سٹپٹا کر بولے۔

''کیا ہوا؟'' زین العابدین سمجھ نہ پایا۔

''مصیبت ہے بڑی..... گھر گھر میں جھگڑا اور فتنہ ڈال دیا ہے۔ لڑکیوں کی تعلیم کا ایسا شوشا چھوڑا ہے کہ ہماری عورتیں جن کے منہ میں کل تک زبان نہ تھی آج ہمارے مقابلے آ گئی ہیں۔ ہر روز سکول جانے کی ضد میں تیز تلوار ہو جاتی ہیں۔ منع کرو تو خود کو مارنے کی دھمکی دیتی ہیں!'' مالی بابا سارا افسانہ سنا ڈالا۔

''مولوی صاحب کی بیٹی..... مولوی صاحب کی بیٹی..... بھئی لڑکی ہے یا کوئی عفریت جب سے واپس آیا ہوں اس کے قصے سن رہا ہوں۔ اور بابا جان آپ!'' زین العابدین نے بخت شجاع کو مخاطب کیا۔

''آپ نے کیوں ڈھیل دے رکھی ہے اُس لڑکی کو۔ کس بات کا لحاظ ہے۔ وہ لڑکی ہو کر تمام مردوں کو تگنی کا ناچ نچا رہی ہے اور سب بے بسی سے یہ تماشا دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے سکندر عالم کو بھی روک رکھا ہے!'' زین العابدین لاریب کی دیدہ دلیریوں کے قصے سن کر چراغ پا ہو گیا تھا اور اس فتنے کا سدباب کرنے نکل پڑا۔

✦✦✦

سرمئی سڑک کے دونوں اطراف میں نظر کی آخری حد تک شاداب بالیاں سر پر اُٹھائے کھڑی تھیں۔ زین العابدین کی گاڑی تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔ سکول سے کچھ فاصلے پر بچیوں کی مترنم آواز سنائی دی۔

لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری
زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری

شہر سے پڑھ کر آئی ہے دماغ ہی الٹ گیا ہے جی..... خود کو اُستانی صاحبہ سمجھنے لگی ہے کہتی ہے لڑکیوں کا سکول کھولوں گی اس علاقے میں۔'' زین العابدین کے ڈرائیور نے خبر نشر کی۔

ہو میرے دم سے یونہی میرے وطن کی زینت
جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن کی زینت

''جتنی سوہنی ہے اتنی اوکھی بھی ہے..... پوری فسادن ہے جی!'' ڈرائیور کی بات پر اُس کی پیشانی کی لکیریں دوگنا ہو گئیں..... اُس نے گردن ذرا اونچی کر کے سنہری بالیوں کے اوپر سے دیکھا۔ آواز آ رہی تھی مگر تصویر نہیں.....

زندگی ہو میری پروانے کی صورت یا رب
علم کی شمع سے ہو مجھ کو محبت یا رب

''کہتی ہے اس علاقے کے سارے مرد جاہل ہیں۔ ہم پر فتویٰ لگاتی ہے بڑی آئی ملانی کہیں کی!'' ڈرائیور نے مزید ارشاد فرمایا۔

اس دوران گاڑی ایک جھٹکے سے رُک گئی..... ڈرائیور کی بات اُدھوری رہ گئی۔ اور بات بھی وہ جو زین العابدین کیلئے بہت دلچسپ تھی۔ ڈرائیور گاڑی اسٹارٹ کرنے کے چکر میں بھول گیا تھا وہ کیا بات کر رہا تھا اُس کی مکمل توجہ گاڑی کی طرف تھی..... اب وہ پانی ڈال کر گاڑی کو ٹھنڈا کر رہا تھا..... جبکہ اس کی ادھوری بات نے زین العابدین کا دماغ اچھی طرح گرم کر دیا تھا..... بچیوں کی آوازیں اب قریب سے آنے لگیں..... تو اُسے اندازہ ہوا کہ سکول اب نزدیک ہی ہے۔

ہو میرا کام غریبوں کی حمایت کرنا
درد مندوں سے ضعیفوں سے محبت کرنا

اللہ اللہ کر کے گاڑی اسٹارٹ ہوئی..... شاید لاریب کی مخالفت اور بُرا بھلا کہنا گاڑی کو بھی بُرا لگ گیا تھا۔

''..... ہاں تم کتی فتوے کا ذکر کر رہے تھے!'' زین العابدین سلسلہ کلام وہیں سے جوڑا جہاں سے منقطع ہوا تھا۔

''جی چھوٹے مالک..... کہتی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے علم حاصل کرنا عورتوں پر بھی فرض کیا ہے صرف مرد پر فرض نہیں ہے۔ اس علاقے کے مرد اُن کی نافرمانی کر رہے ہیں..... کہتی ہے کہ میں قیامت کے روز تم سب کی شکایتیں اللہ کو لگاؤں گی کہ یہ سب نیک کام میں مجھے تنگ کرتے تھے!'' ڈرائیور کا ایک ایک حرف جلتی پہ تیل کا کام کر رہا تھا۔

میرے اللہ بُرائی سے بچانا مجھ کو
نیک جو راہ ہے اسی پہ چلانا مجھ کو

اب آوازیں بہت وضاحت سے سنائی دیں یعنی سکول کے بالکل قریب پہنچ گئے تھے۔ سروقد بالیوں نے سکول کو پوری طرح سے چھپا رکھا تھا ہوا کہ جھونکوں نے چھیڑ چھاڑ کی تو سب کی سب اکٹھی خدائے بزرگ و برتر کے حضور سر جھکا گئیں۔ تو سکول نظروں کے سامنے آ گیا.....

لب پہ آتی ہے دُعا بن کے تمنا میری
زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری

اختتامی اشعار کے بعد گہرا سکول چھا گیا.....

''سکول تو پہلے کھلے میدان میں تھا اب یہ لکڑی کا شیڈ؟'' زین العابدین چونکا۔

''وہی تو میں بتا رہا تھا چھوٹے مالک..... شمو نگڑی ہے پوری مولوی صاحب کی بیٹی پتہ نہیں سلیمان جن ہے اس کے قبضے میں..... پچھلے دنوں علاقے میں زور کا طوفان کیا آیا اس

TAGPK.COM

نے راتوں رات یہ سکول بنالیا۔ اب تو اور بھی منہ زور.....!'' ڈرائیور کا اگلا جملہ سنے بغیر وہ باہر نکل گیا۔

توڑ پھوڑ، چیخ پکار کا ایسا طوفان ٹوٹا کہ لاریب جو کامل توجہ سے تختہ سیاہ پر کچھ لکھ رہی تھی ہڑبڑا سی گئی۔ زین العابدین کے محافظ نے سکول کی تباہی مچادی۔

تختہ سیاہ اٹھا کر دور مارا۔ لکڑی کی کرسی ٹوٹی ہوئی دور پڑی جھول رہی تھی۔ اتنا خوفناک ہنگامہ کہ سندر عالم کے ہنگاموں سے دس گنا زیادہ تھا۔ تباہی مچانے والا پوری تیاری کے ساتھ آیا تھا کہ آج سکول کا قلع قمع کر کے چھوڑے گا۔

سکول کی تباہی مچانے کیلئے محافظ نے موٹا سا ڈنڈا اٹھا کر ضرب لگانے لگا تھا کہ لاریب کا سکتہ ٹوٹا۔ اس نے اُس آدمی کو زور کا دھکا دیا کہ وہ سنبھل نہ پایا۔ لاریب کو دیکھ کر بچے بھی حرکت میں آگئے..... انہوں نے فوراً ننھی ابابیلوں کا روپ دھار لیا۔ جو ہاتھوں میں پتھر تھامے مقابل کے مزاج ٹھکانے لگانے کو تیار تھے۔ جن کی آنکھوں سے غصہ نمایاں تھا جن کیلئے اپنا سکول اور اپنی ٹیچر دونوں عزیز تھے۔

یہ اتنے سے قد، اتنی سی عمریں اور حوصلے بلند، یہ کچے ذہن اور اپنی ٹیچر کیلئے جذبہ جانثاری دیکھ کر زین العابدین چونک گیا۔

''علم والے اور جاہل ہرگز برابر نہیں ہو سکتے!'' ذ

استاد کا کام صرف تعلیم دینا نہیں بلکہ بچوں کی روحانی تربیت بھی ہے..... ان کی اخلاقی تربیت بھی ذمہ ہے!''

خلیق آواز میں آرزو کی بازگشت فضاء میں بلند ہوئی۔

''رُک جاؤ!'' لاریب باآواز بلند چلائی۔

''پھینک دو پتھر!'' حکم ہوا تو پتھر پر ان کی گرفت کمزور ہونے لگی تو ایک کے بعد ایک پتھر گرنے لگا۔

پہلے منظر سے زیادہ دلچسپ منظر تھا یہ..... وہ متحیر سا انہیں تکے جا رہا تھا۔ اس سارے ہنگامے میں کوئی شخص لاریب کو اجنبی سا لگا گرے ٹریک سوٹ میں سفید جوگرز پہنے وہ علاقے کے باقی مردوں سے بالکل مختلف لگ رہا تھا۔ وہ خاصا وجیہ تھا اور چہرے سے بھی پڑھا لکھا دکھائی دے رہا تھا۔

''کون ہو اور کیا تکلیف ہے؟'' لاریب زوردار انداز میں چلائی۔ دھان پان سا وجود اس کے سامنے تھا۔ وہ قد کاٹھ میں زین العابدین سے کچھ کم تھی۔ گوری رنگت، بڑی بڑی آنکھیں، سفید شلوار قمیص میں سلیقے سے سر پر ڈوپٹہ رکھے وہ سراپا خاصا دلکش تھا جو کسی بھی مرد کیلئے سحر انگیز ہو سکتا تھا۔ مگر مقابل بھی زین العابدین تھا جو اس سحر میں متحیر نہ ہو سکا۔

''گونگے ہو بہرے ہو..... یا دماغی توازن بگڑ گیا ہے!'' لاریب گلا پھاڑ کر چلائی جیسے مخاطب واقعی بہرہ ہے۔

''آج سے یہ سکول بند!'' مختصر جواب مگر انداز دھونس بھرا تھا۔

''تم کون ہوتے ہو میرا سکول بند کروانے والے!'' لاریب جو سکندر عالم جیسے خرانٹ مرد کے آگے نہ ڈری تھی بھلا اس اجنبی کا رعب کیسے برداشت کرتی۔

''زین العابدین..... بخت شجاع کا بیٹا..... اس علاقے کا بلاشرکت غیر مالک'' مقابل نے تعارف کروایا تو لاریب پل بھر کو گھبرائی..... مگر پھر فوراً خود پر قابو پاتے ہی میدان میں اُتر گئی۔

وہ جو تباہی مچا کر اور اپنا حکم سنا کر اطمینان سے جانے کیلئے پلٹا تھا۔ لاریب کی آواز پر رُک گیا۔

''میں دیکھتی ہوں کہ کون ہے جو میرا اسکول بند کرواتا ہے!'' لاریب تن کر بولی۔

''عورت کی ضد سے اُسے زندگی میں پہلی بار سامنا کرنا پڑا تھا۔ ہٹ دھرمی تو اسے مرد کی برداشت نہیں تھی تو عورت تو بالکل بھی نہیں۔ اسے ضدی عورت سے نفرت تھی۔ وہ عورت کو پیر کی جوتی یا کمتر نہیں جانتا تھا مگر وہ یہ ضرور جانتا تھا کہ عورت کا کام ہی نہیں کہ وہ مرد کے منہ لگے یا مرد کی برابری کرے۔ اللہ نے مرد کو حاکمیت عطا کی ہے اور وہ عورت پر حاکم ہے تو عورت جو ضد کرے یا مرد کے برابر آئے وہ دردناک سزا کی مستحق ہے۔

''ٹھیک ہے پھر دیکھتا ہوں کل سکون کون کھولے گا!'' برجستگی سے جواب دینے کا وہ ماہر تھا۔

وہ گویا لاریب کو چیلنج کر رہا تھا۔

اُس کی گاڑی دھول اُڑاتی کب کی دور نکل گئی تھی مگر لاریب ابھی بھی وہیں بے حس و حرکت کھڑی تھی..... اُس کا سرخ و سفید چہرہ انار کی طرح سُرخ ہو رہا تھا اُسے زین العابدین پر بے حد غصہ آ رہا تھا۔

''اونہہ..... پڑھا لکھا جاہل.....!'' وہ بُڑبڑائی۔

✧✧✧

''کمینہ..... گھٹیا..... لاریب نے جنونی انداز میں آٹا گوندھتے ہوئے یوں گھونسے چلائے جیسے وہ آٹا نہ ہو زین العابدین کا پیٹ ہو۔ تسلے کو ایک سائیڈ پر رکھ کر گیلا کپڑا اوپر ڈال دیا تاکہ دیوانی مکھیاں حملہ آور نہ ہوں۔

سلگتی لکڑیوں کو غصے سے چولہے میں اُلٹ پلٹ کرنے لگی۔ تو کتنی ہی چنگاریاں چیخیں مارتی ہوئی فضاء میں غائب ہو گئیں۔

''بڑا آیا تیس مار خان!'' روٹی بیلتے ہوئے کچھ اور پھول اُس کے منہ سے جھڑے۔

روٹی کو دونوں ہاتھوں سے قلابازی لگوا کر توے پر ڈال دیا اور چیلوں کی طرح تسلے سے آٹا لیتے ہوئے دوسرا پیڑا بنانے لگی۔

اُس کی حالت زخمی شیرنی جیسی ہو رہی تھی..... دل چاہ رہا تھا کہ زین العابدین کو چیر پھاڑ کر رکھ دے.....

''ذلیل انسان..... جاہلوں کا سردار.....!'' وہ مزید بڑبڑائی۔

وہ اتنی مگن تھی کہ غصے میں بھول ہی گئی کہ توے پر ڈالی روٹی کچھ دیر پہلے کالی سیاہ ہو کر اللہ کو پیاری ہو گئی ہے..... اب وہ کسی انسان کے تو کیا جانور کے کھانے کے قابل بھی نہیں رہی۔

''ارے ارے..... روٹی کا تو دھیان کرو لاریب!'' آرزو اندر داخل ہوتے ہوئے چلائی۔

اُس کی آمد پر لاریب کی بُڑبڑاہٹ تھمی..... توے پہ سیاہ رنگ روٹی کو آرزو نے اتارا تو اپنی انگلیوں کی پوروں کو لال کر بیٹھی۔

''یہ کس کیلئے اتنی خوفناک روٹیاں پکائی جا رہی ہیں؟'' انگلیوں پر منہ سے پھونکیں مارتی ہوئی آرزو نے استفسار کیا۔

''خون پی جاؤں گی اس خبیث انسان کا!'' لاریب کے دل میں آگ لگی ہوئی تھی۔

''ہائے ہائے..... اللہ رحم کرے یہ تم کب سے خون آشام ہو گئی؟'' آرزو مذاق کے موڈ میں تھی۔

TAGPK.COM

''بھئی کس کا خون پینے کا ارادہ ہے!'' آرزو مسکرائی۔

''آرزو..... میرا میٹر بہت خراب ہے اس وقت میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں!'' لاریب جلال میں آ گئی۔

''ارے وجہ تو پتہ چلے!'' آرزو کو تشویش ہوئی۔

لاریب نے سارا فسانہ غم سُنا ڈالا۔

''لو بھلا اس میں فکر مند ہونے کی کیا ضرورت ہے..... تمہارے لئے ایک سے بڑھ کر ایک مشورے ہیں میرے پاس!'' آرزو لیڈی ڈاکٹر کی طرح بولی جس کی جیب میں مفت مشورہ تھا۔

''کان اِدھر کرو!'' اُس نے خفیہ انداز میں کھسر پھسر کی۔

مفت مشورہ سنتے ہی لاریب کھل اٹھی..... سارا تناؤ دور بھاگ گیا سارا جلال دور ہوا تو وہ [illegible] میں لوٹ آئی۔

✦✦✦

آرزو کے مشورے پر عمل کرنے کیلئے سحر خیزی لاریب کی مجبوری تھی۔ موسم یخ بستہ تھا۔ پورا علاقہ سرد ہواؤں کی زد میں تھا۔ دھند کی دبیز تہہ سرمئی آسمان کو ڈھانپے ہوئے تھی۔ پچھلے کئی سالوں کی نسبت اس بار موسم شدید سرد تھا..... پورا دن سورج راجہ کے انتظار میں گزر جاتا تھا۔ کہ وہ کب مخلوقِ خدا کو اپنا دیدار کروائیں گے۔ اور کب گرم شعاعیں دھند کو چیرتی ہوئی زمین تک پہنچیں گی۔ یہ انتظار، انتظار ہی رہ جاتا اور رات کو دھند گہری ہونے لگتی..... اتنے ظالم موسم میں انسان تو کیا چرند پرند بھی سو بار باہر نکلتے ہوئے سوچتے ہیں۔

منہ اندھیرے اٹھ کر لاریب نے نمازِ سحر ادا کی..... کچھ روشنی ہوئی تو اپنے منصوبے پر عمل کرنے کیلئے کمر کس لی۔ آج اسے جلدی سکول پہنچنا تھا بخت شجاع کے ولی عہد کو شکست دینی تھی۔ وہ اسے بتانا چاہتی تھی کہ وہ پہلے کسی سے ڈری ہے جو تم جیسی گاجر مولی سے ڈر جائے۔

سیاہ گرم شال کو اچھی طرح سے لپیٹ لیا تو چاند سا چمکتا چہرہ مزید حسین لگنے لگا..... سویٹر کے بازوؤں نے ہتھیلیوں تک کو چھپا رکھا تھا۔ گلابی مخروطی انگلیوں سے سویٹر کے کنارے تھام رکھے تھے..... وہ باہر نکلنے لگی تھی کہ مولوی صاحب سے سامنا ہو گیا۔

''آج اتنی جلدی جا رہی ہو؟'' سرد موسم اور ابھی اُجالا بھی نامکمل سا تھا ان کی حیرت بجا تھی

''وہ بابا..... دراصل.....!'' مولوی صاحب کی تربیت نے اسے جھوٹ سے دور رکھا تھا۔

''بابا..... آج سکول میں کام زیادہ ہے..... اگر میں دیر سے پہنچی تو بچے اور بھی سُستی دکھائیں گے.....!'' اُس نے کمزور سے بہانہ بنایا۔

''پتہ نہیں دماغ میں کیا چل رہا ہے اور بتا کیا رہی ہو!'' وہ خفگی سے بولے۔

وہ گزشتہ روز ہونے والے ہنگامے سے لاعلم تھے ورنہ اُسے کسی صورت سکول نہ جانے دیتے۔

لاریب نے کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی..... اس مذکرات میں پندرہ منٹ برباد ہو گئے تھے..... وہ خاموش ہوئے تو لاریب جلدی سے باہر نکل گئی..... سپہ سالار ملکہ نے بچوں کو پہلے ہی اطلاع دے رکھی تھی۔ وہ دروازے پر دستک دیتی تو جانثار باگا چلا آتا..... موسم کی شدت سے بے نیاز ان کی آنکھوں کے جگنو چمک رہے تھے۔

TAGPK.COM

''جلدی کرو..... ہری اپ..... ٹائم از شورٹ!'' وہ پُرجوش انداز میں بولی۔

گھر سے باہر نکل کر اندازہ ہوا کہ دھند نے پورے علاقے کو یرغمال بنا رکھا ہے۔ مگر آج اُس کیلئے سکول کھولنا زندگی موت کا مسئلہ تھا..... آج اُس نے زین العابدین اپنے نئے حریف کو شکست دینی تھی..... آج اُس کے قدموں میں طوفانی تیزی تھی..... وہ چل نہیں بلکہ اُڑ رہی تھی۔

''اتنی ظالم سردی میں وہ امیر زادہ کیا خاک بستر سے نکلے گا۔ ان لوگوں کی تو صبح تب ہوتی ہے جب ہم غریبوں کی شام ہوتی ہے۔ یہ ہم غریب ہی موسموں سے لڑنے کے عادی ہوتے ہیں۔ وہ بے چارہ تو ناک سُرخ کر کے نزلہ زکام میں مبتلا چھینکیں مار مار کر چھوئی موئی بنا لحاف میں دُبکا ہوگا'' لاریب دل ہی دل میں ہنسی۔

دھند بڑھتی جا رہی تھی۔ دور تو کیا نزدیک سے بھی کچھ واضح نہیں تھا۔ غالب گمان تو یہ تھا کہ وہ نہ صرف جلدی سکول پہنچے گی بلکہ اس امیر زادے کو منہ توڑ شکست بھی دے گی۔ وہ روز کی طرح سکول کھولے گی، اور پڑھائی مکمل کرے گی اور جو اُس کے رستے میں آیا اسے کاجر مولی کی طرح کاٹ کے رکھ دے گی۔

کچھ دور سے کچھ فاصلے پر ایک ہیولہ سا دکھائی دیا۔ تو دھند کی نے ہوشیار کر دیا۔

''یا اللہ کہیں وہ خبیث بدروح مجھ سے پہلے تو نہیں پہنچ گئی!'' وہ زیرِلب بڑبڑائی۔

سکول پہنچ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں.....

زین العابدین نہایت اطمینان سے ٹہل رہا تھا۔ پاس ہی لکڑیوں کو جلا کر سردی سے بچنے کا انتظام بھی کر رکھا تھا۔

''یہ آگ کیلئے لکڑیاں.....!'' لاریب کے ذہن میں جھماکا سا ہوا تختہ سیاہ کی ٹوٹی لکڑیاں اس مقصد کیلئے استعمال ہوئی تھیں۔ لاریب کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ چند لمحوں پہلے والی سردی کی شدت غائب ہوگئی۔

''آیئے آیئے اُستانی صاحبہ..... گڈ مارننگ.....!'' اترا اترا کر تمسخرانہ انداز میں چلتے ہوئے وہ قریب آیا..... چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔

''ویسے اُستانی صاحبہ..... آپ کے سٹوڈنٹس کہاں ہیں۔ کیا آج بچوں کے بغیر ہی سکول کھولنے کا ارادہ ہے!'' طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ استفسار کیا۔

لاریب نے تیزی سے مُڑ کر عقب میں دیکھا تو نہ بچہ نہ بچے کی ذات..... تیس چالیس بچوں کا لشکر اپنی سپہ سالار ملکہ کو میدان میں تنہا چھوڑ گیا تھا۔ دھند میں وہ یوں غائب تھے جیسے ان کا وجود ہی نہ ہو۔

یہ بچے تو کبھی سکندر عالم سے نہ ڈرے تھے پھر آج کیا ہوگیا.....

لاریب اندر ہی اندر بل کھا کر رہ گئی..... مگر اپنی پسپائی کا تاثر چہرے سے عیاں نہ ہونے دیا۔

''اُستانی صاحبہ..... آپ کے سٹوڈنٹس تو میرے ڈر سے بھاگ گئے اب آپ بھی چھٹی کریں۔ کہیں تو گھنٹی بجا دوں..... ویسے بھی آج ٹھنڈ بہت ہے!'' وہ استہزایہ لہجے میں کہتا پنجوں کے بل بیٹھا اور آگ کے قریب ہاتھ تاپنے لگا۔ چہرہ فتح مندی کے احساس سے سرخ ہو رہا تھا۔

''تم جو مرضی کر لو..... مجھے میرے مقصد سے روک نہیں سکتے.....!'' لاریب جو کافی دیر سے خاموش تھی زہر خند لہجے میں بولی۔

TAGPK.COM

''اوہ ویری نائس..... عزم و حوصلہ آپ کا (admiring) ہے مگر محترمہ ہمارے علاقے کے اصول و روایات آپ کو کسی نادانی کی اجازت نہیں دے سکتے۔ جو من مانیاں آپ نے کرنی تھیں کر لی (Now no more)!'' وہ جانتا تھا کہ لاریب اس علاقے کی واحد پڑھی لکھی لڑکی ہے اس لئے وہ بہت اطمینان سے انگریزی میں بات کر رہا تھا..... وہ اپنے ہاتھوں کو بار بار رگڑ کر گرم کرتا اور کبھی آگ کے قریب بیٹھ جاتا۔ اس کا انداز سخت چڑانے والا تھا وہ لاریب کی حالت کا مزہ لے رہا تھا۔

''بھاڑ میں جائیں تمہارے علاقے کے اصول..... جو صرف جہالت پر مبنی ہیں!'' لاریب کے ضبط کا پیمانہ چھلک ہی گیا۔

''زین العابدین نے ایک گہری خاموش نگاہ اُس پر ڈالی۔ اُس کی ہٹ دھرمی پہ ضبط تو وہ بھی کھو دینے کے قریب تھا مگر خود کو کمپوز کرنا اُسے آتا تھا۔ یہ لڑکی واقعی کچھ زیادہ اکھڑ تھی جو بدتمیزی سے ''آپ'' کی بجائے ''تم'' کہنا اس کا واضح ثبوت تھا۔

''استانی صاحبہ..... مونگ پھلی کھائیں گی.....!'' اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے زین العابدین نے جیکٹ کی جیبوں سے مونگ پھلی نکالی..... چند دانے اپنے منہ میں ڈالتے ہوئے لاریب کی جانب بڑھا دیئے..... لاریب نے ایک کھا جانیوالی نگاہ اس پر ڈالتے ہوئے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

بدتمیزی پہ بدتمیزی برداشت کر کے زیب العابدین اپنی فطرت کے خلاف چل رہا تھا۔

''بھاڑ میں ہمارے اصول نہیں بلکہ..... وہ جائے گا جو ان سے ٹکرانے کی شغف رکھتا ہے'' اس کے اندازِ گفتگو میں بلا کی ٹھنڈک تھی..... بہت کڑوی بات انتہائی تحمل سے مسکراتے ہوئے کہہ گیا..... شاید یہ بھی لحاظ اس وجہ سے تھا کہ وہ ایک مرد سے نہیں بلکہ ایک لڑکی سے مخاطب ہے۔

اس کی بات پر لاریب کا دماغ بھک سے اُڑ گیا۔ دل تو چاہا کہ آرزو کی ہر نصیحت بھول کر پتھر اٹھا لے اور اس ڈھیٹ خبیث انسان کا سر اپنے ہاتھوں سے کچل ڈالے..... اور کچھ دیر کیلئے وہ بھی جاٹ بن جائے.....

''اُستانی صاحبہ..... چلیں اب آپ بھی گھر جائیں..... چائے پئیں مونگ پھلی کھائیں اور ونٹر کو تھوڑا (Chill) کریں۔ ویسے (Chill) کا مطلب تو سمجھتی ہوں گی نا آپ..... بھئی آخر کو اس علاقے کی واحد پڑھی لکھی لڑکی جو ہیں!'' زین العابدین طنزیہ انداز میں مسکرایا۔

''میں تم سے ڈرنے والی نہیں ہوں..... کل تمہیں یہ سکول کھول کر دکھاؤں گی!'' غصے کے مارے لاریب کے وجود پر لرزش طاری تھی۔

''او کے فائن..... چلیں جناب دیکھتے ہیں کس میں کتنا ہے دم..... آج کا راؤنڈ تو آپ ہار گئیں..... کل کے راؤنڈ کیلئے بھرپور تیاری سے آیئے گا!'' وہ اس کی بدتمیزی کے جواب میں ''آپ جناب'' کر کے بات کر رہا تھا۔ وہ جتا رہا تھا کہ میں تم سے بہت زیادہ مہذب ہوں۔ مجھے ایک عورت سے بات کرنے کا طریقہ بخوبی آتا ہے..... وہ اطمینان سے چلتا دور دھند میں غائب ہو گیا اور..... جاتے جاتے لاریب کو ایک اور سخت چیلنج دے گیا تھا۔

✧✧✧

لاریب جلے پیر کی بلی بنی صحن میں چکر کاٹ رہی تھی۔

اُس کے دماغ میں منفی سوچوں کا انبار لگا ہوا

TAGPK.COM

۔ اُسے تو آج تک بخت شجاع اور سکندر عالم زیر نہیں کر سکے تھے۔ سکندر عالم چاہے جتنا مرضی ہنگامہ کرتا۔ مولوی صاحب چاہے جتنی رکاوٹیں ڈالتے..... وہ پھر سکول کھول لیتی تھی اور بچے اس معاملے میں اُس کے ہم قدم ہوتے تھے..... مگر آج بچوں کو کیا ہوا یہ ڈر کیوں گئے.....!'' دل کی جلن میں اضافہ ہوا تو زبان انگارے برسانے لگی۔

''اللہ کرے مرے یہ..... اس کی گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو..... پرزہ پرزہ ہو جائے اس کی گاڑی!'' اُس کا سانس دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔

بس نہیں چل رہا تھا کہ زین العابدین کو کچا چبا جائے..... پہلی دفعہ اسے بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا..... سیر کو سوا سیر جو ٹکرا گیا تھا۔

''میں سمجھتی تھی کہ یہ پڑھا لکھا ہوگا روشن خیال ہوگا مگر..... وہ تو سب کا باپ نکلا ہے..... بجائے کہ تعلیم اسے باقی مردوں سے بہتر بناتی بلکہ یہ وہ کمینہ تو بالکل صفر نکلا ہے!''

''ارے ارے! یہ کس کو بددعائیں اور کوستے دیئے جا رہے ہیں!'' مولوی صاحب مدرسے لوٹے تو لاریب کی صلواتیں ان تک بھی پہنچ گئیں۔

''بابا..... میں سمجھتی تھی یہ پڑھا لکھا ہے بہتر ہوگا۔ مگر یہ شخص تو بالکل جاہلوں کا سردار ہے!'' لاریب نے آگ کا گولہ منہ سے اُگلا۔

''نام تو بتاؤ..... کون ہے جاہلوں کا سردار..... کتنی بار منع کیا ہے تمہیں کہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو لعن طعن کرنا، بددعائیں دینا قبیح عمل ہے مگر تمہیں کوئی بات سمجھ ہی نہیں آتی!'' مولوی صاحب خفگی سے بولے۔

''بابا..... میں ناحق کس کو کوسنے نہیں دے رہی بلکہ وہ اس قابل ہے اور پورا پورا ''میرٹ'' پر اُترتا ہے!'' لاریب ہنوز غصے سے بولی۔

''اچھا مجھے نام بتاؤ اور اس کی زیادتی بھی بتاؤ تاکہ مجھے اندازہ ہو کہ تم کتنی حق پر ہو؟'' مولوی صاحب کی استہزائی نظریں اس کے پھولے ہوئے منہ پر تھیں۔

''بڑے مالک کا منحوس بیٹا..... زین العابدین!'' وہ بولی۔

''لاحول ولاقوۃ..... کیا ہو جاتا ہے لاریب ایک تو ان کی زمین اور ان کے علاقے میں تم من مانی کرتی ہو۔ ان کے اصولوں کی خلاف ورزی کرو اور یہ کہ وہ بددعاؤں اور کوسنوں کے مستحق ہیں!'' مولوی سٹپٹا گئے۔

''ان کے اصول غلط ہیں بابا..... اُن کی سوچ دقیانوسی ہے وہ روایات کے غلام لوگ ہیں.....!'' لاریب مقابل کو قائل کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتی تھی۔

''اچھا اچھا..... اب بس بھی کرو..... وہ یہاں کے مالک وہیں جو مرضی آئے کریں..... اگر وہ منع کر رہے ہیں تو تمہیں باز آنا پڑے گا..... چھوٹے مالک آتشی مزاج رکھتے ہیں..... وہ بڑے مالک کی طرح ہرگز نرم مزاج نہیں ہیں جو تم اتنے عرصے سے من مانی کرتی رہی ہو۔ بلکہ سکندر عالم بھی اپنی حد میں رہا ہے۔ تمہیں کوئی ضرورت نہیں ان کے مقابل آنے کی!'' مولوی عبدالرافع نے ہمیشہ کی طرح لاریب کی ہر دلیل کو رد کر دیا۔

وہ بیٹی کو شہہ دینے کا مطلب سمجھتے تھے کہ اس میں ذلت و رسوائی کے چھینٹے ان کے دامن پہ بھی گریں گے۔ وہ بہت جگہ لاریب کو درست سمجھتے تھے مگر اس کا حوصلہ کبھی نہیں بڑھاتے تھے۔

TAGPK.COM

کڑوا دوا سمجھ کر اس نے مولوی صاحب کی نصیحتیں سُن تو لیں مگر ضدی بچوں کی طرح باپ کے سامنے سے ہٹتے ہی وہ کڑوی دوا اُس نے تھوک دی۔ اُس کا دماغ انتقامی منصوبے سوچ رہا تھا۔ اُسے زین العابدین کو ہر صورت مات دینی تھی..... اسے اگلا راؤنڈ جیتنا تھا۔

اس مقصد کی خاطر اُس نے آرزو "عرف عام لیڈی ڈاکٹر" سے مشاورت تیز کر دی..... اسے تو ہر حال میں زین العابدین کا دماغ ٹھکانے لگانا تھا..... آرزو نے ہمیشہ کی طرح اسے مفید مشورے دیئے۔ کبھی سکول ٹیلے کے پیچھے، کبھی میدان کے اُس پار تو کبھی نہر کے اُس پار تو کبھی گھنے درختوں کے جھنڈ میں۔ مگر زین العابدین اُس کی ہر چال ناکام بنا دیتا۔ اس کا ہر منصوبہ فیل کر دیتا۔ وہ خرگوش کی طرح زیر زمین چلا جاتا تھا اور ایسی گہری لمبی سرنگ کھودتا کہ سرنگ کا اختتام لاریب کے ہر ٹھکانے تک ہوتا۔ پھر وہی بلوئی، شور و ہنگامہ، توڑ پھوڑ، بچوں کو ڈرانا دھمکانا، ان کے بستے پھینک دیئے جاتے کتابوں کو پھاڑ دیا جاتا۔ اس سارے عمل کا ایک نقصان تیزی سے ہونے لگا۔ بچوں کی تعداد کم سے کم ہونے لگی۔

"پتہ نہیں اس ذلیل نے کیا جنتر منتر پڑھا ہے کہ کوئی ترکیب فٹ نہیں بیٹھ رہی..... بچے اس کی شکل دیکھتے ہی بھاگ اٹھتے ہیں!" لاریب زہریلی ناگن بنی پھنکار رہی تھی۔

اُس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ایک موقع ملے اور زین العابدین کی پنڈلی پہ ڈس کر اپنا سارا زہر اُس کے بدن میں اُتار دے اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اس مصیبت سے نجات مل جائے۔

آرزو نہایت سنجیدگی سے سارے معاملے پر غور کر رہی تھی۔ اور پہلی بار بے بسی محسوس کر رہی تھی اور اس قصے کی سنگینی کو بھی مختلف پہلوؤں سے جانچ رہی تھی۔ اُس کے چہرے پر تفکر نمایاں تھا۔

"لاریب..... مولوی صاحب ٹھیک کہہ رہے تھے..... یہ شخص واقعی مختلف مزاج کا ہے مجھے نہیں لگتا کہ یہ تمہاری کوئی بھی ترکیب کامیاب ہونے دے گا..... بہت تیز بھی کھیر لگ رہا ہے" پہلی بار آرزو کے لہجے میں ناکامی کا احساس تھا۔ لاریب کی آنکھوں میں حیرانی چھا گئی..... یہ آرزو ہی تھی جو اس کی ہمت بندھانی آئی تھی۔ آج وہی ہمت ہار رہی تھی۔ لاریب کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

"آرزو اگر تم میرا ساتھ چھوڑنا چاہ رہی ہو تو ٹھیک ہے میں تنہا اس شخص کا مقابلہ کروں گی ... کمزوروں کا سہارا اللہ ہوتا ہے اور میرا ایمان ہے کہ وہ میرے ساتھ ہے.....!" آنسوؤں کو رگڑتے ہوئے وہ جانے کیلئے پلٹی تھی کہ آرزو نے اس کا بازو تھام لیا۔

"لاریب..... میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑ رہی..... میں تمہیں سمجھانا چاہ رہی ہوں کہ حالات تمہارے موافق نہیں ہیں۔ وہ تمہارے مخالف چل رہے ہیں اگر کل کو کوئی اونچ نیچ ہو گئی تو میں کبھی خود کو معاف نہ کر پاؤں گی مولوی صاحب کی نظروں میں ذلیل و رسوا ہو جاؤں گی!" آرزو کی آنکھوں میں نمی اس کے اخلاص کی مظہر تھی۔

"اسے اکیلا چھوڑنا ہی کہتے ہیں آرزو.....!" لاریب بچوں کی طرح ہچکیاں لینے لگی۔

آرزو اُسے بے بسی سے دیکھ رہی تھی کہ لاریب کو جب بھی اس کے مقصد سے دور کیا جاتا تو وہ یونہی بچوں کی طرح سسکنے لگتی تھی۔

اُس کی حالت اُس ناسمجھ بچے جیسی ہوگئی تھی جس سے اس کا من پسند کھلونا چھین لیا جائے تو وہ واویلا کرنے لگے رونے لگے اور کھانا پینا چھوڑ کر خود کو بھی اذیت دے اور اپنے پیاروں کو بھی تڑپائے۔

''اچھا بھئی..... یہ رونا دھونا تو چھوڑو سوچتے ہیں کوئی حل.....!'' آرزو ہمیشہ اس کے آنسو دیکھ کر ہار جاتی تھی۔ لاریب اُسے بے حد عزیز تھی۔ بالکل بہنوں والا پیار تھا دونوں میں۔ کندھوں سے پکڑ کر زبردستی اپنے سامنے بٹھالیا اور ہولے سے مسکراتے ہوئے اس ننھی بچی کے آنسو اپنے ہاتھوں سے پونچھنے لگی۔ جو جوان تو ہو گئی تھی مگر بالکل بچوں کی طرح ضدی تھی۔

''تم کسی اور جگہ بچوں کو پڑھانے کی بجائے میرے گھر پر پڑھا لو!'' آرزو نے لب کشائی کی جو اس کے غور و فکر کا نتیجہ تھی۔

''نہیں یہ تو بالکل بھی مناسب نہیں ہے..... تمہیں یاد ہے جب پہلے بھی ایک بار میں نے تمہارے گھر کو سکول کی جگہ استعمال کیا تو تمہارے بھائی اور ابو نے تمہیں کتنا مارا تھا۔ کتنے دن تک تم بستر پر پڑی رہی تھی۔ نا میرا گھر اور نہ تمہارا گھر..... یہ حل تو بالکل بیکار ہے!'' لاریب مایوسی سے بولی۔

اسے لگا کہ چاروں طرف اندھیرا پھیلنے لگا اور اُجالا کہیں کھو گیا ہے۔

''نہیں لاریب یہ تو بہت پرانی بات ہے اب ابو اور بھائی شہر میں ملازمت کرتے ہیں تو مہینہ مہینہ گھر نہیں آتے بالکل عمیر کی طرح.....!'' بے دھیانی میں آرزو کی زبان سے وہ نام نکل پڑا جو ہمیشہ اس کے چہرے کی رنگت بدل دیا کرتا تھا..... اس کے گلرنگ چہرے کو دیکھ کر تازہ گلاب کا گمان ہونے لگتا تھا۔ آنکھیں کے دھنک رنگ چھپانے کی ناکام سعی کرتی..... پہلے پہل تو لاریب کا دل چاہا کہ آج آرزو سے پوچھ ڈالے وہ داستانِ قدیم جو نا جانے کب سے دل کے صندوق میں پرانے راز کی طرح دفن ہے۔ مگر حجاب آڑے آیا کہ وہ پوچھ نہ پائی.....

آرزو کے گھر سکول کھولنے کا تجربہ کچھ دن تک سود مند رہا مگر زین العابدین نے یہاں بھی خلل ڈال دیا۔ بچوں کی تعداد کم ہوتے ہوتے بالکل برائے نام رہ گئی تھی۔ آخر ایسا کیوں ہو رہا تھا جو بچے اندر ہی اندر کم ہو رہے تھے۔ گھر گھر جا کر اُس نے وجہ معلوم کرنے کی کوشش کی مگر کوئی دروازہ کھولنے کی زحمت نہ کرتا اور اگر دروازہ کھل بھی جاتا تو گھر کا مرد اُس کے ساتھ خوب بدکلامی بھی کرتا اور نفرت سے دروازہ بھی یوں بند کر دیتا.....

''جاؤ بی بی معاف کرو..... ہماری بچیاں ان پڑھ ہی بھلی ہیں!'' اس ساری صورتحال نے لاریب کو نڈھال سا کر دیا تھا۔ چل چل کر وہ تھک چکی تھی۔ اُس کے چہرے پر برسوں کی تھکن چھائی ہوئی تھی۔ وہ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئی۔ غمزدہ نگاہوں سے ہر آنے جانے والے کو دیکھ رہی تھی..... اُسے لگا ہر آنکھ اس پر ہنس رہی ہے اس کا مذاق اُڑا رہی ہے..... ہر آنکھ میں اُس کیلئے تضحیک بھری تھی۔ اُس نے نظریں جھکا لیں۔ دو موٹے موٹے آنسو اس کی آنکھوں سے نکلے اور اُس کے آنچل میں کہیں کھو گئے۔

زمین پر پڑا تنکا اٹھا کر وہ زمین پر آڑھی ترچھی لکیریں لگانے لگی۔ اُس کی سوچیں منتشر تھیں۔ جو مختلف سمتوں میں محوِ پرواز تھیں..... آنسو پھر سے بہنے لگے۔

''ٹیچر..... یہاں کیوں بیٹھی ہیں؟'' گڑیا کی آواز پر تیزی سے آنسو صاف کرتی مصنوعی

TAGPK.COM

مسکراہٹ چہرے پر سجالی۔

''گڑیا..... تم سب سکول کیوں نہیں آتے؟'' اُس کے استفسار میں بے پناہ تجسس تھا۔

''ویسے ہی ٹیچر.....!'' گڑیا کا انداز سہما ہوا تھا وہ جواب دیتے ہوئے کترا رہی تھی۔

یہ لاریب کے سوال کا جواب تو نہیں تھا سو حیرت لازمی تھی۔ گڑیا جواب دیئے بغیر جانے لگی تھی کہ لاریب نے جلدی سے اُسے پکڑا تو اس کی جوتی ٹوٹ گئی۔

''گڑیا ..... میرے سوال کا جواب دو.....!'' لاریب نے تفصیلی ٹیچر کا روپ دھار لیا۔

''ٹیچر.....وہ.....امی بتا رہی تھی کہ چھوٹے مالک نے سختی سے منع کیا ہے کہ کوئی بچی مولوی صاحب کی بیٹی کے پاس پڑھنے نہیں جائے گی..... اور انہوں نے دو ہزار.....!'' گڑیا خوفزدہ انداز میں بولتے بولتے رک گئی اور اپنے منہ پر سختی سے ہاتھ رکھ لیا۔

''دو ہزار والی بات پوری بتاؤ.....!'' لاریب نے ڈپٹا

وہ شاگرد ہی کیا جو ٹیچر کی ڈانٹ پر سچ نہ اُگل دے۔

''ٹیچر..... انہوں نے ہر گھر میں دو ہزار بھجوائے ہیں۔ اور کہا ہے کہ اپنی بچیوں کو سکول نہ بھیجا جائے۔ اور اس حکم پر عمل کرے گا اگلے مہینے سے اُس کا ایک ہزار مہینہ بڑھا دیا جائے گا.....!'' گڑیا بولی۔

''گھٹیا..... کمینہ..... خبیث..... بے ایمان.....!'' لاریب کا دل نہیں بھر رہا تھا کہ اسے کیا کیا کہہ ڈالے۔

''بابا..... کہتے ہیں کہ کسی کو بُرا بھلا مت کہو۔ یہ بہودہ انسان اس سے بھی زیادہ لعن طعن کا حقدار ہے!'' زیرلب بڑبڑاتے ہوئے اُس نے قدم اُٹھائے تو یاد آیا کہ جوتی نے بیچ راستے ساتھ چھوڑ دیا ہے۔

''اسے بھی ابھی ٹوٹنا تھا.....!'' اُس نے جوتی ہاتھ میں پکڑی تو عقب سے گاڑی کے ہارن کی جھنجھلاہٹ سنی۔

''اُستانی صاحبہ..... ٹھنڈا پانی لیجئے۔ لگتا ہے آج کے راؤنڈ نے آپ کو خاصا تھکا دیا۔ So Sad۔ کہ آپ کی جوتی بھی ''جاں بحق'' ہوگئی ہے!'' زین العابدین نے مسکراتی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے ٹھنڈے پانی کی بوتل اس کی جانب بڑھائی۔

''ویسے شکل سے بے ایمان لگتے تو نہیں تھے مگر سیانے صحیح کہتے ہیں کہ اصل ''کالا پن'' تو دل میں ہوتا ہے۔ نورانی شکل تو شیطان بھی اختیار کر لیتا ہے مگر رہتا ''مردود'' ہی ہے۔'' لاریب نے بھڑکتے ہوئے کہا۔

اور اپنی ٹوٹی جوتی غصے سے پھینک کر ننگے پیر ہی چلنے کیلئے کھڑی ہوگئی۔

''کوسی سے ایمانی.....!'' پانی کا موٹا سا گھونٹ لیتے ہوئے زین نے جلدی سے پوچھا۔

گویا کہ اپنی بے ایمانی سے وہ خود لاعلم تھا یا کر کے بھول چکا تھا..... یا پھر تجاہل عارفانہ سے کام لے رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں حیرانی ہلکورے لے رہی تھی۔ لاریب کا طنزہ ٹھاہ کر کے سینے پہ لگا تھا

''دو دو ہزار کی بے ایمانی.....!'' اُس کے لہجے میں شعلوں کی لپک تھی۔

''اوہ.....!'' اب آنکھوں میں حیرانی کی جگہ اطمینان جھلکنے لگا۔

TAGPK.COM

لہجے میں صرف یہ بات نمایاں تھی کہ یعنی تمہیں علم ہو ہی گیا۔

''ہاں..... تو اس میں غلط کیا ہے.....؟''

لاپرواہ انداز میں کہتے ہوئے اُس نے ٹھنڈے پانی کی بوتل منہ سے لگالی۔

لاریب کی سلگتی نگاہیں زین العابدین کے چہرے پر تھیں۔

"Every thing is fair in love and war" بوتل کا ڈھکن بند کرتے ہوئے بات مکمل کی..... اُس کے چہرے پر بے نیازی کسی دلربا کی طرح رقص کررہی تھی۔ اگرچہ وہ مسکراتا ہوا بے حد دلکش لگ رہا تھا مگر لاریب کو اُس کی بے نیازی اور مسکراہٹ دونوں زہر لگ رہے تھے..... وہ ہرگز اپنی بے ایمانی پہ ہرگز شرمندہ نہیں تھا..... اور نہ ہی اس پر کہ لاریب کو علم ہو چکا ہے..... وہ ان لوگوں میں سے تھا جو اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے کسی حد تک بھی جاسکتے تھے۔

وہ بخت شجاع کا اکلوتا وارث تھا..... اس علاقے کا مالک سیاہ کرے یا سفید کرے کوئی اسے روک ٹوک نہیں سکتا تھا۔

''ویسے اگلا پروگرام کیا ہے اُستاین صاحب..... ہار مانی یا ابھی مزید راؤنڈ کھیلنے کیلئے دم خم باقی ہے.....!'' زین العابدین ڈھٹائی سے بولا۔

''تم جیسے بے ایمانی شخص سے تو زندگی کے آخری سانس تک ہار نہیں مانوں گی!''

حالات کے قدموں میں قلندر نہیں گرتا
ٹوٹے جو ستارہ تو زمین پر نہیں گرتا
گرتے وہیں سمندر میں بڑے شوق سے دریا
لیکن کبھی دریا میں سمندر نہیں گرتا

''ویری گڈ..... مولوی صاحب نے کافی اچھی تربیت کی ہے آپ کی بیٹی نہیں بلکہ بیٹے کی طرح پالا ہے..... مردوں سے مقابلے کا فن بھی خوب سکھایا ہے..... لیکن ایک بات اچھی طرح سے سمجھ میں محترمہ.....!'' وہ ایکدم سنجیدہ اور غضبناک ہوگیا۔

''جو عورتیں مردوں کے مقابلے آنے کی خواہش ہوں وہ بری طرح سے شکست کھاتی ہیں..... کیونکہ وہ مردوں کی فہم و فراست تک نہیں پہنچ سکتی..... جاگتے میں خواب دیکھنا چھوڑ دیں۔ کہ اس علاقے میں لڑکیوں کا سکول بناؤں گی..... اور باقی عورتوں کو بھی اپنی طرح باغی، ضدی اور ہٹ دھرم بنالیں گی..... آپ کی ہر بیوقوفی کا توڑ میں جانتا ہوں اور ہر حد تک جاسکتا ہوں..... آپ لڑکی ذات ہیں اس لئے کافی لحاظ کر چکا ہوں ورنہ.....!'' وہ جو چند قدم آگے بڑھ آیا تھا تو اُس کے بیش قیمت لباس میں سے اٹھتی پرفیوم کی بھینی بھینی خوشبو لاریب کی سانسوں میں اُتری۔

وہ اسے کینہ توز نگاہوں سے گھور رہی تھی۔ جو اُس کے خیال میں خاصا فرعون صفت لگ رہا تھا۔

''اور یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ نقصان ہر صورت عورت کا ہی ہوتا ہے۔'' مرد کی طاقت، بالادستی، حاکمیت، عورت پر برتری کا احساس کیا کچھ نہیں تھا جو اُس کے انداز سے ظاہر نہ ہو رہا ہو۔

سیاہ چمکدار قیمتی گاڑی مٹی کے بگولوں میں بہت دُور نکل گئی تھی..... دُھندلایا ہوا منظر آنسو کی وجہ سے مزید دُھندلا گیا تھا..... وہ غلط بات پہ کتنا بااعتماد تھا۔ اس لئے کہ مرد ہے طاقت رکھتا ہے اس علاقے کا مالک ہے..... لاریب نے آنسو پونچھے..... تو آنسوؤں کا زوردار ریلا پھر

TAGPK.COM

سے اُمڈ آیا۔

اپنی سوچ کے سائے میں تنہا کھڑی لاریب کے شانے پہ کسی مہربان نے ہاتھ رکھا تو اُس نے پلٹ کر دیکھا۔

''عمیر.....!'' عمیر کو اپنے سامنے دیکھ کر اُس کا دل بھر آیا۔

''گھر چلو لاریب.....!'' عمیر کے چہرے پر ہمیشہ کی طرح مہربان مسکراہٹ تھی یا شاید وہ محبت جو اُس کے دل میں لاریب کیلئے تھی..... جس سے لاریب ابھی تک لاعلمی تھی۔

''عمیر.....میری جوتی.....!'' لاریب نے ہمیشہ کی طرح عمیر سے مدد مانگی۔

''میری پہن لو.....؟'' عمیر ہمدردانہ لہجے میں بولا۔

''مگر تم.....؟'' لاریب خودغرض دوست ہرگز نہ تھی۔

''لاریب..... میری فکر چھوڑو..... میں تمہیں کسی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا.....

''میں ننگے پاؤں چل لوں گا!'' عمیر کا خلوص دیکھ کر لاریب کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔

✧✧✧

سیاہ آسمان کے بطن سے پھوٹتی روشنی گھنے کُشادہ درخت میں سے گزرتے ہوئے صحن کے مخصوص حصے میں ہالہ بنائے ہوئے تھی..... نور کے اُس ہالے میں دو نفوس محوِ گفتگو تھے۔

''اور کتنے آنسو بہاؤ گی لاریب؟'' اُسے دُکھی دیکھ کر عمیر کا دل بھی سُلگ رہا تھا..... کیا بتاتا اُسے اور کیسے بتاتا کہ روتی تم ہو اور آنسو میرے دل پہ گرتے ہیں۔ پتھر تمہیں لگتا ہے چوٹ مجھے آتی ہے۔

''رونے دو عمیر..... مجھے مت روکو!'' ڈھیروں آنسو اُس کے گلابی گالوں سے پھسلے اور صحن کی نرم مٹی میں غائب ہو گئے۔

''مل جانے دو میرے آنسوؤں کو مٹی میں..... یہ اس قابل ہی ہیں بالکل بے کار..... اور فضول..... یہ اللہ کو منا نہیں سکے..... میرے مقصد میں مجھے کامیاب نہیں کروا سکے۔ تو اچھا ہے کہ مل جائیں مٹی میں!'' جھلسے ہوئے دل سے الفاظ بھی جھلسے ہوئے نکلے۔

''مایوس ہو گئی مولوی عبدالرافع کی بیٹی اللہ سے؟'' عمیر نے انتہائی غمزدہ انداز میں کہتے ہوئے اس کے آنسو پونچھے۔

''نہیں عمیر..... میں اللہ سے ہرگز مایوس نہیں ہوں۔ میں اللہ کے بندوں سے مایوس ہو گئی ہوں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کلمہ تو پڑھتے ہیں مگر ان کی تعلیمات میں صرف ان باتوں کو اپناتے ہیں جو ان کے مزاج کے مطابق ہوں باقی کو اپنی مرضی سے نظر انداز کر دیتے ہیں۔ تعلیم عورتوں کیلئے بھی اتنی ہی ضروری ہے جتنی مردوں کیلئے.....!'' دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپا کر وہ زار و قطار رونے لگی۔ اس کی اشکبار آنکھیں اُس کے دل کا فسانہ سُنا رہی تھیں۔

''تم میرے ساتھ شہر چلو لاریب!'' عمیر اب ضبط نہ کر سکا تو بول اُٹھا

''شہر؟'' لاریب کی آنکھوں میں حیرت تھی۔

عمیر اُس کی حیران نگاہوں کے جواب میں گھبرا اُٹھا۔

دل تو چاہتا ہے کہ صاف صاف کہہ دے کہ میرے ساتھ شہر چلو۔ ہم نئی دنیا نیا جہان آباد کریں گے..... جس میں صرف خوشیوں کا راج ہوگا..... مگر ہمیشہ کی طرح کچھ کہہ نہ پایا۔

''میرے کہنے کا مطلب ہے

TAGPK.COM

لاریب.....!'' وہ قدرے ہکلایا۔

''تم پڑھی لکھی ہو شہر میں بہت اچھے گرلز سکول ہیں۔ وہاں جاب کرنا اپنی تعلیم بڑھانا اور پھر اللہ نے موقع دیا تو اپنا سکول بھی کھول لینا۔ شہر میں ترقی کے بہت مواقع ہوتے ہیں!'' آج پھر وہ دل کی بات کرنے میں ناکام رہا تھا۔ دل کو ملامت کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

''اور میرا علاقہ عمیر..... اُس کا کیا ہوگا.....!'' وہ عمیر کے دلی جذبات سے یکسر لاعلم بولی۔

''کیا میرے علاقے میں علم کا نور کبھی نہیں پھیلے گا؟ یہاں علم کی شمع کبھی نہ جلے گی؟ کیا یہاں سدا جہالت کا وحشیانہ رقص جاری رہے گا؟ کیا یہاں پر لڑکیاں جہالت کی علامت بنی رہیں گی؟ جن کی پیدائش کا مقصد صرف ہانڈی چولہا کرنا، شوہر کی خدمت کرنا، بچے پیدا کرنا اور پھر اندھیری قبر میں اُتر جانا..... تو یوں ہوئی زندگی تمام!'' لاریب نے نفرت سے آنسو رگڑے۔ لاریب کی زندگی میں اس کا مقصد ہی سب کچھ تھا۔ وہ اس سے آگے کچھ نہ سوچتی تھی اور نہ ہی اس سے ہٹ کر کچھ سوچنا چاہتی تھی۔ عمیر کے دل میں ٹیس سی اٹھی۔

''پتہ نہیں پھر یہ دل خوش فہم کیوں محوِ رقص ہو چلا تھا؟'' وہ دُکھی ہوا۔

''نہیں..... ضروری تو نہیں کہ وہ آج میرے بارے میں نہیں سوچتی تو کبھی نہیں سوچے گی.....!'' دل کی ڈھارس نے عمیر کو پھر سے ہمت دے کر کھڑا کر دیا۔

''اچھا چلو چھوڑو ان باتوں کو..... دیکھو میں اس بار تمہارے لئے کیا لایا ہوں!'' عمیر نے اس کا دل بہلانے کیلئے موضوع بدلا۔

لاریب کی بھیگی آنکھیں مسکرانے لگیں۔ تو عمیر کو لگا کہ وہ پھر سے جی اُٹھا ہے..... یہ آنکھیں ہی تو اس کی زندگی تھیں..... ان کی خوشی کیلئے وہ کچھ بھی کرنے کو تیار رہتا تھا۔

تیری مسکراتی یہ تابندہ آنکھیں
ہیں گہوارہ دوشیزہ صبحِ نو کا
کہ آکاش کے دو ستاروں کا سنگم
بھٹکے ہوئے جیسے دو نیلے شبنم
مجھے اُڑنے دے ان کی نیلی فضاء میں
یہاں تک طے کر کے یہ ساری دنیا
میں ہو جاؤں گم ان کی گہرائیوں میں
روپہلی سنہری سی پرچھائیوں میں
تیری مسکراتی یہ تابندہ آنکھیں

✧✧✧

علاقے میں لڑکیوں کا سکول بند کروانا زین العابدین کا مستحسن عمل قرار دیا جا رہا تھا۔ بنگلے کے مکینوں کے علاوہ ریشم اور سکندر عالم کی طرف سے بھی بہت داد لُٹائی جا رہی تھی کہ سانپ بھی مر گیا اور لاٹھی بھی محفوظ رہی..... ہاں اس ہجوم میں فردِ واحد ایسا بھی تھا جس کے دل میں قلق تھا کہ سکول کیوں بند ہوا..... اُسے افسوس ہوا کہ اگر کوئی لڑکی اس علاقے کیلئے ہمت دکھا رہی تھی تو اس کے ساتھ بجائے کہ تعاون کیا جاتا بلکہ اُس کا راستہ روکا جا رہا تھا..... اُسے باغی قرار دیا جا رہا تھا..... افسوس کہ روایات کے غلام اپنے دیوتاؤں کو راضی کرنے میں مگن تھے۔ فرحین دل ہی دل میں افسوس تو کر سکتی تھی مگر اظہار پر پابندی لگی ہوئی تھی۔ سکول کے بند ہونے یا کھلنے سے جو فرد سب سے زیادہ بے نیاز تھا وہ ریشم تھی۔ اسے کسی بات کی فکر نہ تھی۔ نسلیں یونہی جہالت کے اندھیروں میں ڈوبی رہیں..... اُس کی بلا سے..... اُسے صرف زین العابدین کی فکر تھی اس کی چاہ تھی..... جس نے اتنے دن سے

اس کی خبر گیری تک نہ کی تھی..... وہ سیڑھیوں سے گر کر زخمی ہوئی تو پاؤں میں موچ آ گئی تھی۔ کئی دن تک وہ بستر پر پڑی کراہتی رہی مگر مجال ہے جو اُس ستم گر کو خیال آتا..... رحم آتا..... دیکھنے یا ملنے کی تڑپ ہوتی۔

ہمیشہ کی طرح خود سے جھگڑتی وہ زین العابدین سے ملنے چلی آئی۔

''ویسے زین جی..... انسان کو اتنا ظالم اور کٹھور نہیں ہونا چاہئے!'' اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو بے دردی سے مروڑتے ہوئے وہ شکوہ کرتے ہوئے بولی۔

''ظالم اور میں..... مگر کس وجہ سے؟'' مالٹے کے بیج منہ سے نکالتے ہوئے اُس نے گھاس پر پھینکے اور سوال پوچھا۔

اُس کی یاد میں کوئی رو رو کر شب و روز گزار رہا تھا اور اس کی بے نیازی کمال ٹھہری.....

''اتنے دن سے بستر پر پڑی تھی موچ کی وجہ سے مگر آپ کو ایک بار بھی خیال نہ آیا کہ دیکھ لوں کہ ریشم زندہ ہے یا مر گئی؟'' وہ روہانسی ہونے لگی۔

''وہ زین العابدین سے محبت جنون کی حد تک کرتی تھی۔ مگر یہ تو نہیں کہ انسان محبت کے بغیر کسی کا حال چال پوچھنے سے بھی جائے۔

''مجھے اندازہ تھا کہ تم ابھی مری نہیں ہو کیونکہ علاقے کی مسجد میں تمہارے جنازے کا اعلان نہیں ہوا تھا اور نہ ہی بابا جان نے کفن دفن کی کوئی ڈیوٹی میرے ذمے لگائی تھی۔ اور ویسے بھی تمہاری جیسی شکلیں بہت لمبی عمر لکھوا کر لاتی ہیں بالکل ''اچھا دھاری ناگن'' کی طرح!'' زین العابدین کے لبوں پہ مسکراہٹ تھی۔

ریشم کا منہ لٹک گیا تھا..... زین العابدین ہمیشہ اس کا دل توڑ دیتا تھا۔ وہ خود ہی اُسے جوڑ کر دوبارہ سے اُس کی طرف بڑھتی تھی۔

''ہاں زین جی..... آپ تو چاہتے ہیں کہ میں مر جاؤں اور آپ کسی اور لڑکی سے شادی کر لیں!'' شکی عورتوں کی طرح ریشم کی تان یہاں آ کر ٹوٹی تھی۔

زین العابدین کی بے نیازی اور لاپروائی ہمیشہ اس کا دل جلاتی تھی۔ مگر آج تو حد ہو گئی تھی..... اُس نے غصے سے اس کے ہاتھ سے مالٹا چھینا اور دور پھینک دیا۔

''ریشم یہ کیا بدتمیزی ہے میں مذاق کر رہا تھا..... اس میں اتنا (possessive) ہونے کی کیا ضرورت تھی؟'' وہ بولا۔

''Your Sence of humour is very bat زین جی!'' اُلٹی سیدھی انگریزی وہ اتنے اعتماد سے بولتی کہ لفظ (Bad) کو (Bat) بنا دیا تھا۔ ریشم روتی دھوتی سر پیر پٹختی چلی گئی مگر زین العابدین کتنی دیر تنہا کھڑا ہنستا رہا وہ واقعی اکثر اسے بہت زیادہ ستا دیتا تھا..... اُسے اس بات کا اچھی طرح سے احساس تھا۔ لیکن وہ مجبور تھا..... وہ انتہائی سنجیدہ مزاج تھا جو مسکراتا بھی کبھار تھا۔ ریشم اس کے معیار پر پوری نہیں اُترتی تھی..... شوخ، چنچل، قدرے غیر سنجیدہ اور تھوڑی مغرور سی ریشم ہرگز زین العابدین کا آئیڈیل نہیں تھی۔ اسے بعض اوقات بہت غصہ آتا تھا کہ خاندان والوں نے بچپن کی منگنی کی روایت کیوں ڈال رکھی تھی۔ بے شک اُس کے آئینہ دل پہ کسی کا عکس نہیں تھا۔ مگر ریشم کا عکس تو بالکل بھی نہیں تھا.....

✦✦✦

بے کیف سے ایام زیست گزر رہے تھے..... قنوطیت لاریب کے وجود کے ساتھ کئی اژدھے کی طرح لپٹی ہوئی تھی..... جو وقفے

TAGPK.COM

وقفے سے اُس کے وجود کے جوڑ ہلا کر رکھ دیتی تھی۔ وہ درد سے کراہ رہی تھی مگر اس کیفیت سے نکل نہیں پا رہی تھی..... اُس کا سکول کیا بند ہوا سارے جہاں میں ویرانی سی چھا گئی..... بے مقصد زندگی اسے پہروں رُلاتی تھی۔

زندگی کچھ اور شے علم ہے کچھ اور شے
زندگی سوزِ جگر ہے علم ہے سوزِ دماغ

وہ چھت پہ کھڑی اپنے سکول کو دیکھ رہی تھی..... ''چھجا'' اپنی جگہ کھڑا تھا مگر اس کے گرد و پیش میں کافی دنوں سے کوئی کھدائی کا کام شروع تھا۔ کوئی بتا رہا تھا کہ علاقے کی ضرورت کیلئے ایک اور ٹیوب ویل کیلئے کھدائی کی جا رہی تھی۔ کوئی بتاتا کہ یہاں پر بچوں اور عورتوں کیلئے ڈسپنسری بنوائی جا رہی ہے۔ اور یہ سب کام چھوٹے مالک کے حکم کے مطابق ہو رہا ہے۔

ذہن کے پردے پر کچھ خوشگوار ایام ابھرنے لگے۔ سکول کی گھنٹی بجنے لگی۔ بریک کے دوران وہ بچیوں میں ریس کا مقابلہ بھی رکھتی تھی۔ جیتنے والی بچی کو انعام بھی دیا جاتا تھا۔ یعنی پڑھائی کے علاوہ غیر نصابی سرگرمیوں کا بھی رُجحان تھا..... وہ بچوں کو صرف کتابی کیڑا نہیں بنا رہی تھی۔ بلکہ ان کی باقی صلاحیتوں کو نکھارنے پر دھیان رہتا تھا وہ تقریری مقابلہ بھی رکھتی تھی۔ ہر روز کوئی نہ کوئی ایکٹیویٹی اُس کے پلان میں ضرور شامل ہوتی تھی۔ جتنی محنت و دلجمعی سے وہ بچیوں کو پڑھا رہی تھی۔ بچیاں بھی اتنی ہی دلچسپی ظاہر کرتی تھیں۔ آہ..... اس نے گہرا سانس لیا۔

''اگر علاقے کیلئے تعمیری کام کروانے کا اتنا شوق ہے تو میرے سکول کی جگہ پر ہی کروانے ہیں.....!'' وہ تنفر سے سوچتی۔ زین العابدین کیلئے اُس کے دل و دماغ میں نفرت بھری سوچیں بھرنے لگیں۔

''اللہ کرے اس کی شادی ہو۔ اس کے ہاں بھی بیٹی ہو..... جنگلی جاہل بیٹی..... پھر نواب صاحب کو احساس ہوگا کہ ایک انتہائی پڑھے لکھے باپ کی جاہل بیٹی کیسی لگتی ہے۔ ہر ادب و آداب سے عاری ہر طریقے سلیقے سے آزاد، اُس دن اسے پتہ چلے گا کہ تعلیم لڑکیوں کا کتنا قیمتی زیور ہے'' وہ بے حد افسردہ تھی۔

اپنے دھیان میں لیٹے آئی تو اسے مولوی صاحب کے کمرے سے سرگوشیوں کی آواز آئی تو قدم خود بخود رک سے گئے وہ یوں کان لگا کر باتیں سُننے کی عادی تو نہ تھی مگر چونکہ اپنا ذکر ہو رہا تھا تو توجہ لازمی تھی۔

مولوی صاحب عمیر سے لاریب کی شادی کی بات کر رہے تھے کہ لاریب کا دھیان سکول سے ہٹایا جائے۔ وہ عمیر کو اس سلسلے میں ضروری ہدایات دے رہے تھے اور عمیر سر جھکائے فرماں برداری سے سر ہلا رہا تھا۔

''لاریب..... میں شہر جا رہا ہوں۔ اگر کوئی ضرورت کی چیز منگوانی ہے تو بتاؤ!'' روانگی سے قبل عمیر اس کے کمرے میں آیا۔ اُس کا انداز اور لہجہ دونوں بدلے بدلے سے تھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ اندر ہی اندر کوئی بہت بڑی خوشی ملی ہے۔ یوں جیسے کوئی دیرینہ خواہش پوری ہونے جا رہی ہے۔

''ضرورت کی چیز یا جہیز کا سامان؟'' وہ گویا بھری بیٹھی تھی۔

''جو مرضی سمجھ لو.....!'' عمیر نظریں چُراتے ہوئے بولا۔

''بابا کو بتا دو۔ مجھے ابھی شادی نہیں کرنی!'' وہ سپاٹ لہجے میں بولی اور کھڑکی کے پاس آ کر رُخ موڑ کے کھڑی ہوگئی۔

''مگر کیوں لاریب!'' بے کل سا عمیر بولا۔

TAGPK.COM

''کیوں کی وجہ تم جانتے ہو عمیر؟'' لاریب سنجیدگی سے بولی۔

''لاریب کب تک سکول سکول کی رٹ لگائے رکھو گی؟ زندگی کو کیوں نارمل نہیں ہونے دیتی۔ مجھے یہ تمہارا مقصد نہیں اب پاگل پن لگنے لگا ہے'' عمیر جھنجھلایا۔

''ہاں ہوں پاگل تو کیوں مجھ پاگل کی شادی کر رہے ہو..... اگر پاگل کی نماز معاف ہے تو اس پر نکاح بھی لازم نہیں ہے'' آنسوؤں کو بے دردی سے رگڑتے ہوئے اس نے ایک اور فتویٰ لگایا۔

''لاریب تم بات کو سمجھ کیوں نہیں رہی۔ ایک شخص تمہیں اپنے علاقے میں سکول کھولنے کی اجازت نہیں دے رہا مگر تم بضد ہو۔ خود سوچو تمہاری بات بعید از عقل ہے!'' عمیر بھی آج غصے میں آ گیا۔ جو ہمیشہ سے نرم خو تھا مگر لاریب کی ضد نے چڑا کر رکھ دیا تھا۔

''زمین اس کی نہیں ہے عمیر..... اللہ کی ہے۔ اور اللہ کے حکم کے مطابق فیصلے ہوتے ہیں آج سکول بند ہوا ہے مگر اُس کا قطعی یہ مطلب نہیں ہے کہ اب سکول دوبارہ کبھی نہیں کھلے گا۔ میں حوصلہ نہیں ہاری میں حالات موافق ہونے کے انتظار میں ہوں۔ ہواؤں کا رخ دیکھ رہی ہوں۔ آج میں ناکام ہوں مگر میری نیت اور جذبہ سچا اور خالص ہے ایک وقت آئے گا جب سارا علاقہ میری حمایت میں ہوگا!'' وہ عالم جوش میں بولے جا رہی تھی اور عمیر لق دق اسے تکتا جا رہا تھا۔

وہ کوئی عام سی خواہش رکھنے والی لڑکی نہ تھی بلکہ اس کا مقصد تو بہت ارفع تھا..... اس کی سوچیں تو بہت اعلیٰ تھیں اس کے ارادے چٹانوں جیسے مضبوط اس کا یقین کامل تھا۔ وہ ٹھان چکی تھی کہ اس علاقے میں لڑکیوں کا سکول ضرور کھولوں گی اور زندگی کے آخری سانس تک اس مقصد کیلئے لڑوں گی۔

عمیر کو لگا وہ بیکار میں بحث کر رہا ہے۔ وہ چاہ کر بھی لاریب کو قائل نہ کر پائے۔ اسے کئی بار لگتا تھا کہ لاریب بہت خاص لڑکی ہے اس کے نصیب کا ستارہ بہت روشن ہے وہ غلط جگہ دل لگا بیٹھا ہے لاریب اُس کے مقصد کا ستارہ نہیں ہے۔

✧✧✧

چہار سو چھائی تاریکی میں امید کی کرن پھوٹ پڑی۔ ہواؤں کا رخ ایکدم بدل گیا۔ عشق کو پر لگا کر اُڑنے کا حکم ہو گیا۔ خاک کو جگنو کی طرح چمکنے کا اذن ہو گیا دعائیں مستجاب ہوئیں۔ راہ کی رکاوٹیں دور ہوئیں۔ ستاروں کی چال اُلٹ گئی۔ بندش خود کسی شکنجے میں جکڑی گئی..... اشکوں کی شفافیت نے بارگاہِ ایزدی میں شرفِ قبولیت پالیا۔ مٹی میں ملے آنسو بھی رائیگاں نہیں گئے۔

''چھوٹے مالک کچھ عرصے کیلئے باہر جا رہے ہیں واپسی کا کچھ پتہ نہیں ہے شاید چھ مہینے یا پھر سال.....!'' یہ الفاظ لاریب کے مرجھائے ہوئے دل پر پھوار کی صورت برسے تو وہ گلاب، چمپا، چنبیلی، رات کی رانی کی طرح کھل اٹھی۔

مولوی صاحب صحن میں کھڑے اپنے شاگرد سے محوِ گفتگو تھے۔

زالِ شب میں کسی کی صدا نکل آئے
ستارہ ڈوبے ستارہ نما نکل آئے
عجب نہیں کہ یہ دریا نظر کا دھوکا ہو
عجب نہیں کہ کوئی راستہ نکل آئے

وہ جس سے کہ دعا کر رہے ہیں سارے چراغ
اب اس طرف کوئی موج ہوا نکل آئے

TAGPK.COM

یہ کس نے دستِ بریدہ کی فصل بوئی تھی
تمام شہر میں نخلِ دُعا نکل آئے
خدا کرے صفِ سرداں وگاں نہ ہو خالی
جو میں گروں تو کوئی دوسرا نکل آئے

لاریب کی آنکھوں میں شکر کے آنسو تھے۔ خوشی کے آنسو تھے۔ اُسے لگا زمین و آسمان بھی اُس کے ساتھ خوشی سے جھوم رہے تھے۔

تیری خودی میں گر انقلاب ہو پیدا
عجیب نہیں ہے کہ یہ چار سُو بدل جائے

✧✧✧

پُرانے سے صندوق سے مٹی کا گولک نکال کر چھنکایا تو آواز دور دور تک پہنچی۔ اب وہ تھی اور اس کا مقصدِ حیات۔ اُس نے کمر کس لی اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کیلئے منزل خود حل کر قریب آ گئی تھی۔ راستے خود اس کے ہمراہ سفر میں تھے۔ اُسے اپنے پیر مضبوط سے جمانے تھے۔ وہ آزاد تھی۔ اسے پروانہ آزادی جو مل گیا تھا۔ اس نے سکول کے نام پر مضبوط ہال نما کمرہ بنالیا۔ آرزو سمیت علاقے کی خواتین بھی مردوں کی نظروں سے بچ بچا کر اس کے ساتھ خوب تعاون کرنے لگیں۔ رنگ و روغن نے بھی سکول کو خوب نکھارا۔

آرزو ہمیشہ کی طرح اس کے شانہ بشانہ تھی۔ لاریب نے اسے بطورِ ہیلپر رکھ لیا تھا جو سکول کے حوالے سے مفید مشورے بھی دیتی تھی۔ آرزو بھی خوش تھی کہ بچپن میں خواہش کے باوجود سکول کی شکل تو نہ دیکھ پائی چلو اب اسی بہانے اسے یہ موقع بھی مل گیا..... علاقے کی تمام عورتیں لاریب کے کام کو سراہ رہی تھیں۔ اُسے جھولی بھر بھر دعائیں دے رہی تھیں۔ ان کی نظر میں یہ بے انتہا ہمت والا کام تھا جو لاریب کر گزری تھی۔ اور یہ احساس بھی انہیں سرور کئے ہوئے تھا کہ اب ان کی نسلیں بھی جہالت سے دور ہوں گی۔ یہ حالت تو علاقے کی عورتوں کی تھی مگر مردوں کی حالت یکسر مختلف تھی۔ وہ دل ہی دل میں لاریب کو بد دعائیں دیتے..... اُسے کینہ توز نگاہوں سے گھورتے۔ اور طنزیہ باتیں کرتے ان کی مردانگی پر کاری ضرب جو لگی تھی کہ عورتیں تعلیم حاصل کر کے ان کے منہ جو لگ رہی تھیں..... وہ ہر لمحہ دعا گو رہتے کہ چھوٹے مالک وطن واپس آ کر دوبارہ سے اس منہ زور ''اتھری گھوڑی'' کو قابو کریں گے۔ پھر مزہ آئے گا.....

مگر لاریب ان باتوں سے بے نیاز اپنے کام میں مگن تھی۔ اس کی تمام تر توجہ اپنے مقصد پر تھی۔ اس نے ہال نما کمرے کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ایک حصہ قدرے بڑا تھا اور دوسرا کچھ چھوٹا تھا۔ اس میں ایک عدد میز اور کرسی رکھ کر آفس بنایا گیا تھا۔ جس میں بچیوں کی مائیں آ کر ملاقات کرتیں۔ بچوں کی تعداد دن بدن بڑھتی جا رہی تھی۔ زیادہ تعداد بچیوں کی تھی مگر کچھ بچے بھی شامل تھے اور اس پر لاریب کو کوئی اعتراض نہیں تھا۔ وہ صرف علم کی روشنی پھیلانا چاہتی تھی۔ لڑکا یا لڑکی اُس کیلئے دونوں برابر تھے۔ مگر چونکہ علاقے میں لڑکیوں کے سکول کی ضرورت تھی۔ یہی بات اُس کے فوکس میں تھی۔ مگر مردوں کو یہ دیکھ کر خطرے کی بُو آتی تھی کہ آج یہ لڑکیاں علم حاصل کر رہی ہیں کل کو ہماری برابری کریں گی۔

وہ جلد ہی اس ہال نما کمرے کو سکول کی شکل دینا چاہ رہی تھی.....

سکول میں بریک ٹائم تھا۔ لاریب آفس میں بیٹھی ضروری کام کر رہی تھی۔ باہر میدان کے مخصوص حصے میں بچے کھیل کود میں مصروف تھے

کہ ایک نقاب پوش خاتون سکول میں داخل ہوئی۔ وہ مکمل حجاب میں تھی سوائے اس کی آنکھوں اور ہاتھوں کے کچھ دکھائی نہ دے رہا تھا۔

''السلام علیکم!'' اس کی موجودگی سے بے خبر وہ رجسٹرڈ پر جھکی ہوئی تھی کہ آواز پر چونکی۔

''وعلیکم السلام..... تشریف رکھیے!'' لاریب کا لہجہ شائستہ تھا اور لبوں پہ تبسم بکھرا تھا۔

''آپ کا سکول دیکھا..... بہت دلی خوشی ہوئی..... یہ اس علاقے کا پہلا واحد لڑکیوں کا سکول ہے!'' وہ خاتون کھڑکی سے باہر کھیلتے کودتے بچوں کو دیکھتی ہوئی بولی۔

اُس کی آنکھس میں خوشی کے رنگ تھے اور لہجہ متاثر کن تھا۔ جو اس بات کا عکاس تھا کہ سکول کو دیکھ کر اسے دلی خوشی ہوئی ہے۔ لاریب نے مسکراتے ہوئے اُس کی آنکھوں میں جھانکا..... تو دل میں عجیب سا خیال گزرا..... اُس کی بڑی بڑی سیاہ روشن آنکھیں کسی سے مشابہہ تھیں۔ وہ بہت ذہن پر زور دینے کے باوجود بھی یاد نہ کر پائی.....

''لاریب..... آپ بہت بہادر اور محنتی ہیں۔ آپ کی بلند ہمتی کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ آپ تو سارے علاقے کی عورتوں کا مان ہو۔ عورت ہو کر اس علاقے کے مردوں سے ٹکرانا آسان کام نہیں ہے!'' اس کا انداز توصیفی تھا۔

''شکریہ!'' لاریب عاجزی سے بولی۔

''لاریب..... آپ اسی طرح جمی رہیں..... ڈٹی رہیں اپنے مقصد پہ..... ان سب سے گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ پورے علاقے کی عورتوں کی دعائیں ہے آپ کے ساتھ.....!'' اُس خاتون کی آنکھوں میں آنسو جھلملائے۔

''یہ اللہ کا کرم ہے کہ مجھے اور میرے کام کو لوگ سراہتے ہیں.....!'' اُس کی آنکھوں کی نمی پر لاریب کا سر فخر سے بلند ہوا جا رہا تھا۔

''آپ..... اپنی بچی کو سکول داخل کروانے آئی ہیں آپ!'' حالانکہ اس کے ساتھ کوئی نہ تھا مگر لاریب کو صرف اس کا مقصد جاننا تھا کہ اس کی آمد کی وجہ کیا ہے؟

''ارے نہیں نہیں..... میری کوئی بیٹی نہیں..... میں تو بس آپ کا سکول دیکھنے آئی تھی اس علاقے کی سب سے باہمت لڑکی کو دیکھنے کا اشتیاق تھا'' اس کا پر خلوص لہجہ مسکراہٹ لئے ہوئے تھا۔

لاریب کو ایک بات حیران کر رہی تھی کہ وہ لڑکیوں کے سکول میں موجود تھی اور سکول کی ٹیچر سے مخاطب تھی مگر اس دوران اُس نے ایک بار بھی چہرے سے نقاب نہ ہٹایا تھا۔

''آپ اسی علاقے کی ہیں؟'' لاریب کیلئے وہ خاتون بالکل اجنبی تھی اس لئے تجسس تو فطری تھا۔

''چھوڑیں اس بات کو..... ان باتوں میں کیا پڑا ہے۔'' اس نے مسکراتی نگاہوں سے لاریب کو دیکھتے ہوئے کہا اور اپنے قیمتی بیگ سے کچھ تلاش کرنے لگی۔ اس کی ایک ایک چیز اسے دولت مند ظاہر کر رہی تھی..... مگر اُس کی آنکھیں جو کسی سے مماثلت رکھتی تھی مگر کس سے؟.....

وہ لاریب کی سوچ سے بے خبر اپنے کام میں مشغول تھی۔ اس کا لب و لہجہ ظاہر کر رہا تھا کہ وہ ناخواندہ ہے۔ وہ لاریب کو جانتی تھی جو کہ حیرت انگیز تھا اور لاریب اُس کے نام سے بھی واقف نہیں تھی۔ اُس کی آنکھیں..... لاریب

TAGPK.COM

پھر سے اُلجھ گئی تھی۔

''یہ لیں.....!'' وہ خاتون بولی۔

''یہ کیا ہے؟'' سفید رنگ کا لفافہ پکڑتے ہوئے وہ حیرت سے بولی۔

''ایک بہن کا دوسری بہن کیلئے حقیر سا تحفہ..... بس کچھ زیادہ نہیں ہے انکار مت کرنا اسے قبول کرلو.....!'' اس کے لب و لہجہ میں محبت کی چاشنی تھی۔

لاریب نے لفافہ کھولا تو اندر خاصی رقم موجود تھی۔

''مگر یہ کیوں؟'' لاریب حیرت زدہ سی بولی۔

''سردیوں کے دن ہیں بچیاں زمین پر بیٹھتی ہیں آپ سکول کیلئے فرنیچر کا بندوبست کریں۔ ویسے بھی اس شاندار سکول کیلئے فرنیچر بھی شاندار ہونا چاہئے!'' وہ مسکرائی۔

''اور ہاں.....!'' وہ جاتے جاتے دوبارہ پلٹی۔

''باہر گراؤنڈ میں دو جھولے بھی لگانے چاہئیں..... وہ کیا کہتے ہیں، آدھی چھٹی!'' اس کے لہجے میں اعتماد مفقود تھا۔

''بریک ٹائم.....!'' لاریب نے وضاحت کی۔

''جی جی..... وہی..... بالکل یہی..... جھولے بچوں کو بہت پسند ہوتے ہیں اور خاص طور پر پینگ!'' اس نے اپنے شفاف ہاتھوں سے بیگ کی زپ بند کی گلابی مخروطی انگلیوں میں ہیرے کی انگوٹھیاں اس کی بے پناہ امارت کا منہ بولتا ثبوت تھیں۔

''بہت شکریہ!'' لاریب کی آواز بھرا گئی۔

''نہیں نہیں اس میں شکریہ کی کیا بات ہے۔ آپ اس علاقے کیلئے اتنا کچھ کر رہی ہیں۔ اپنی ہمت، عقل و شعور کو استعمال کر رہی ہیں جو اللہ نے تمہیں دیا۔ وہ تم کر رہی ہو اور جو میرے پاس ہے میں وہ دینا چاہتی ہوں۔ آپ کی ہمت مثالی ہے لاریب..... قابلِ قدر..... میری بھی بالکل یہی سوچ ہے مگر!'' اس کا لہجہ بھیگنے لگا۔

''بس فرق یہ ہے کہ آپ اپنے محاذ پر ڈٹی ہیں اور میں اپنا مورچہ لُٹوا چکی۔ وقت آپ کے ہاتھ میں ہے مگر میرے ہاتھ خالی ہیں۔ آپ کے پاس علم کی شمع ہے جس سے آپ ایک کے بعد ایک دیا روشنی کر رہی ہیں مگر میری راہوں کو روشن کرنے والا کوئی دیا نہیں..... تعلیم عورت کے لئے کتنی ضروری ہے میں پہلے بھی یہی کہتی تھی اور اب بھی کہتی ہوں..... کہ عورت کو جہالت کے اندھیروں میں قید نہ کریں ورنہ آئندہ آنے والی نسلیں بھی جاہل ہوں گی!'' وہ خاتون جا چکی تھی مگر لاریب کو بہت سی سوچیں تھما گئی تھی..... لفافے میں موجود رقم گنی تو وہ لاکھ سے بھی زیادہ تھی۔ وہ اس سے آگے نہ گن سکی..... ہاتھ برف کی طرح جمنے لگے..... اس کی سخاوت اس کے علم دوست ہونے کا ثبوت تھی..... مگر وہ کون تھی..... یہ سوال تو سوال ہی رہا تھا۔

مولوی عبدالرافع نے لاریب کے معاملے میں مکمل چپ سادھ لی تھی۔ ان کا دل گواہی دیتا تھا کہ ان کی بیٹی تو ان کیلئے باعثِ فخر ہے۔ جو کوئی ایسا کام نہیں کر رہی تھی جو انہیں شرمسار کروائے۔ بلکہ وہ تو اپنے باپ کا نام روشن کرنے کا عزم رکھتی تھی۔ ان کی تربیت کی لاج رکھنا چاہتی تھی۔ انہوں نے کھل کر اب کسی قسم کا اظہار کرنا ترک کر دیا تھا..... اکثر بخت شجاع سے سخت باتیں سُنتے مگر چُپ رہتے۔

''ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ مولوی صاحب آپ کی بیٹی اتنی باغی نکلے گی۔ ذرا اُسے کسی کا

TAGPK.COM

لحاظ نہیں'' بخت شجاع ملامت کرتے۔

''بیٹیاں اتنی مُنہ زور اچھی نہیں لگتی مولوی صاحب..... جوان لڑکی ہے آپ کا فرض بنتا ہے کہ اس کی جلد از جلد شادی کریں تا کہ آپ کی جان کو بھی سکون ملے اور علاقے سے بھی یہ نحوست دور ہو'' نگہت بیگم نے جلی کٹی سنائیں وہ ان لوگوں میں سے تھیں جنہیں اپنی جہالت کا ذرا بھی احساس نہ تھا..... انہیں لاریب کے نام سے بھی نفرت تھی۔ جو اس قدر بے باک تھی کہ کسی کے کہنے سننے میں نہیں تھی۔

مولوی عبدالرافع اب عادی ہو چکے تھے لاریب ان کیلئے عزت تھی یا ذلت وہ اس کو خدا کا لکھا جان کر خاموش ہوئے تھے۔

اس موقع پر ریشم بھی پیچھے نہ رہی تھی۔ طنزوں اور طعنوں کا ٹوکرا لیکر سیدھی لاریب کے سکول پہنچ جاتی۔

''ویسے کیا مل رہا ہے تجھے سارے علاقے کی لڑکیوں کو باغی بنا کر!'' ریشم میرون رنگ کی قمیص، سیاہ رنگ کی خوب گھیرے دار شلوار اور زرد رنگ کا خوب مکتا دمکتا دوپٹہ زیب تن کئے ہوئے تھی۔ کلائیوں میں چوڑیوں کا انبار، تیز میک اپ اور رنگ برنگا پراندہ اُس کی خاص پہچان تھی۔

''تمہارے خیال میں تعلیم لڑکیوں کو آزاد خیال اور باغی بناتی ہے'' لاریب نے اسے کڑے تیوروں سے گھورا۔ جانتی تھی محترمہ سکندر عالم کی بہن ہے۔

''بالکل.....!'' نخوت بھرے انداز سے کہتے ہوئے ریشم نے اپنا پراندہ جھٹکا تو وہ پھسل کر دوسرے کندھے پر آ گرا۔

''تم نے تو تعلیم حاصل نہیں کی تو پھر تم اتنی آزاد خیال کیوں ہو؟'' لاریب نے اُس کے فیشن پر تنقید کرتے ہوئے کہا۔

''زین العابدین کے بعد پھر کسی اور نے اس کے فیشن کو نشانہ بنایا تھا۔

''بڑی باتیں کرنی آ گئی ہیں دو جماعتیں کیا پڑھ لیں خود کو میم صاحبہ سمجھنا شروع کر دیا ہے۔ اتنا غرور اچھا نہیں ہوتا۔ ایک دن منہ کے بل گرو گی'' ریشم تلملا کر بولی۔

''بالکل ٹھیک کہا..... مگر ایک بات اتنا سا غرور نہیں بلکہ غرور تو سارا ہی اچھا نہیں ہوتا۔ الحمد للہ میرے اندر تو بالکل غرور نہیں ہے'' لاریب سُلگ کر بولی۔

ریشم کا غصے سے بُرا حال تھا۔ وہ تو لاریب کو جلی کٹی سنا کر دل ہلکا کرنے آئی تھی مگر لاریب نے اُس کے دانت کھٹے کر دیئے تھے۔

لاریب ایسی باتوں سے گھبرانے والی نہ تھی۔ وہ اولوالعزم لڑکی تھی اُس کے سامنے تابناک مشن تھا۔ جسے اسے پورا کرنا تھا۔ اسے یہ ثابت کرنا تھا کہ تعلیم صرف مردوں کیلئے نہیں عورتوں کیلئے بھی ضروری ہے۔

دن، ہفتے، مہینے پہلے آہستگی سے سر کے پھر پر لگا کر سال مکمل ہو گیا۔

✧✧✧

زمین کی رُت بدلنے لگی۔ موسم آگے پیچھے بھاگنے لگے۔ دھرتی نے دھند کی چادر اُتار پھینکی اور ست رنگی دوشالہ اوڑھ لی۔ درخت لہلہانے لگے، پرندے نغمے گانے لگے۔ زمین و آسمان نکھرے نکھرے سے نظر آنے لگے۔ پردیسی واپس لوٹ آیا تھا۔

''بس کر دو زین العابدین..... اب اتنے اتنے عرصے کیلئے دور نہ جایا کرو..... تمہاری ماں کا تمہاری جدائی میں برا حال ہو جاتا ہے'' وہ بی جان کی گود میں آنکھیں موندے سر رکھ کر لیٹا ہوا

TAGPK.COM

تھا۔ اور ان کی شفقت بھرے انداز پر مسکرا رہا تھا۔

''بی جان کچھ ضروری کام مکمل کرنے تھے۔ مگر اب وعدہ اب آپ لوگوں سے دور نہیں جاؤں گا'' اس نے قریب بیٹھی نگہت بیگم کا ہاتھ تھامتے ہوئے آنکھوں سے لگایا۔

''ہوا اب اس کی شادی کی تیاریاں کرو۔ پھر ہی یہ آنا جانا اس کا بند ہوگا'' بی جان کو واحد یہی حل سمجھ آیا۔

''اوہ مائی گاڈ..... شادی!'' ریشم کا تصور آتے ہی وہ جھنجھلایا۔

''ہاں ٹھیک ہے بی جان اس کا یہی علاج کرنا ہوگا۔ آخر میرے دل میں بھی بیٹے کی خوشیاں دیکھنے کے ارمان ہیں'' وہ بھیگے لہجے میں بولیں۔

''ابھی کیا جلدی ہے؟'' زین العابدین ہمیشہ کی طرح بوکھلایا۔

''ہم سے جلدی کی وجہ پوچھنے کی بجائے اپنے ٹالنے کی وجہ بتاؤ کیا باہر کسی گوری سے شادی کر رکھی ہے؟'' بی جان نے شک سے دیکھا۔

''توبہ کریں بی جان۔ ابھی کوئی گوری مجھے متاثر نہیں کر پائی۔ ویسے بھی میں محبت و عشق کے بیکار کام میں پڑنا نہیں چاہتا۔ نرا وقت کا ضیاع ہے۔ اور یہ پاگلوں کا کام ہے'' زین العابدین کے لہجے میں اپنے لئے فخر تھا۔ کہ وہ ابھی تک اس مرض سے محفوظ ہے ورنہ مرد تو کئی کئی عشق آسانی سے فرما لیتے ہیں اور کئی تو باقاعدہ سنچری کر لیتے ہیں مگر دل میں مزید اننگز کھیلنے کی خواہش مچل رہی ہوتی ہے۔

''تو ٹھیک ہے پھر اگر ایسی بات نہیں تو پھر تمہاری اور ریشم کی شادی پکی!'' بی جان کی بات پر وہ اُچھل پڑا۔

''کیا.....!'' وہ ناگواری سے بولا۔

''سلام بی جان..... سلام تائی جان.....!'' جس کا نام لیا تھا وہ حاضر تھی۔ ریشم جدید تراش خراش کے سوٹ میں سر پر دوپٹہ رکھنے کی کوشش میں ہلکان ہوئی جا رہی تھی شاید فلم نیک پروین دیکھ کر متاثر ہوئی تھی۔ وہ سلام تو اُن دونوں کو کر رہی تھی مگر شوخ نگاہوں کا محور زین العابدین ہی تھا۔ اور زین العابدین حسب معمول چڑ سا گیا تھا۔ اُسے عورتوں کا نگاہوں سے پیغام دینے والی عادت زہر لگتی تھی۔

''ہائے زین جی..... آپ ابھی تک یوں ہی پڑے ہیں۔ بہت سُست ہو گئے ہیں۔ ظاہر ہے انگریزوں کی خوراک کھا کر آپ نے یہی کرنا ہے بس بستر میں گھسے رہو جسم میں ذرا جان نہ ہو۔ اسی لئے کہتی ہوں کہ دیسی غذائیں کھائیں اور فٹ ہو جائیں۔'' ریشم نے لمحہ میں زین العابدین کو ''گنگارام'' ہسپتال کا مریض ہی ثابت کر دیا تھا۔ جو چوبیس گھنٹے بستر پر پڑا ہو۔

''کیا اول فول بکے جا رہی ہو۔ رات ہی واپس آیا ہوں دو گھڑی ماں اور دادی کے پاس بیٹھ گیا ہوں تو تم نے سستی پر پورا فیچر ہی کھینچ دیا ہے۔'' زین العابدین پر ریشم کی حکمت شاق گزری جس کا اُس نے برملا اظہار کر دیا۔

''اور کہاں جانے کی تیاری ہے؟'' زین العابدین نے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''ارے آپ کو یاد نہیں..... لگتا ہے نسیان کا مرض بھی لگ گیا ہے آپ کو زین جی!'' ریشم نے ایک اور مرض کی تشخیص کر ڈالی۔

''اب ایک لفظ بھی فضول بولی نا تو ایک تھپڑ لگاؤں گا..... پتہ نہیں کیوں خوامخواہ ڈاکٹر بن رہی ہو.....'' زین العابدین کا موڈ سخت خراب

TAGPK.COM

ہو گیا تھا۔ ریشم کی بے سروپا باتیں اس کی جان جلا دیتی تھیں۔

ریشم کا منہ لٹک گیا تھا اُس کی ڈانٹ پر وہیں بی جان اور نگہت بیگم کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ انہیں دونوں کی نوک جھونک مزہ دے رہی تھی۔

''اچھا اب بحث بند کرو اور جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ آج عرس ہے نا'' نگہت بیگم نے کہا۔

''اوہ..... اچھا!'' زین العابدین کو یاد آیا ہر سال مقامی بزرگ کا عُرس بہت عزت و احترام سے منایا جاتا تھا۔ اتنے عرصے باہر رہنے کی وجہ سے بھول گیا تھا مگر اسے بچپن سے ہی عرس پر جانا بہت اچھا لگتا تھا۔ اللہ والوں سے خاص لگاؤ رکھتا تھا۔

''اور تو یہ کہو نا..... خوامخواہ بات کو اتنا گھما پھرا کر کرنے کی کیا ضرورت ہے!'' ریشم کو گھورتے ہوئے کہا۔

وہ ابھی بھی ریشم کو بخشنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ ریشم کی آنکھوں کی نمی دیکھ کر اندازہ ہوا کہ وہ زین العابدین کی بات کو دل پر لے لیتی ہے۔

''اچھا بس کرو..... بہت بول چکے..... اب میری ہونے والی بہو کو کچھ مت کہنا'' نگہت بیگم نے ریشم کے اُترے ہوئے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ جانتی تھیں کہ ریشم زین العابدین کو بے انتہا چاہتی ہے۔ تبھی تو اس کی ہر کڑوی بات برداشت کر لیتی ہے۔ لفظ ''بہو'' پر ریشم کا دل گل و گلزار ہو گیا تھا۔ حیا سے سرخ ہوتی رنگت زین العابدین سے پوشیدہ نہ رہی۔ زین العابدین نے اسے ناگواری سے گھورا مگر خاموش رہا۔

✧✧✧

سفید شلوار قمیص اُس کا وجیہ سراپا نمایاں تھا۔ کف کے بٹن بند کرتے ہوئے وہ سیڑھیاں اُترا ہی تھا کہ ریشم بلی کی طرح راستے میں کھڑی تھی۔

''چلیں پھر.....'' وہ بیویوں والے انداز میں پورے حق سے بولی۔

لفظ بہو پر ابھی بھی انگ انگ محو رقص تھا۔

''کیا مطلب تم ابھی تک یہیں ہو۔ گئی کیوں نہیں؟'' زین العابدین نے اس سے سوال کر ڈالا

''وہ جی..... آپ کے ساتھ جانا تھا'' دوپٹے کے کونے کو مروڑتے ہوئے شرمیلے انداز میں بولی۔

''کیوں میرے ساتھ کیوں؟'' کف کے بٹن وہ بند کر چکا تھا۔

''اصولاً تمہیں سکندر عالم ارفرحین کے ساتھ جانا چاہئے'' وہ دل توڑنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تھا۔

''وہ جی..... جب تک آپ باہر رہے سکندر بھائی کے ساتھ جاتی تھی مگر اب آپ آ گئے ہو تو آپ کی ذمہ داری بنتی ہے'' وہ شرمائی۔ اشاروں ہی اشاروں میں اُسے اس کی ذمہ داری بھی بتا ڈالی۔

''میری ذمہ داری کس حساب میں؟'' وہ قدرے جھنجھلایا۔

''جی زین جی..... آپ کی ذمہ داری۔ آفٹر آل آپ کی فونسی اور کوزن ہوں!'' ہمیشہ کی طرح ریشم نے انگریزی کی ٹانگ توڑی تھی۔

ایسی خوفناک انگریزی زین العابدین کو سچ میں خوفزدہ کر گئی تھی۔

''کیوں بچوں کی طرح لڑتے رہتے ہو۔ لے جاؤ کتنے پیارے سے کہہ رہی ہے''

نگہت بیگم نے اپنی ہونے والی بہو کی پھر سے حمایت کی۔

ریشم کا دل جہاں باغ و بہار ہوا وہیں زین العابدین سُلگ کر رہ گیا۔

''چلیے کوزن صاحب!'' زین العابدین نے اسے کزن اُس کے انداز میں کہا۔

نگہت بیگم کی مسکراہٹ بے ساختہ تھی۔

✧✧✧

مقامی بزرگ ہستی کے عرس کی تیاریاں عروج پر تھیں..... دربار کے متولی ہونے کی حیثیت سے بخت شجاع کی طرف سے خصوصی انتظامات کروائے گئے تھے۔ دودھ کی سبیلیں ان کی سخاوت کا ثبوت تھیں۔ بخت شجاع، زین العابدین، سکندر عالم کی آمد پر دربار کو عام لوگوں سے خالی کروایا جا رہا تھا۔ گلاب کی مہک سے فضا معطر تھی..... عطر سے پورے دربار کو غسل دیا جا رہا تھا۔ طاقچوں میں لاتعداد روشن چراغ ماحول کو منور کر رہے تھے۔

ہر بندہ بشر سے بے نیاز لاریب قبر اطہر کے بالکل قریب بیٹھی دعا و مناجات میں مصروف تھی۔ جیسے آج اپنی ہر دُعا پوری کروا کر ہی اُٹھے گی۔

منتظم نے اُسے بھی دربار سے نکلنے کی ہدایت کرنے لگا تھا کہ بخت شجاع نے اُسے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔ مولوی صاحب کا لحاظ وہ نظر انداز نہیں کرتے تھے۔ ان کے اس عمل پر زین العابدین اور سکندر عالم اپنی اپنی جگہ جل بھن کر رہ گئے۔ اس لڑکی کے ساتھ خصوصی رعایت اُن کی سمجھ سے باہر تھا۔

دعا سے فارغ ہو کر احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے وہ الٹے قدم پیچھے کی جانب بڑھی ہی تھی کہ پاؤں پیچھے کھڑے زین العابدین کے پاؤں پر آ گیا۔ جس پر وہ لڑکھڑا کر گرنے ہی لگی تھی کہ زین العابدین نے بے ساختہ تھام لیا۔

لاریب کی نگاہ اُس پر پڑی تو تیوری چڑھ گئی۔

''اندھے ہو دکھائی نہیں دیتا۔ میرا منہ آگے تھا تم تو دیکھ لیتے یونہی راستے میں کھڑے ہو''

دونوں حریف عرصے بعد ایک دوسرے کے مقابل تھے۔

لاریب نے اُس کے ہاتھوں کو جھٹکا اور باہر نکل گئی۔ زین العابدین صاحب مزار کے ادب کے باعث ضبط کر گیا تھا۔ مگر بخت شجاع کو دیکھا تھا جیسے لاریب کی بدتمیزی کی شکایت لگا رہا ہو۔ بخت شجاع نے اُسے نظر انداز کرتے ہوئے دعا کیلئے ہاتھ اٹھا دیے۔ زین العابدین کو لگا کہ لاریب مولوی عبدالرافع کی نہیں بخت شجاع کی بیٹی ہو جسے رعایت دینا ان کی مجبوری ہو۔

✧✧✧

عُرس میں ہر خاص و عام موجود تھا۔ کھانے پینے کی چیزوں کے علاوہ ہار سنگھار کی چیزیں بھی میلے کی رونق کو دوبالا کر رہی تھیں۔ ریشم زین العابدین کے ساتھ بہت اترا اترا کر پھر رہی تھی چہرے پر چھایا غرور اس بات کی علامت تھا کہ دیکھو لوگو! مستقبل میں اس علاقے کی ہونے والی مالکن کو جھک کر سلام کرو۔

بھوک نے ریشم کو ستایا تو وہ زین العابدین کا ہاتھ پکڑ کر اُس جانب بڑھ گئی اندر سے، جلیبیاں، گولہ ہر چیز سے وہ انصاف کر رہی تھی۔ برف کا گولہ کھاتے ہوئے زین العابدین کی سفید قمیص کو بھی جگہ جگہ سے رنگدار کر گئی تھی۔

زین العابدین اسے میلے کی سیر بھی کروا رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ سخت گیر ٹیچر کی طرح ٹریننگ بھی کر رہا تھا۔

''زین جی کونسے رنگ کی چوڑیاں میری کلائیوں میں سجے گی'' ریشم نے اپنی گوری چٹی کلائی اس کے سامنے کرتے ہوئے اک ادا سے کہا۔

TAGPK.COM

''جو لینی ہے جلدی لو..... یہ فلمی ہیروئن والے تماشے بند کرو۔'' زین العابدین نے اس کا بازو جھٹکا۔

ریشم نے کن اکھیوں سے اِدھر اُدھر دیکھا کہ کوئی دیکھ تو نہیں رہا۔ مگر لوگ یہ سین کیسے مس کر سکتے تھے۔ لوگ پوری طرح ان کی طرف متوجہ تھے اور کچھ تو کافی حد تک اس نظارے سے لُطف اندوز ہو رہے تھے۔

''ریشم..... اصولاً تمہیں فرحین کے ساتھ شاپنگ کرنی چاہئے'' زین العابدین نے کھلم کھلا ناگواری کا اظہار کر دیا۔

''ویسے زین جی..... ہر وقت ہری مرچ کیوں بنے رہتے ہو؟'' ریشم مصنوعی خفگی سے بولی۔

''اور کیوں کروں فرحین کے ساتھ آپ کا فرض بنتا ہے کہ مجھے شاپنگ کروائیں'' ریشم نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

پہلے ''ذمہ داری'' اب ''فرض'' ریشم بہت تیزی سے حق حقوق کی سیڑھیاں پھلانگ رہی تھی۔

زین العابدین نے اُسے گھورنے پر اکتفا کیا تھا۔

''یہ رنگ کیسا لگے گا'' ہلکے گلابی رنگ کی نازک سی چوڑیوں کا سیٹ ریشم کے ہاتھ میں تھا۔

''یہ میرا ہے.....'' چوڑیوں کے سیٹ کی دوسری دعویدار لاریب تھی۔

اس کی آواز پر دونوں چونکے تھے۔

''لاریب..... اب تم مجھ سے مقابلہ کرو گی۔ اس علاقے کی ہونے والی مالکن سے'' ریشم کے انداز میں استحقاق بھرا تھا۔

''بات مقابلے کی نہیں..... اصول کی ہے۔ یہ پہلے میں نے دیکھا اور پسند کیا۔ بھلے آپ پوری دکان خرید لو مگر یہ سیٹ میرا ہی ہے'' لاریب مضبوطی سے بولی۔

اس نے زین العابدین پر ایک نظر بھی ڈالنا گوارا نہ کیا تھا۔

اصول پسندی تو لگتا تھا اسے گھٹی میں ملی تھی کہ نہ کس کا حق مارو اور نہ ہی اپنا حق جانے دو۔ دودھان پان سی لڑکی اس اصول پر سختی سے عمل پیرا تھی۔

''اس طرح کا اور کوئی سیٹ ہے؟'' زین العابدین کو اس معاملے میں ثالث بننا پڑا تو اس نے دکاندار سے استفسار کیا۔

''نہیں چھوٹے مالک۔ یہ بس ایک ہی ہے'' دکاندار بولا۔

''میں اس کی ڈبل قیمت دوں گی..... مجھے ہر صورت یہی والا چاہئے.....'' ریشم نے اس بات کو انا کا مسئلہ بناتے ہوئے کہا۔

پہلے وہ صرف چوڑیاں لینا چاہتی تھی مگر اب وہ لاریب کو شکست دینا چاہتی تھی۔

''پیسے کے زور پر ''بے ایمانی'' کرنا تو لگتا ہے پورے خاندان کا وطیرہ ہے۔'' لاریب نے طنز میں ڈوبا تیر اس دشمنِ جان کی جانب پھینکا جو ماتھے پہ بل ڈالے اُسے گھور رہا تھا۔ لاریب نے ''دو ہزار'' والا قصہ بھی یاد کروا دیا تھا۔

''نہیں نہیں بی بی جی..... ہم حق حلال کی کماتے ہیں اور اپنے بچوں کو بھی حق حلال کی روزی ہی کھلاتے ہیں..... یہ سیٹ انہی باجی کا ہے'' کافی وقت پہلے یہ پیسے دے کر اندر گئی تھیں۔ اس غریب شخص نے حق حلال کا فرق بیان کر کے ریشم کو شرمندہ کر دیا۔ اُس کے چہرے کی رنگت متغیر دیکھ کر لاریب دل ہی دل میں مسکرائی اور سیٹ لیکر چلی گئی۔

TAGPK.COM

''بہت بدتمیز ہے لاریب اور منہ پھٹ بھی..... اتنا پڑھ لکھ کر انسان نے بدتمیز ہی رہنا ہے تو پھر کیا فائدہ اتنا پڑھنے کا اور راتوں کی نیندیں خراب کرنے کا'' زین العابدین کی نگاہیں ابھی تک لاریب کے تعاقب میں تھیں ریشم کی بات سُن کر مسکرانے لگا۔ وہ ان لوگوں میں سے تھا جو کم مسکراتا تھا مگر..... جب بھی مسکراتا تو بے حد اچھا لگتا تھا..... اس موقع پر بھی ریشم نے تعلیم کو نشانہ بنایا تھا۔

''اس کے سکول کا کیا بنا؟'' زین العابدین کو ایک دم خیال آیا۔

اپنی طویل غیر حاضری میں وہ سکول بالکل فراموش کر چکا تھا۔

''بڑی ڈھیٹ ہے زین جی..... اور بہت نیز بھی..... آپ کی غیر موجودگی کا خوب فائدہ اٹھایا ہے۔ سکول کیلئے کمرہ وہ بھی یہ بڑا ڈال کر بیٹھ گئی ہے۔'' ریشم نے دو بازوؤں کو کھول کر اشارۃً بتایا تو ایک زوردار ہاتھ زین العابدین کے سینے پر بھی لگا۔

''سو..... سوری زین جی!'' ریشم کو غلطی کا احساس ہوا۔

''سکندر عالم نے نہیں روکا؟'' بخت شجاع کی بے لبھی تو وہ پہلے ہی اچھی طرح سے جانتا تھا مگر سکندر عالم۔

''لو بھلا سکندر بھائی کو وہ کچھ سمجھتی ہے تایا جان نے انہیں اپنے حکم کی زنجیروں میں باندھ رکھا ہے ورنہ..... اس بار تو ان کا پروگرام تھا کہ اس منہ زور کو غائب کروا دیں۔''

ریشم نے اندر کی بات بتائی۔ تو یہ بات سن کر زین العابدین دنگ رہ گیا تھا۔ ایک بہن کے بھائی کے یہ ارادے..... زین العابدین کو سکندر عالم کی سوچ سے گھن آئی۔ بے شک لاریب سے سو اختلاف تھے۔ اُس کی ہٹ دھرمی بہت طیش دلاتی تھی مگر ایسا بہیمانہ پلان تو بہت بڑا ظلم تھا..... عورت چاہے اپنے گھر کی ہو یا باہر کی۔ عورت غیر بھی ہو تو قابلِ احترام ہوتی ہے۔ اس کی عزت بہت قیمتی ہوتی ہے۔ جس پر ذرا سی بھی آنچ آجائے تو اُس سے جُڑے رشتے تو جیتے جی مر جاتے ہیں۔ رسوائی رشتے کو زندہ درگور کر دیتی ہے۔ زین العابدین کو حقیقت میں سکندر عالم کی سوچ اور ریشم کی جہالت پر بہت افسوس تھا۔

✧✧✧

کتنی ہنستی مسکراتی کامیاب صبح تھی.....

عجیب جوش و ولولہ آج لاریب کی ذات میں تھا، وہ بہت اہتمام سے تیار ہوئی تھی۔ پنک کلر کی کڑھائی دار قمیص کے ساتھ سفید چوڑی دار پاجامہ اور ہم رنگ دوپٹہ، کلائیوں میں میلے سے خریدا گلابی رنگ کا چوڑیوں کا سیٹ۔ سیاہ آبشار سے بال جو کمر پر بکھرے ہوئے تھے۔ اس نے عمیر کا لایا ہوا جیولری بکس کھولا۔ جس میں ہر شے موجود تھی۔

''شاید بابا..... ٹھیک ہی کہتے ہیں کہ میں کالو کا بہت خرچہ کروا دیتی ہوں'' جیولری بکس میں سے اپنے مطلوبہ چیز ڈھونڈتے ہوئے وہ زیرِ لب بڑبڑائی اسے عمیر پر بہت ترس آ رہا تھا۔ وہ مسکین سی شخصیت کا مالک۔ اُس کا بہت اچھا اور مخلص سا دوست۔ جو بہت قریب تھا دل کے.....

''اس بار تو بے چارا ناراض ہو کر گیا ہے، شادی والی بات پر لاریب سے بحث جو ہوئی تھی۔'' اسے ندامت سی ہوئی۔

''کوئی بات نہیں۔ اگلی بار آئے گا تو میں اُسے منا لوں گی..... مجھے پتہ ہے کالو مجھ سے زیادہ دیر خفا نہیں رہ سکتا'' یہ اس کا بے پناہ یقین

TAGPK.COM

کچھ غلط بھی نہ تھا لاریب سے وہ واقعی ناراض نہیں رہ سکتا تھا۔

چاندی کے نازک سے جھمکے کانوں میں پہنے تو چہرہ دمک اُٹھا۔ بالوں میں نازک سا کیچر لگایا۔ سرخ و سفید رنگت، غزالی آنکھیں اور متناسب سراپا۔ آئینے نے مسکرا کر اسے بتایا کہ وہ آج بے حد حسین لگ رہی ہے۔ اُس نے آئینے میں خود کو دیکھا۔

''ہائے اللہ۔۔۔ کالو کو عورتوں کی چیزیں خریدنے میں کتنی مہارت حاصل ہے'' اس نے دل ہی دل میں عمیر کی خریداری کو سراہا۔

وہ کتنی محبت سے اس کیلئے یہ سب خریدتا تھا۔ کبھی اُس کی فرمائش نہیں ٹالتا تھا۔ اُس نے جھیل سی آنکھوں میں کاجل لگایا اور گلابی رنگ کی لپ اسٹک سے ہونٹوں کو مزید گلابی کیا..... اب وہ مکمل تیار تھی۔ اس نے کلائی پہ باندھی گھڑی پر نظر ڈالی۔ اُس کے پاس ایک گھنٹہ تھا۔ اُس نے بیگ سے ایک پرچہ نکالا اور پڑھنے لگی۔ یہ اس کی اپنی لکھی ہوئی تحریر تھی۔ وہ رات سونے سے پہلے اس عبارت کو یاد کر چکی تھی۔ آج بچوں کا سالانہ رزلٹ نکلنا تھا۔ یہ سب اہتمام اُسی کیلئے تھا۔ سکول کو پورا ایک سال ہو چکا تھا۔ بچیوں نے بڑی محنت کی تھی ان کی حوصلہ افزائی تو ضروری تھی نا..... آرزو کے ساتھ مل کر اس نے سکول میں ڈیکوریشن کا کام بھی کرلیا تھا۔ فنکشن کی ابتداء اسے کن الفاظ میں کرنی تھی اس کیلئے اس نے خاصی محنت کی تھی..... بڑے دل سے اپنے خیالات صفحہ قرطاس پر اُتارے تھے..... سکول جانے سے پہلے وہ ایک بار پھر سے ریہرسل کر رہی تھی۔

کچھ اور بڑھ گئے اندھیرے تو کیا ہوا
مایوس تو نہیں ہیں طلوعِ سحر سے ہم

اُس نے شعر پڑھتے ہوئے صحن کا چکر لگایا۔ ابھی چکر مکمل کر کے پلٹی تھی کہ باہر شور کی آواز نے چونکا دیا۔ جیسے کوئی وزنی چیز دھڑام کر کے زمین بوس ہوگئی ہو۔

''ہوسکتا ہے کہیں دور کوئی تعمیری کام ہو رہا ہے'' لاریب نے سوچتے ہوئے سر جھٹکا اور دوبارہ سے تحریر پڑھنے لگی۔

جس کو طوفان سے الجھنے کی ہو عادت محسن
ایسی کشتی کو سمندر بھی دعا دیتا ہے

زوردار آواز پھر سے کان کے پردے لرزا گئی۔ بلکہ کھڑکیوں کے شیشے تک ہل کر رہ گئے۔ آخر یہ صبح صبح کیا آفت آگئی ہے۔ کونسا کام ہو رہا ہے..... اب اُس کی حیرت بڑھنے لگی جو تشویش میں ڈھل گئی۔ اس نے گھڑی پر نگاہ ڈالی۔ سکول جانے کا وقت ہو چکا تھا۔ اُس نے بڑے سے بیگ میں کامیاب بچیوں کیلئے تحائف رکھے۔ جس میں کتابیں، پینسل، کلر بکس۔ یونیفارم جو مستحق بچوں کیلئے تھا تا کہ سارا سال کام آئے یہ ساری چیزیں وہ دو روز پہلے آرزو کے ساتھ جا کر لائی تھی۔

جس پر مولوی صاحب نے دونوں کی خوب کلاس لی تھی مگر وہ لاریب ہی کیا جو کسی کی سُن لے اور ہتھیار ڈال دے۔ آخر کار مولوی صاحب کو ہی ہار مان کر چپ ہونا پڑا۔ لاریب ہمیشہ کی طرح فاتح رہی تھی۔

اسی نے گھر سے باہر قدم نکالا تو ارادہ تھا کہ راستے میں کس سے معلوم کرتی جائے کہ یہ کیا شور ہے۔ مگر سکول کا خیال آتے ہی اس نے یہ بات ذہن سے نکالی اور سکول کی جانب تیز قدم بڑھا دیئے۔ آج ایک بات خاصی قابلِ غور تھی کہ راستے میں نظر آنے والے مرد اسے تمسخرانہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ حالانکہ یہ منظر تو وہ

TAGPK.COM

روز دیکھتی تھی مگر آج یہ منظر کچھ خاص تھا۔ اُس کی نگاہ آسمان کی جانب بے ساختہ اٹھی تو مٹی کے بگولے سے نظر آئے۔ اب کی بار ہونے والا دھماکہ زوردار تھا۔ اُس کے قدم رک سے گئے۔ مٹی سانسوں میں جا بسی تو وہ بے اختیار کھانسنے لگی۔

''بھائی۔ کیا ہو رہا ہے؟'' وہ پاس سے گزرتے ہوئے ایک لڑکے سے پوچھنے لگی۔ مگر وہ خاموشی سے آگے بڑھ گیا.....

لاریب کو اس کی خاموشی بہت پُراسرار سی لگی۔

''ٹیچر..... وہ..... وہاں.....!'' گڑیا روتی ہوئی اُس کے پاس آرکی۔

''کیا ہوا..... گڑیا..... رو کیوں رہی ہو.....!'' لاریب حیران ہوئی

مگر گڑیا روتی جا رہی تھی اُس سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔

''ٹیچر..... وہ..... وہ..... وہاں..... ہمارا!'' وہ زمین پر بیٹھ گئی۔ اس کی بہتی آنکھوں میں خوف بھی تھا۔

''گڑیا..... بتاؤ نا.....!'' اُس نے گڑیا کے آنسو پونچھے۔

''ٹیچر..... ہمارا سکول!'' گڑیا کیا لفاظ لاریب پر بم گرا گئے تھے۔

''میرا سکول'' وہ دھڑکتے دل کے ساتھ سکول کی طرف دوڑ پڑی مگر وہاں سکول کی جگہ صرف گرد و غبار تھا۔ ہر منظر دھندلا سا گیا تھا۔ بہت بھاری مشین اپنا کام کر رہی تھی۔ مٹی کے مرغولے آسمان کی جانب رواں دواں تھے۔ اس بھاری مشین نے سکول کی آخری اینٹ بھی اُکھاڑ ڈالی تھی۔ ہر طرف مکمل سناٹا چھا گیا۔ کام مکمل ہو چکا تھا۔

مٹی کا غبار چھٹنے لگا تو لاریب کی آنکھوں سے برسات ہونے لگی۔ ہر منظر خود بخود واضح ہونے لگا تھا۔ اُس کے خوابوں کا شہر مسمار کر دیا گیا تھا۔ ایک ایک اینٹ نکال دی گئی تھی۔ باغی کی بغاوت کچلنے کا آخری حربہ بھی آزمایا گیا تھا، سکول تباہ ہو چکا تھا۔ لاریب کی آنکھوں کی حیرت کم نہیں ہو رہی تھی۔ بے یقینی سی بے یقینی تھی۔ اُس کے خوابوں کی ٹوٹی پھوٹی کرچیاں اُس کی آنکھوں میں چُبھ رہی تھیں۔ اُس کی اپنی ہستی زمین بوس ہونے کے قریب تھی۔ بے جان ہاتھوں سے آنسو صاف کئے۔ عورتیں اور بچے رو رہے تھے۔ مردوں کے چہرے پر فاتحہ مسکراہٹ تھی۔ وہ لاریب کی حالت کا مزہ لے رہے تھے۔ عورتوں کی نظروں میں اُس کیلئے رحم تھا ہمدردی تھی۔

''لاریب..... یہ کیا ہو گیا'' آرزو زار و قطار رو رہی تھی۔

وہ لاریب کے ساتھ لپٹ کر رونے لگی جیسے کسی کی موت ہو گئی ہو۔ لاریب کے مقصد کو تو مار دیا گیا تھا۔ اس علاقے کے ظالم اصول اور فرسودہ روایات نے قتل کر دیا اس کے مقصدِ حیات کا.....۔

اس کی اتنی محنت اور محبت سے بنایا گیا سکول لمحوں میں مٹی ہو چکا تھا۔ موت تو واقعی ہوئی تھی۔ صفِ ماتم تو بیچ میں بچھی تھی۔ بین تو حقیقت میں ڈالا جا رہا تھا۔ آرزو رو رہی تھی سکول کی تباہی پر۔ اپنی عزیز جان سے پیاری دوست کے غم پر۔

لاریب جو پتھر کا بُت بنی ہوئی تھی۔ اس کی نظریں ایک شناسا سے چہرے پر ٹھہر گئیں۔ سیاہ ٹریک سوٹ اور سفید جوگرز..... جو انتہائی مصروفانہ انداز میں مزدوروں کو ہدایات دے رہا تھا۔

TAGPK.COM

لاریب کے دل و دماغ میں آگ لگ گئی تھی۔ اُس کی جلتی نگاہیں زین العابدین کی فاتحانہ چہرے پر تھیں۔ اُس کی آنکھوں کا خُمار جس میں جیت پنہاں تھی لاریب کیلئے آتش افروز ہوا جا رہا تھا۔

''پڑھا لکھا جاہل..... زندگی میں پہلی بار دیکھا ہے۔ تم سے بہتر تو وہ جاہل مرد ہیں جو لاکھ میرے مخالف سہی مگر یوں جہالت کبھی نہیں دکھائی۔ تم تو انسان کیا ''جانور'' کہلانے کے حق دار بھی نہیں ہو'' لاریب کی پاٹ دار آواز نے ماحول کے سکوت کو چیر کر رکھ دیا۔

''تم انسان نہیں ہو۔ جنگل کے بھیڑیے بھی تم سے بہتر ہیں..... تم اندھے، گونگے، بہرے ہو جس نے اپنی عقل اور شعور کو جاہلانہ رواج کی پاسداری میں گروی رکھوا دیا ہے۔ جاہل، پاگل، شیطان صفت ہو، نا جانے کتنے بھیڑیے مرے ہوں گے جو تم جیسا ایک بھیڑیا پیدا ہوا ہوگا۔''

آج لاریب نے ساری تہذیب بالائے طاق رکھ دی تھی۔ وہ پاگلوں کی طرح چیخ رہی تھی وہاں کھڑے لوگ اُسے دیکھ کر خوفزدہ ہو رہے تھے کہ چھوٹے مالک کی شان میں کیا بکواس کی جا رہی ہے۔

''جاہل، ظالم، کمینہ شخص.....'' لاریب کے الفاظ تھے بھٹی میں رکھی گرم سلاخ جو زین العابدین کے وجود میں اُتر گئی تھی۔

وہ جو ابھی تک خاموش تھا، اس کی آنکھوں میں قہر ابھرنے لگا۔ درمیان کا فاصلہ کم کرتا ہوا وہ اس کے قریب آن رکا۔

دونوں حریف مدِ مقابل تھے۔ ایک کی نظروں میں نفرت کا طوفان اُبل رہا تھا تو دوسری طرف مردانگی فلک شگاف دھاڑیں مارنے لگی۔

''چٹاخ.....!'' اس کا ہاتھ اٹھا اور لاریب کے منہ کو سُرخ کر گیا۔ فضاء میں یہ بازگشت سنائی دی تو کتنے ہی پرندے درختوں سے اُڑ گئے جیسے کسی نے گولی چلا دی ہو۔

وہاں یوں خاموشی چھا گئی جیسے صور پھونک دیا گیا ہو۔ آنکھوں کو دیکھنے کی اجازت تو تھی مگر زبان کو حرکت دینے کی اجازت نہ تھی۔ میدان حشر برپا ہو گیا ہو۔ مارے دہشت کے آدھ درجن نے اپنے دونوں ہاتھ منہ پر رکھ لئے..... اپنی آہوں اور سسکیوں کو اپنے اندر ہی اتار لیا تھا..... بھرے مجمعے میں اُس کی عزیز جان سہیلی کی اتنی تذلیل وہ چاہ کر بھی کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹے تو ان کے نیچے لاریب کا وجود دب سا گیا۔ اپنے گال پر ہاتھ رکھے وہ آنکھیں پھاڑے ہوئے تھی۔ لاریب نے کن اکھیوں سے ارد گرد کھڑے لوگوں کو دیکھنے لگی۔ وہ جو ابھی سنبھل بھی نہ پائی تھی ایک اور زوردار طمانچہ اُس کے گال پر انگلیوں کے نشان چھوڑ گیا۔

خاکی وجود دھڑام سے خاک پر آ گرا۔ آنکھوں میں آنسو، اُجڑا ہوا ویران چہرہ، خاک آلود لباس وہ زمین پر گری کوئی بدحال فقیرنی لگ رہی تھی..... آرزو تڑپ کر بھاگی اور اسے بانہوں میں بھر کر بے تحاشہ رونے لگی.....

''بس یا اور جہالت دکھاؤں'' چہرے کی تمازت دماغ کے حد درجہ گرم ہونے کا پتہ دے رہی تھی۔

''تم سے ابھی تک زبان سے بات کر رہا تھا..... اگر کوئی مرد میرے سامنے یوں بکواس کرتا تو ہاتھ پاؤں توڑ کر اس کے سکول سمیت کنویں میں پھینک چکا ہوتا!'' اس نے آج ثابت کر دیا تھا کہ وہ ہیبت کزائی میں واقعی سکندر عالم اور بخت شجاع سے کئی گنا زیادہ تھا۔

TAGPK.COM

''تم نے ابھی تک ایک مرد کی جہالت دیکھی نہیں ہے بلکہ تم تو اس لفظ کے مفہوم سے بھی ابھی نابلد ہو..... جب مرد جنگلی جانور کا روپ دھارتا ہے تو عورت پھر زمین کے اوپر نہیں بلکہ منوں مٹی نیچے ہوتی ہے'' اُس کا لہجہ آگ برسا رہا تھا۔

غصہ تھا کہ سمندر کی منہ زور لہریں گردش میں تھیں..... بھنور اتنا گہرا تھا کہ سب کچھ پانے اندر ہی گھسیٹ لے جائے گا۔

لاریب بے سُدھ سی زمین پر پڑی تھی۔ آنکھوں کے جلتے دیئے کب کے بجھ چکے تھے۔ علاقے کے مرد اپنے چھوٹے مالک کی مردانگی پہ خوشی سے جھوم رہے تھے..... وہ تو اس وقت کے منتظر تھے کہ کب ''شہسوار'' واپس لوٹے اور یہ ''سرکش گھوڑی'' قابو میں آئے.....

لاریب کا جی چاہ رہا تھا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے مگر شاید یہ زمین بھی اپنے چھوٹے مالک کے حکم کے بغیر کسی کو پناہ دینے پہ راضی نہ تھی۔

✧✧✧

یہ قصہ کوئی عام قصہ نہ تھا جو رات کی سیاہی میں چھپا اور سپیدی صبح میں سب کے ذہنوں سے مٹ چکا ہوتا..... یہ تو پورے علاقے میں یوں پھیلا جیسے جنگل میں آگ..... ہر شخص اپنے شعور و تعقل کے مطابق اس پہ تبصرہ کر رہا تھا..... کچے مکانوں سے نکل کر یہ بات بخت شجاع کے بنگلے میں بھی چنگھاڑ مچائے بغیر نہ رہ سکی.....

''کتنی بار سمجھا چکا ہوں کہ اپنے غصے کو قابو میں رکھا کرو..... مولوی صاحب کتنے قابلِ احترام ہیں سارے علاقے کیلئے..... تمہاری بیوقوفی کی انتہا کے انہی کی بیٹی پہ ہاتھ اٹھالیا..... اگر یہی اس معاملے کا حل ہوتا تو شاید کب کا کر چکا ہوتا مگر تم نے..... تم نے تو انتہا کر دی.....''

بخت شجاع کی قہر سے زین العابدین کا بچنا اب ناممکن تھا۔

''ہاں تو کیا کرتا وہ مجھے جاہل..... جنگلی جانور اور جانے کیا کیا کہتی رہی اور میں منہ پہ اُنگلی رکھے کھڑا سنتا رہتا'' زین العابدین ہرگز نادم نہ تھا وہ خود کو اس فعل پہ حق بجانب سمجھ رہا تھا۔

''ایسی بددماغ لڑکی ایسے ہی سلوک کی مستحق تھی'' وہ بولا۔

''اس نے تمہیں جاہل کہا اور تم نے بن کر دکھایا.....'' یہ بی جان تھیں۔

زین العابدین نے ہمیشہ ایک بات نوٹ کی تھی کہ جب بھی لاریب کے حوالے سے کوئی بات بھی کی جائے۔ بی جان غیر معمولی حد تک خاموش رہتی۔ اور خود کو اس بحث سے پرے رکھتی۔ مگر آج ان کا عمل قابلِ حیرت تو تھا ہی.....

✧✧✧

اتنے اہم واقعے کی خبر سکندر عالم تک بھی پہنچ گئی تھی..... وہ اپنے ہمراہ فرحین کو بھی لے آیا۔ سکندر تو کسی حد تک دل میں ناراض سا بھی تھا۔ اسے بخت شجاع سے سخت شکوہ ہو رہا تھا۔

وہ تو فرحین پہ اس بات کا زہر بھی نکال چکا تھا۔

''ہاں بھئی ساری پابندیاں میرے لئے تھیں کہ یہ نہ کرو، وہ نہ کرو، لڑکی ذات ہے..... مگر اپنے سپوت کو کھلی چھٹی دے رکھی ہے کہ پرائی لڑکی پہ ہاتھ تک اُٹھالیا۔ کیا انصاف پسندی سے تایا جان کی'' شکوہ اپنی جگہ مگر لاریب کی دُرگت بننے پہ وہ بے انتہا خوش بھی تھا۔

مگر دل میں یہ حسرت کروٹیں لینے لگی کہ کاش یہ دُرگت میرے ہاتھوں بنتی''

''تایا جان..... بڑی گستاخ اور منہ پھٹ

TAGPK.COM

لڑکی تھی۔ اُس کا یہ علاج تو بہت پہلے کر لیتے تو آج اتنی نوبت نہ آتی'' سکندر عالم پرسکون لہجے میں بولا۔

فرحین اس ساری صورتحال پر بے حد بے چین ہوگئی تھی..... سرعام لڑکی ذات کی اتنی تذلیل وہ بھی اپنے بھائی کے ہاتھوں..... فرحین دل میں بے حد شرمندہ تھی۔

''جو بھی تھا مگر ایک لڑکی ذات کی اتنی توہین کرنا سراسر غلط ہے اور اس کی حمایت کرنا زیادتی ہے'' فرحین بول اٹھی۔

سکندر عالم، بخت شجاع سمیت سب کی نظریں فرحین کی جانب اُٹھیں۔

''تم تو چپ ہی رہو۔ تمہارا کیا کام ہے ان باتوں میں بولنے کا''

سکندر عالم بھڑک کر بولا۔

''ارے کیا ہوگیا ہے آپ سب کو..... آپ لوگ تو ہاتھ دھو کر میرے بیٹے کے پیچھے ہی پڑ گئے ہیں..... مرد تھا غصہ آ گیا۔ وہ بھی تو لڑکی ہو کر اتنی ہٹ دھرم ہے۔ یہی نتیجہ نکلنا تھا'' نگہت بیگم بیٹے کی حمایت میں بولیں۔

ممتا بھی مجبور ہوتی ہے شاید اپنی اولاد کے سامنے ہر حق سچ بات بھول جاتی ہے..... وہ صرف یہ یاد رکھتی ہے کہ وہ ماں ہے اور اپنی اولاد کو اپنی محبت کی چادر میں چھپانا ہے۔

''مرد تھا..... غیر مرد..... کوئی اُس کا گھر والا نہیں تھا کہ یوں سرعام اُس پر ہاتھ اُٹھائے اور کوئی پوچھنے والا نہ ہو'' بخت شجاع نے نگہت بیگم کو گھورتے ہوئے کہا۔

ماں جتنی مجبور ہوتی ہے اولاد کی محبت میں باپ اتنا ہی اپنے ہوش و حواس قائم رکھتا ہے اولاد کی محبت اپنی جگہ مگر صحیح اور غلط کا فرق نہیں بھولتا..... یہ ایسی صلاحیت ہے جو قدرت نے باپ کو ودیعت کر رکھی ہے تاکہ جہاں ماں جذبات میں آ کر درست فیصلہ نہ کر پائے تو باپ اپنے اولاد کی رہنمائی کرے۔

''کل کو یہ خود باپ بنے گا تو اسے احساس ہوگا کہ بیٹی کے باپ کی کیا حالت ہے..... مجھے تو مولوی صاحب کا سامنا کرتے ہوئے شرم آ رہی ہے اور آپ نگہت بیگم بجائے کہ اپنے لاڈلے کو سمجھائیں آپ اُلٹا اس کی حمایت کر رہی ہیں۔ مجھے آپ سے اس عمل کی توقع نہیں تھی۔'' بخت شجاع تاسف سے بولے۔

سب اپنا اپنا خیال بیان کر رہے تھے مگر زین العابدین خود کو درست سمجھ کر مطمئن تھا۔ بے شک وہ خاموش تھا۔ مگر اپنے عمل کو صحیح جان رہا تھا۔

✧✧✧

اچھے عمل کے بعد خوشی اور بُرے عمل کے بعد ندامت اور پچھتاوا فطری امر ہے..... اللہ نے انسان کے خمیر میں یہ بات رکھی ہوئے کہ بُرے عمل پہ دل اُسے لاکھ تھپکی دے مگر ضمیر کا کوڑا اور دماغ کی سرزنش اُسے چین نہیں لینے دیتی۔ ہر ایک کی نظر میں ملامت اُسے پریشان کر گئی تھی۔

دل و دماغ کی کشمکش نے اُسے نڈھال کر ڈالا تھا۔ وہ راتوں کو بے قرار و بے چین ہو کر اُٹھ بیٹھتا۔ اُسے لاریب کی آنسو بھری آنکھیں سونے نہ دیتی۔ اُسے سوتے جاگتے بس لاریب کا خیال ہی آتا رہتا..... وہ کبھی اسے خوابوں میں نظر آتی..... وہ روتی آنسو بہاتی..... زین العابدین کو اُس کے آنسو تڑپانے لگے تھے۔

اسے لگتا کہ اسے لاریب کی بددعا لگی ہے کہ اس نے اس کی خوشی چھینی خدا نے اسے مضطرب کر ڈالا تھا۔ وہ ہر پل ندامت میں رہنے لگا۔ جیسے کوئی آسیب اس پر قابض ہوگیا

ہو۔ اور وہ اس قید سے رہائی نہ پا سکتا ہو..... پچھتاوے کا آسیب، ندامت کا آسیب۔

''اسے یوں ایک غیر لڑکی کی تذلیل نہیں کرنی چاہئے تھی'' آسیب کی اذیتیں بڑھنے لگیں تو چند دنوں ہی میں اُس کی سوچ بدل گئی وہ جو خود کو ٹھیک کہہ رہا تھا اب غلط کہنے لگا۔

وہ راتوں کو دیر تک ٹہلتا۔ اُس نے کتنی جہالت کا مظاہرہ کیا تھا اتنے لوگوں کے سامنے..... وہ لڑکی بے بسی و لاچاری کی تصویر بنی زمین پر گری سسک رہی تھی۔

✦✦✦

حبس کا زور ٹوٹا تو ہوا کے جھونکے چلنے لگے..... آسمان کی بلندیوں سے شرارتی بوندیں اُتریں اور چار سُو جل تھل کر گئیں۔ زین العابدین کے اندر کی گھٹن بڑھتی جا رہی تھی مگر وہ ابرِ کرم سے محروم تھا۔ کیونکہ اس پاک ذات کا اصول ہے کہ جب تک بندہ معاف نہ کرے وہ معاف نہیں کرتا اور نہ ہی نظرِ کرم کرتا ہے۔ آسمان کو تکتا وہ بے حد اُداس تھا۔ وہ جانے اس کی وسعتوں میں کیا تلاش کر رہا تھا۔

دل بے حد مغموم سا تھا۔ اس سے پہلے کبھی اتنا سخت عمل بھی تو سرزد نہیں ہوا تھا..... ''قسم..... قدم..... اور قلم..... تبھی تو انسان کو تاکید کی گئی ہے کہ سوچ سمجھ کر اٹھاؤ۔ یہ قدم ہی ہوتا ہے جو سوچے سمجھے اُٹھ جائے تو آدم و حوا کو اللہ کی رحمت سے دور کر کے جنت سے نکال دیتا ہے۔ یہ قدم جب حد سے بڑھے تو معزز ترین فرشتے کو ''ابلیس معلون'' بنا دیتا ہے..... جب یہ قدم بہکے تو ولی سے اس کی ولایت چھین لی جاتی ہے۔

''کیا بات ہے..... آج بہت اداس ہو؟'' وہ بی جان کی گود میں سر رکھے لیٹا ہوا تھا۔

وہ بہت بے چین اور مضطرب سا تھا..... وہ جیسے ان کی گود میں پناہ لینے آیا تھا۔ یہ اس کی بچپن کی عادت تھی جب بھی پریشان یا اُداس ہوتا تو ان کی گود میں چھپ جاتا تھا۔ پھر ان کی نرم باتیں اور شفقت بھرا لمس اُسے سکون دیتی تھیں۔ اور وہ ان کی گود میں ہی سو جاتا تھا۔ مگر آج وہ بے حد اُداس تھا۔ ان کی گود میں بھی بے چین۔

''نہیں بی جان..... کوئی بات نہیں ہے؟'' اس نے ٹالنا چاہا۔

''اب تم مجھ سے جھوٹ بھی بولو گے..... جانتے بھی ہو کہ میں تمہیں اندر تک پڑھ لیتی ہوں'' ان کی محبت بھری انگلیاں اُس کے بالوں میں اُتریں۔

وہ اُسے آرام پہنچانے کی سعی کرنے لگیں مگر آرام و سکون تو جیسے اُس سے روٹھ گیا تھا۔

''بی جان..... اگر غلطی ہو جائے اور انسان اسے سُدھارنا چاہے تو کیا کرے؟'' زین العابدین ہارے ہوئے لہجے میں بولا۔

بی جان نے ایک گہری نگاہ اس کے چہرے پر ڈالی اور ساری بات سمجھ گئیں۔

''دیکھو میرے بچے..... اگر غلطی حقوق اللہ سے تعلق رکھتی ہے تو خدا کے حضور سجدہ ریز ہو جائے اور معافی طلب کرے اور اگر حقوق العباد.....'' بی جان لمحہ بھر کو رکیں۔

''جلدی بتائیں بی جان..... اگر حقوق العباد کا معاملہ ہو تو.....'' وہ یوں تڑپ کر اُٹھ بیٹھا کہ بی جان نے اسے بغور دیکھا۔

''تو پھر..... انسان سے معافی مانگو.....'' بی جان قدرے ٹھہر ٹھہر کر بولیں۔ اور اُس کی آنکھوں میں جھانکا۔

اُس نے لمحہ بھر کیلئے بی جان کے چہرے پر

TAGPK.COM

نظر ڈالی اور سرعت سے تخت سے اُترا۔

''کہاں جا رہے ہو..... اس طوفانی موسم میں'' بی جان نے اسے کئی بار پکارا مگر وہ ٹھہرنے والا نہیں تھا۔ اب اٹھایا گیا قدم کہاں رکنے والا تھا..... اور یہ قدم پہلے اٹھائے گئے ''غلط قدم'' کی تلافی کیلئے تھا۔

وہ جو نہ میں سونے کا چمچہ لیکر پیدا ہوا تھا۔ آگے پیچھے نوکر چاکر ہوتے تھے۔ آج وہ پیدل جا رہا تھا۔ اس کے قدم رکنے والے نہیں تھے وہ ہوش و خرد سے بیگانہ ہوا جا رہا تھا۔ اُسے اس کوچے کی تلاش تھی جہاں سے معافی مانگنی تھی۔ وہ خود ناواقف تھا کہ وہ کہاں جا رہا تھا مگر اُٹھائے گئے قدم منزل تک پہنچنے کیلئے بے قرار تھے۔

بارش بھی اُس کا راستہ نہ روک پا رہی تھی۔

✧✧✧

دروازے پر ہونے والی دستک پر لاریب چونکی۔ نظر بے اختیار آسمان پر گئی تو بجلی چمکی۔

''اس طوفانی بارش میں کون ہو سکتا ہے؟''

وہ بڑبڑائی۔

اسی پل دروازے پر دوبارہ دستک ہوئی تھی۔ اس بار دستک میں شدت تھی۔

''کون؟'' وہ دروازے کے قریب جا کر بولی۔

مگر بادلوں کی گھن گرج میں اس کی آواز دب کر رہ گئی۔

کیونکہ اس کی آواز کے جواب میں باہر ابھی تک خاموشی تھی۔

''میں بھی پاگل ہوں۔ بارش کی وجہ سے بابا جلدی گھر آ گئے ہیں.....'' اس نے سوچ کر دروازہ کھول دیا۔

باہر مکمل اندھیرا تھا۔

''بابا جلدی اندر آ جائیں'' وہ گھبرا کر بولی۔

اُس نے باہر کھڑے شخص کا ہاتھ تھاما اور اندر لے آئی۔

''بابا..... اتنی تیز بارش میں آنے کی کیا ضرورت تھی..... کچھ دیر کیلئے مسجد میں ٹھہر جاتے..... دیکھئے کتنا بھیگ گئے ہیں'' وہ فکر مندی سے بولی۔

وہ وجود ابھی تک خاموش تھا..... بالکل چُپ.....

وہ ابھی بھی اس کا چہرہ دیکھ نہ پائی تھی۔ اس کا ہاتھ ابھی تک لاریب کے ہاتھ میں تھا۔

اندھیرے کے باعث وہ اُسے دیکھ بھی نہ پا رہی تھی۔ یکا یک اس کی چھٹی حس بیدار ہوئی۔

''کک..... کون؟'' وہ خوف سے بولی۔

دل گواہی دے رہا تھا کہ آنے والا انجان شخص ہے مولوی صاحب نہیں۔ اوہ میرے خدا..... یہ مجھ سے کیا ہو گیا..... اُس شخص کی پراسرار خاموشی دل کو ہولانے لگی۔

''چور..... ڈاکو'' اس کے ذہن میں خیال کوندا۔

اُسے اب اپنی غلطی کا شدت سے احساس ہونے لگا۔ مولوی صاحب اکثر اُسے تاکید کرتے تھے کہ اچھی طرح تصدیق کر کے دروازہ کھولا جائے اور خاص طور پر لڑکی جب گھر میں اکیلی ہو اور رات کا وقت وہ..... مگر اب دیر ہو چکی تھی۔

''بولتے کیوں نہیں..... کون ہو؟'' وہ گھٹی گھٹی آواز میں چلائی۔

(جاری ہے)

TAGPK.COM

www.pklibrary.com

اصول اور اپنے باپ کی عزت کا پاس رکھنے والی....." مولوی صاحب نے اپنا جھریوں زدہ ہاتھ سے لاریب کا ہاتھ مضبوطی سے دبایا اور یقین دلایا۔

"تو اس کا مطلب آپ کا دل صاف ہے میری طرف سے" لاریب کی آنکھوں میں اُمید کے جگنو جگمگائے۔

"ہاں بالکل..... میری بچی..... تُو تو میری آنکھوں کا نور ہے" مولوی صاحب مسکرائے۔

"میرا دل بھی تمہاری طرف سے صاف ہے اور چھوٹے مالک کی بھی میری نظر میں ویسے ہی عزت ہے آخر انہوں نے میری عزت کو اپنی عزت بنایا یہ مان کم تو نہیں" مولوی صاحب کی بات پر عمیر نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ وہ جو بہت توجہ سے اُن دونوں کی باتیں سن رہا تھا۔ اور دل ہی دل میں مولوی صاحب کی باتوں کی تائید کر رہا تھا۔ چھوٹے مالک کے ذکرِ خیر سے سُلگ اُٹھا۔

"میں بہت خوش قسمت ہوں جسے اللہ نے ہیرے جیسا داماد دیا..... وہ شخص ہیرا ہے ہیرا..... لاریب۔ میں نے زندگی میں بہت کم مرد ایسے دیکھے ہیں جو اپنی غلطی کو تسلیم کرتے ہوں اور تلافی یا کفارے کا سوچتے ہوں۔ یہ اعلیٰ کردار کے مالک لوگ ہوتے ہیں جو جھکتے ہیں۔ خدا میری بیٹی کا نصیب بالکل صحیح جگہ جوڑا ہے وہ شخص اس قابل ہے" مولوی صاحب عالمِ جوش میں بولتے چلے گئے۔ ان کے چہرے سے اطمینان جھلک رہا تھا۔

"مگر بابا..... میں نے فیصلہ کرلیا ہے....." لاریب مضبوط لہجے میں بولی۔

"کیسا فیصلہ.....!" مولوی صاحب حیرت سے بولے تو عمیر بھی حیران نظروں سے تکنے لگا۔

کمرے میں چند لمحوں کیلئے خاموشی چھا گئی..... آسمان سے برستی بارش میں تیزی آئی تو کانوں میں سوائے برستی بوندوں کا شور مزید بڑھنے لگا۔

"میں اب واپس نہیں جاؤں گی" لاریب نے اپنے دل کی بات کہہ ڈالی۔ جس کو سن کر مولیو صاحب تو سناٹے میں آگئے..... مگر عمیر کا دل کنول کی مانند کھل اُٹھا۔ اسے اپنی برباد دنیا پھر سے آباد ہوتی ہوئی نظر آنے لگی..... دل کے چمن میں کوئل کوکنے لگی..... مور رقص کرنے لگے..... بلبلیں گیت گانے لگیں..... ہر سُو آمدِ بہار کا جشن تھا۔ خوش رنگ پھول اور دلفریب خوشبو نے چمن میں رونق بڑھا دی تھی۔ بھنوریں دیوانے بنے پھولوں کے ارد گرد رقص کرنے لگے۔ عمیر کو لگا وہ بھی ایک بھنورا ہے۔ دیوانہ..... پاگل سا بھنورا..... اور لاریب ایک حسین خوشبودار پھول ہے۔

"مگر کیوں؟....." مولوی صاحب ایکدم سے اُٹھ بیٹھے۔

انہیں اپنے کانوں پہ یقین نہیں آرہا تھا کہ اُن کی لاڈلی بیٹی اتنا بڑا فیصلہ کر بیٹھی ہے۔ مولوی صاحب کا دایاں ہاتھ اُن کے سینے پہ دھرا تھا..... باپ کا دل بُری طرح سے گھبرا اُٹھا تھا..... عمیر تیزی سے اُٹھا اور مولوی صاحب کی جانب بڑھا۔

"ماموں جان..... آپ ٹھیک تو ہیں؟" عمیر انہیں سنبھالتے ہوئے تشویش سے بولا۔

"عمیر..... اس پاگل کی بات سُنی..... تم نے....." عمیر کی بات کا جواب دینے کی بجائے انہوں نے اُلٹا سوال کر دیا۔

دل کی دھڑکنیں پھر سے بے ترتیبی کا شکار ہونے لگیں۔

"بابا..... میں واپس نہیں جاؤں گی.....

www.pklibrary.com

رسیا یار منا فالو کرنا

حنا بشریٰ

pklibrary.com

www.pklibrary.com

''بولتے کیوں نہیں..... کک..... کون ہو۔ کیوں آئے ہو یہاں؟'' اُس نے کہتے ہوئے اپنا ہاتھ چھڑانا چاہا مگر اب اس اجنبی نے گرفت مضبوط کر لی تھی۔

لاریب خوفزدہ ہو کر رونے لگی تھی مگر ہاتھ چھڑا نہ پائی۔

''لاریب..... میں..... زین العابدین ہوں!'' کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے لاریب کی سماعت میں یہ نام اترا تو نا جانے اس کے جسم میں کہاں سے اتنی طاقت آ گئی کہ اپنا ہاتھ چھڑا کر دُور ہٹ گئی۔

اُس کے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی۔

''کیوں آئے ہو تم یہاں؟'' وہ گلا پھاڑ کر چیخی۔

''تم سے معافی مانگنے..... میں بہت شرمندہ ہوں۔ میرا چین سکون سب تباہ ہو گیا ہے۔ راتوں کو سو نہیں پاتا!'' وہ جو سر سے لیکر پیر تک بھیگ چکا تھا اب لہجہ بھی بھیگنے لگا۔

''اچھی بات ہے اللہ نے تمہیں بے سکون کر ڈالا۔ تمہاری نیند حرام کر دی..... میری تو دُعا ہے کہ تم کبھی چین سے نہ رہو!'' وہ آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑی۔

''انسان ہوں غلطی ہو گئی ہے.....!'' وہ بے اختیار کہتا چند قدم آگے بڑھ آیا۔

''تمہارے معافی مانگنے سے مجھے کیا فائدہ ہوگا؟ تم نے جو سارے علاقے کے سامنے مجھے رُسوا کیا۔ کیا وہ دُور ہو جائیگی رسوائی۔ میں باہر نہیں نکل سکتی۔ لوگ مجھ پہ ہنستے ہیں.....!'' وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔

''تو پھر تم ہی بتاؤ کیا کروں..... مجھے ہر سزا قبول ہے!'' وہ بے چارگی سے بولا۔

''سزا اور وہ بھی میں دوں..... میری اتنی

مکمل ناول

تیسری قسط

www.pklibrary.com

مجال کہاں کہ اس علاقے کے مالک کو سزا دوں..... میری کیا اوقات ہے چھوٹے مالک!'' لاریب نے طنز کے نشتر چلائے۔

وہ اپنے مجرم کو معاف کرنے پر راضی نہ تھی۔

''تم بھول جاؤ اس وقت میری اور اپنی حیثیت کا فرق..... میں اس وقت تمہارا مجرم ہوں اور تمہیں سزا دینے کا پورا حق ہے۔ میں نے تمہارے ساتھ بہت زیادتی کی ہے!'' وقت کا سلطان ایک ادنیٰ سی لڑکی کے سامنے گڑگڑا رہا تھا۔

''سوچ لو..... ہوسکتا ہے تم برداشت نہ کرسکو میری دی گئی سزا.....!'' لاریب نے آنسو پونچھتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں مجھے ہر سزا قبول ہوگی!'' وہ ہر قیمت پر تلافی کرنا چاہتا تھا۔

''تو ٹھیک ہے خون کا بدلہ خون..... جان کا بدلہ جان اور..... بے عزتی کا بدلہ بے عزتی!'' وہ لبوں پر زہریلی مسکراہٹ سجائے سکون سے بولی۔

فردِ جرم عائد ہوا تو سزا بھی سنادی گئی۔

''کیسی بے عزتی؟'' وہ عالمِ تحیر میں بولا۔

''اُسی جگہ پورے علاقے کے سامنے میں بھی تمہارے منہ پہ ویسا ہی تھپڑ ماروں گی..... تا کہ تمہیں بھی احساس ہو ذلت کیا ہوتی ہے مسٹر زین العابدین!'' وہ استہزائیہ انداز سے بولی۔

زین العابدین ساکت نظروں سے اسے تکتا رہ گیا تھا۔

''کیوں کیا ہوا چھوٹے مالک..... میرا فیصلہ انصاف پر مبنی نہیں ہے!'' وہ یوں بولی جیسے اس کی بے بسی کا مزہ لے رہی ہو۔

''اب پتہ چلے گا کہ عزت کس چڑیا کا نام ہے جو ایک دفعہ اُڑ جائے تو پھر واپس نہیں آتی اور نہ ہی پکڑی جاتی ہے۔ پھر معافی بھی ملے گی اور تلافی بھی ہو جائے گی۔ کیوں میرا فیصلہ منظور ہے نا چھوٹے مالک؟'' لاریب کا لہجہ انتقامی سا ہوا جا رہا تھا۔

''بے عزتی کا بدلہ عزت بھی تو ہوسکتا ہے لاریب؟'' وہ اپنے حواسوں میں نہیں تھا۔ تبھی تڑپ کر اسے بانہوں سے تھام بیٹھا۔ اسے ہر صورت معافی ہی چاہئے تھی۔ اُس کی آنکھوں سے اضطراب جھلک رہا تھا۔

''تم چپ کیوں ہو؟'' اُس نے اسے جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا۔

مگر لاریب کی زبان گنگ ہوگئی۔ وہ غیر اجنبی مرد اسے یوں تھامے ہوا تھا۔ حیرت تو لازم تھی..... کھٹکے کی آواز پر دونوں چونکے۔

مولوی عبدالرافع کے ساتھ عمیر کھڑا تھا۔ وہ دونوں مکمل بھیگے ہوئے تھے۔ عمیر کے کندھے پہ سفری بیگ اور ہاتھوں میں ساز و سامان کے لفافے تھے۔ وہ ابھی شہر سے آیا تھا۔ باہر بارش ہو رہی تھی مگر اندر..... اندر تو طوفان برپا ہوگیا تھا جس نے عمیر کے اندر ہلچل مچا دی تھی۔ زین العابدین لاریب کو بانہوں سے تھامے ہوئے تھا۔ مولوی صاحب اور عمیر کی نظروں میں حیرتوں کا سمندر تباہی مچائے ہوئے تھا۔ لاریب اپنی جگہ ساکت رہ گئی تھی۔ بے گناہ و بے قصور ہوتے ہوئے بھی وہ ندامت سے دو چار تھی۔ زین العابدین کو شرمندگی نے گھیر لیا۔ وہ نظریں اُٹھانے کے قابل نہ رہا تھا۔ ایک الجھن کو سلجھانے آیا تھا دوسری الجھن کا شکار ہوگیا تھا۔

مولوی صاحب کے ماتھے پہ بل مگر لب خاموش تھے۔ مگر عمیر زیادہ دیر یہ سب دیکھ نہ پایا۔ تو سارا سامان زمین پر پھینک کر اندر کمرے میں چلا گیا۔

www.pklibrary.com

''بابا..... وہ میں..... اصل میں.....!''

لاریب خوامخواہ مجرم سی بن گئی تھی۔

زین العابدین کو اپنا آپ سخت بُرا لگ رہا تھا۔ بات کتنی بگڑ گئی تھی۔ مولوی صاحب نے دونوں پر بھرپور ناراضگی والی نظر ڈالی اور لاٹھی کے سہارے چلتے مرے مرے قدموں سے اپنے کمرے میں چلے گئے..... وہ ایک دم بہت نڈھال اور بوڑھے لگنے لگے تھے۔

✧✧✧

طوفان آیا اور چلا گیا تھا مگر مولوی عبدالرافع کے گھر میں طوفان سے پہلے کی خاموشی چھائی تھی۔ جو ایک اور طوفان کا پیش خیمہ تھی۔ وہی ایک منظر دل و جان کو جلائے جا رہا تھا۔

بھیگی رات..... تنہائی..... لاریب بخت شجاع کے بیٹے کے ساتھ کیوں تھی؟ وہ کیوں ہمارے گھر آیا تھا؟..... میری لاریب سے ملنے..... یوں جیسے آسمان زمین کی جانب جُھکا ہوا تھا۔ ایسی کیا مجبوری تھی کہ وہ رات کے وقت یوں گھر آیا۔ عمیر کے دل میں شک پیدا ہوا تو اُس نے کوئی مزاحمت نہ کی۔ وہ تڑپ رہا تھا مگر آنکھوں دیکھا جھٹلانے کی سکت نہ تھی۔

✧✧✧

''کالو..... کھانا کھالو.....!'' لاریب کا میٹھا لہجہ ہمیشہ عمیر کے کانوں میں رس گھول رہا تھا..... مگر آج منفی سوچوں کی زنجیروں میں جکڑا وہ آنکھیں بند کئے سویا بنا رہا جو لاریب کی ذرا سی آواز پر کسی غلام کی طرح حاضر ہو جاتا تھا..... مگر آج وہ غلام بدگمانی کا شکار تھا۔

''کالو زیادہ ایکٹنگ نہ کرو..... میں جانتی ہوں تم جاگ رہے ہو.....!'' لاریب بھی اُس کی رمزیں جانتی تھی..... بچپن کا ساتھ تھا ساتھ پلے بڑھے تھے۔ اُس کے ہاتھ میں کھانے کی ٹرے تھی۔ دوسرے ہاتھ سے اس کے ہاتھ پر چٹکی بھری۔

''مجھے بھوک نہیں ہے!'' عمیر نا جانے کس حوصلے سے بولا۔

''کیسے بھوک نہیں ہے..... پہلے جب بھی شہر سے آتے ہو تو بھوکے شیر بنے کھانا مانگتے ہو..... تو پھر آج کیسے بھوک نہیں!'' اُس نے اسے بازو سے پکڑ کر زبردستی بٹھاتے ہوئے کہا۔

''کھانا بھوک نہیں ہے تو نہیں ہے..... پھر کیوں ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ گئی ہو''۔ عمیر دُرشتی سے بولا۔

''تو ٹھیک ہے پھر..... تو پھر میں بھی کھانا نہیں کھاؤں گی!'' وہ مصنوعی خفگی سے بولی۔

جانتی تھی عمیر اس کی تکلیف نہیں برداشت کر سکتا۔ یہ ترکیب ہمیشہ کارگر ہوتی تھی مگر آج عمیر پر کسی بات کا اثر نہ تھا۔

''تو نہ کھاؤ کھانا..... مر جاؤ بھوکی میری بلا سے!'' عمیر قدرے چلایا تو وہ اسے متحیر سی دیکھتی رہ گئی..... یہ وہ عمیر تو نہیں تھا۔ جو اُس کی تکلیف پر تڑپ اُٹھتا تھا۔

وہ تو مولوی صاحب کو کہتا تھا کہ لاریب کو ڈانٹا نہ کریں۔ یہ بہت لاڈ پیار سے پلی ہے۔ جو بچے لاڈ پیار سے پلے ہوں وہ ذرا سی بھی سختی برداشت نہیں کر پاتے..... مگر آج وہی اسے ڈانٹ رہا تھا۔

''آخر ہوا کیا ہے عمر؟.....!'' وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

عمیر سے ہمیشہ اُسے پیار اور محبت ہی ملی تھی۔ اور جس سے ہمیشہ محبت ملے اس کی ذرا سی بھی نفرت پر دل بھر آتا ہے۔ اور آنکھیں اُس کے دکھ کی ترجمانی کرنے لگ جاتی ہیں۔ اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔ عمیر بے حس بنا رہا

www.pklibrary.com

تھا..... دل جو بُری طرح سے ٹوٹا تھا.....
لاریب تو ہمیشہ سے اس کی تھی پھر زین العابدین کے ساتھ کیوں تھی؟ یہ سوال ہتھوڑے کی طرح اس کے دماغ پر برس رہا تھا۔

''عمیر یہ اچھی بات نہیں ہے..... ناراضگی ہے تو وجہ بتاؤ یوں منہ پھلا کر کیوں دوسروں کو اذیت دیتے ہو اور خود بھی تکلیف میں رہتے ہو!'' وہ آنسو اپنے اندر اُتارتے ہوئے بولی۔

''اذیت..... تم کیسی اذیت میں ہو..... بلکہ کافی مزے میں لگ رہی ہو!'' عمیر تلخی سے بولا۔

''عمیر تم کیوں ناراض ہو..... مجھے نہیں معلوم..... میں نے کیا کیا ہے؟'' لاریب جھلائی۔

''اب تم اتنی بچی بھی نہیں ہو اور نہ ہی اتنی بھولی ہو کہ کسی کی ناراضگی کی وجہ نہ جان پاؤ'' عمیر اس کی ناسمجھی پر چڑ سا گیا۔ نگاہوں کے سامنے پھر سے وہ منظر تازہ ہونے لگا۔ جو دل و جاجن کو جلائے جا رہا تھا۔

عمیر نے اب بھی وضاحت نہ کی تھی بلکہ لاریب کو Puzzle پکڑا دیا تھا کہ خود ہی اُلجھتی رہو اور حل ڈھونڈتی رہو۔

''عمیر پلیز..... اپنی ناراضگی ختم کرو..... میرا قصور کیا ہے؟'' اس کی ہمت جواب دینے لگی تو اشکوں سے آنچل بھیگنے لگا۔

''بخت شجاع کا بیٹا کیوں آیا تھا؟'' عمیر کی آنکھوں میں شک کے بادل تھے۔ عمیر کا سوال ایسا تھا کہ لاریب اُس سے خفا ہو جاتی۔ یعنی عمیر اُس پر زندگی میں پہلی بار شک کر رہا تھا۔ اور وہ بھی شک اُس شخص کے ساتھ جو اُس کے خوابوں کا قاتل تھا جس نے اس کا سکول تباہ کیا۔ جس پر وہ تھوکنا بھی برداشت نہیں کرتی۔ وہ بھی ۔۔۔

مردوں کی طرح سوچ رہا تھا۔ لاریب کے کردار کو جانتے ہوئے۔ ہر بات سے واقف ہونے کے باوجود..... لاریب کو دلی صدمہ پہنچا تھا۔

پہلے تو دل چاہا کہ عمیر کو یونہی اس کی منفی سوچوں میں تنہا چھوڑ جائے مگر پھر خیال آیا کہ وہ کیوں چوروں کی طرح منہ چھپائے۔ کیوں میدان کو چھوڑ جائے۔

''وہ معافی مانگنے آیا تھا۔ پچھتاوے کی آگ میں جل رہا تھا..... میرا سکول.....!'' لاریب کی بات کاٹ کر وہ جلدی سے بولا۔

''عمیر جو سچ تھا میں نے بتا دیا..... میرا اُس شخص سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ صرف معافی مانگنے آیا تھا..... اگر تم اُس کی آنکھوں میں دیکھتے تو تمہیں اعترافِ جرم صاف دکھائی دیتا!'' لاریب سنجیدگی سے بولی۔

اس سے زیادہ وہ وضاحت کرنا نہ تو ضروری سمجھ رہی تھی اور نہ ہی مجبوری۔ جو حقیقت تھی وہ اُس نے بتا دی تھی اب یقین کرنا نہ کرنا عمیر کا کام تھا..... وہ ویسے بھی اس اصول پر عمل پیرا تھی کہ بات اچھے طریقے سے سامنے والے کو کو بتا دی جائے۔ اب ڈنڈا مار کر تو سامنے والے کو نہیں سمجھایا جا سکتا۔ اور نہ ہی مطمئن کیا جا سکتا ہے۔ پھر خوامخواہ کی بحث عبث تھی۔ اُس نے ایک نظر عمیر پر ڈالی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

تمہیں کیا معلوم لاریب اُس کی آنکھوں میں کیا تھا۔ ایک مرد ہی دوسرے مرد کی آنکھوں کو اچھی طرح پڑھ سکتا ہے وہ بھی عورت نہیں پڑھ سکتی۔ اُس کی آنکھوں کی تحریر کے ابتدائی چند اوراق پر تو ندامت و پچھتاوا درج تھا مگر..... عمیر بُری طرح سے تڑپا..... یہ سوچ بھی جان لیوا تھی۔

''تمہیں کیا پتہ لاریب مرد کیلئے پچھتاوے سے اگلی منزل کونسی ہوتی ہے.....!'' کسی انہونی

www.pklibrary.com

کے زہریلے ناگ نے اپنا پھن اُٹھایا۔

''کہیں کچھ غلط نہ ہو جائے۔ کوئی تمہیں مجھ سے چھین نہ لے!'' زہریلے ناگ نے عمیر کو اس شدت سے ڈسا تھا وہ بے حال سا ہو کر گر پڑا۔

✧✧✧

ساری رات بارش میں بھیگنے کی وجہ سے زین العابدین کو بخار نے آلیا۔ اب وہ بیمار اور ریشم تیمار دار تھی۔ وہ نا جانے کتنے گھنٹے سے اُس کی فکر میں ہلکان ہو رہی تھی۔ بخار تھا کہ ٹوٹنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ مگر ریشم کیلئے اُس کا بخار کسی نعمت سے کم نہ تھا..... اس بہانے تو وہ اس کے قریب بیٹھی تھی۔ ورنہ وہ تو اُسے منہ لگانا بھی پسند نہیں کرتا تھا۔

نیم بے ہوشی کی حالت میں زین العابدین منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑا رہا تھا۔ وہ شاید کسی کا نام لے رہا تھا۔ جسے ریشم باوجود کوشش کے سُن نہ سکی۔ غنودگی کے عالم میں اُس نے ایک دم ہی ریشم کا ہاتھ تھام لیا..... ریشم پر تو شادی مرگ کی کیفیت طاری ہو گئی۔ دل میں لڈو پھوٹنے لگے۔

''چلیں زین جی..... جاگتے میں نہ سہی نیند میں ہی آپ نے میرا ہاتھ تو تھاما!'' وہ دل ہی دل میں بولی۔

وہ ابھی بھی کسی کو پکار رہا تھا مگر لڑکھڑاتی زبان نے ریشم کی سماعت میں وہ نام پہنچنے نہ دیا..... زین العابدین جس کا چہرہ بخار کی شدت سے سرخ ہو رہا تھا اور ریشم کا خوشی کے مارے۔

زین العابدین نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں تو ریشم کا ایک ہاتھ اُس کی پیشانی پر تو دوسرا اُس کے ہاتھ میں تھا۔ چہرہ گلنار ہوا جا رہا تھا۔

''یہ کیا حرکت ہے ریشم؟'' زین العابدین چونکتے ہوئے بولا۔

''کیوں زین جی..... کیا ہوا؟'' ریشم بدمزہ ہوئی۔

''تم یہاں کیوں بیٹھی ہو؟'' زین العابدین کوفت سے کہتا پرے سرک گیا۔

''ریشم جانتی ہو۔ کہ مجھے لڑکیوں کی بے تکلفی بالکل پسند نہیں۔ شرم و حیا عورت کا زیور ہوتی ہے۔ اور جس میں حیا نہیں وہ عورت کہلانے کے قابل نہیں'' اُس نے بُری طرح کھانستے ہوئے ریشم کی طبیعت صاف کی۔ باہر زندگی وہ گزار کر آیا تھا اور اثر سارا ریشم پر ہو گیا تھا۔ پیشانی پر بل ڈالے وہ اسے گھور رہا تھا۔

''بہت بُرے ہو زین جی..... ایک تو ساری رات بیٹھ کر آپ کی پٹیاں کیں اور ایک آپ ہیں نہ کوئی تعریف، نہ کوئی حوصلہ افزائی، بلکہ ہوش میں آتے ہی بے حیا ہونے کا طعنہ دے دیا ہے۔ آپ کی منگیتر ہوں کوئی غیر لڑکی نہیں ہوں جو آپ یوں میری بے عزتی کر رہے ہیں'' ریشم کا لہجہ بھیگنے لگا۔

''جائیں..... اب میں آپ سے کبھی نہیں بولوں گی..... بہت بُری ہوں ناں۔ اب جب تک آپ منانے نہیں آئیں گے میں اس گھر میں کبھی نہیں آؤں گی'' ریشم نے خالصتاً بیویوں والے ڈائیلاگ مارے اور یہ جا وہ جا۔

زین العابدین نے سکھ کا سانس لیا تھا اور جانتا تھا کہ اب وہ سکندر عالم کے سامنے خوب بھڑاس نکالے گی۔ فرحین کے ساتھ بھی انتقامی کارروائی کرے گی اور سب کو مجبور کرے گی کہ زین العابدین اُسے منائے مگر زین العابدین کو اس کی ذرا سی بھی پروا نہ تھی۔ بات روٹھنے اور منانے کی چلی تو دھیان میں کوئی اور وجود آ بسا تھا۔

گلابی رنگت، اور سیاہ بڑی بڑی آنکھیں

www.pklibrary.com

جیسے ہیرے جڑے ہوں اور گلابی لب، وہ سب سے جدا تھی سب سے الگ تھی۔ وہ رُوٹھا رُوٹھا چہرہ دل کو اپنی جانب کھینچنے لگا تھا۔ سوچیں اُسی تک پرواز کرنے لگیں۔ اُس کی ذات میں ایک دم بدلاؤ کیسا تھا وہ خود بھی سمجھنے سے قاصر تھا۔ ایک دم دل کو سب کچھ بہت اچھا لگنے لگتا اور پھر اگلے لمحے ہی دل پر اُداسی چھانے لگتی۔ دل کی بے چینی کسی کو تلاش کرنے لگی تھی۔ دل ونظر کو کسی گمشدہ کی طلب رہنے لگی..... نیند آنکھوں سے اُوجھل تھی۔ بے قراری سی بے قراری تھی۔

دل پر ایک نئے جذبے کا اِدراک ہوا تھا۔ مردوں کے دل میں پہلے ندامت سے ابتدا ہوتی ہے پھر تلافی کی طرف اگلا قدم اُٹھتا ہے۔ پھر وابستگی لگاؤ، اور اس سے اگلی منزل محبت ہوتی ہے اور..... پھر..... محبت سے اگلی منزل تو عشق ہی ہے۔ جس کے بعد قدم تو رُک جاتے ہیں مگر جستجو حرکت میں آ جاتی ہے کسی کو پانے کی جستجو..... کسی کو چاہنے کی جستجو، ساری زندگی اس کی سنگت میں گزارنے کی جستجو.....

''مرد کی فطرت میں ہے کہ وہ ہمیشہ مخالف سمت کا انتخاب کرتا ہے وہ ہمیشہ اُس عورت سے دُور بھاگتا ہے جو اُس کی جانب خود مائل ہوتی ہے اور اُسے اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے جتن کرتی ہے۔ زین العابدین کے ساتھ بھی یہی ہونے لگا۔ ریشم اُس کی جانب مائل ہوتی تھی..... مگر زین العابدین کو ریشم سے کوئی مطلب نہ تھا۔ اُس کے دل کو لاریب کی طلب ہونے لگی تھی۔ پہلے بات صرف تلافی کی تھی مگر اب اسے ''مرض محبت'' نے جکڑ لیا تھا۔

اب مرض کی تشخیص ہو چکی تھی..... اب ضرورت تھی اُسے علاج کی۔ اس مرض کا بروقت علاج نہ کیا جائے تو یہ ناسور بن جاتا۔ جو پورے وجود میں پھیل کر انسان کو کسی قابل نہیں چھوڑتا۔

یہ تو اُس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اس مرض کا بروقت علاج کروائے گا۔ اُسے ناسور بننے نہیں دے گا مگر..... علاج کا طریقہ بے حد مشکل تھا۔ اُسے یہ بغاوت خاصی مہنگی پڑ سکتی تھی۔ پورا خاندان دُشمن ہو جاتا..... اس سے لاتعلقی اختیار کر لیتا..... ریشم اپنی جان دے دے۔ یہ سب اتنا آسان نہیں تھا۔ مگر یہ سب تو کرنا تھا اگر نہ کرتا تو اپنا مرض ناسور بن جاتا۔ اُس نے فیصلہ کیا اور پھر اُس پر ڈٹ گیا۔ جس نے بھی سنا انگشت بدنداں رہ گیا۔ اُس کے فیصلے نے پورے خاندان میں ہلچل مچا دی.....

''میں مولوی عبدالرافع کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہوں'' وہ جیسے انہیں اطلاع دے رہا تھا۔

''دماغ ٹھیک ہے تمہارا؟'' بخت شجاع بھڑک اُٹھے

''کیوں اس میں غلط کیا ہے؟'' وہ اطمینان سے بولا۔

''کل تک جس لڑکی کے دشمن بنے ہوئے تھے اب اُسی سے شادی کرنا چاہتے ہو.....''

بخت شجاع کی حیرت اپنی جگہ درست تھی۔ یہ تو انہونی ہو گئی تھی جس پر وہ بضد تھا۔

''آپ لوگ اتنا حیران کیوں ہو رہے ہیں۔ کیا پسند کی شادی کرنا جائز نہیں''

زین العابدین نے اُلٹا سوال پوچھ لیا۔

''ہوش کرو بیٹا..... یہ کیسا فیصلہ ہے..... تم جانتے ہو کہ ریشم تمہاری منگیتر ہے!'' انہیں زین العابدین کا فیصلہ ایک آنکھ نہ بھایا۔ نگہت بیگم بول پڑیں۔

''امی جان ریشم صرف میری منگیتر ہے میرے نکاح میں نہیں ہے اور اگر وہ میرے

www.pklibrary.com

نکاح میں بھی ہوتی تو دوسرا نکاح لاریب سے ہی کرتا.....!'' وہ قدرے توقف کے بعد بولا۔

سب اُسے سکتے کے عالم میں تک رہے تھے۔ الفاظ ایسے تھے کہ جیسے پُرسکون سمندر میں کوئی زور سے پتھر مار دے اور گول گول دائرے بنتے چلے جائیں اور جب وہ دائرے معدوم ہونے لگیں تو دوسرا پتھر مار دیا جائے تا کہ تلاطم برپا ہو جائے۔

''تم جانتے ہو..... تمہارا یہ فیصلہ کتنی سنگین صورت اختیار کر سکتا ہے..... پورا خاندان دشمنی پر اُتر آئے گا..... سکندر عالم کی بہن کو ٹھکرانے کا مطلب جانتے ہو کہ تمہار بہن طلاق کے کاغذ لیکر واپس آ بیٹھے گی'' بخت شجاع کو اُس کا فیصلہ سخت بچکانہ لگ رہا تھا۔ جو بھیانک نتائج پر مبنی تھا۔

''بابا جان..... میرا فیصلہ اٹل ہے اور ایک بات اچھی طرح سے واضح کر دوں..... میری شادی لاریب سے نہ بھی ہوئی تو بھی میں ہرگز ریشم سے شادی نہیں کروں گا۔ یہ وٹے سٹے کی روایات اب بدل دیں..... ریشم کو تو ہر صورت انکار کرنا ہے تو پھر بھی فرحین کو برداشت کرنا ہوگا'' زین العابدین کے انداز میں قطعیت تھی گویا کہ وہ ہر طرح کے نتائج سے بے پرواہ تھا۔

''ایک عام معمولی سی لڑکی ہمارے خاندان کی بہو نہیں بن سکتی!'' نگہت بیگم کو ہرگز گوارا نہ تھا کہ ایک ادنیٰ سی لڑکی ان کے اونچے خاندان کی بہو بنے..... مخمل میں ٹاٹ کا پیوند نہیں لگتا..... ویسے بھی انہیں ریشم دل و جان سے عزیز تھی۔

''میرے نزدیک یہ ساری باتیں فضول ہیں۔ میں ریشم سے کسی صورت شادی نہیں کروں گا اور اگر آپ لوگوں نے مجھ پر زور زبردستی کی تو میں ہمیشہ کیلئے یہ گھر چھوڑ دوں گا۔ آپ لوگوں کو کبھی اپنی شکل نہیں دکھاؤں گا''

زین العابدین ایک کے بعد ایک فیصلہ سناتے ہوئے گویا بم گرا رہا تھا۔

''ایک عام سی لڑکی کیلئے کو ہم سب کو چھوڑ دے گا'' نگہت بیگم غم سے ڈھے گئیں۔

''امی جان میں اس لڑکی کو عزت دینا چاہتا ہوں جس کو سر عام رُسوا کیا تھا تو اس میں بُرائی کیا ہے۔ فرحین میری بہن ہے مجھے بہت عزیز ہے مگر میں اُس کی خاطر ریشم نام کی مصیبت اپنے گلے میں نہیں ڈال سکتا'' وہ بے لچک انداز میں بولا۔

نگہت بیگم اور بخت شجاع اُس کی جانب تک رہے تھے جو ان کا اکلوتا لاڈلا بیٹا تھا۔ وہ آج یوں ان کے سامنے کھڑا ہوگا ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ مگر بی جان یہ بات جان چکی تھیں کہ وہ اپنی بات سے پیچھے ہٹنے والا نہیں۔ وہ فرحین کیلئے فکر مند تھیں۔

✧✧✧

اس فیصلے نے تناؤ کی صورت اختیار کر لی تھی۔ پورے خاندان کی طرف سے زین العابدین کو دھمکیاں مل رہی تھیں۔ سکندر عالم تو آگ بگولہ ہو چکا تھا۔ اُس نے اس بات کا سارا نزلہ فرحین پر گرایا تھا۔ جانتا تھا کہ فرحین کے ذریعے وہ زین العابدین کا انکار اقرار میں بدل سکتا ہے۔ زین العابدین کا دماغ ٹھکانے لگانے کیلئے وہ فرحین کو اذیتیں دیتا تا کہ بہن کی تکلیف پر تڑپ اٹھے..... ریشم نے اپنا رو رو کر بُرا حال کر لیا تھا۔ اس دوران خودکشی کی کوشش کر کے خاندان بھر کی ہمدردی سمیٹ لی تھی۔ پورے خاندان کی حمایت سکندر عالم کے ساتھ تھی۔ اگر وہ یہ فیصلہ کسی ''گوری'' کیلئے کرتا تو بات سمجھ آتی مگر مولوی کی معمولی بیٹی کیلئے اپنی بچپن کی منگ کو ٹھکرایا جا رہا تھا جس کا کل تک خود دشمن تھا آج اُسی سے شادی کیلئے مرا جا رہا تھا۔ آخر وہی ہوا

www.pklibrary.com

جس کی روایت ازل سے چلی آرہی ہے اولاد کی خوشی کی خاطر والدین کو ہتھیار ڈالنا پڑے۔

✧✧✧

گھر کے صحن میں پڑا بیش قیمت ساز و سامان لاریب کی توجہ کا مرکز تھا..... کوئی ایسی چیز نہ تھی جو موجود نہ تھی۔

''بابا یہ کس کا سامان ہے؟'' لاریب کی آنکھیں چندھیا گئیں۔

''یہ شادی کا سامان ہے'' مولوی صاحب کا جواب بہت مبہم سا تھا۔

''بابا..... کس کی شادی ہے؟'' لباس بے حد قیمتی تھے اور زیورات بھی بہت بیش قیمت۔ کیونکہ علاقے کے امراء اکثر غریب جوڑوں کی شادی کیلئے رقم اور ساز و سامان دیتے تھے اور مولوی عبدالرافع کی زیر نگرانی ایسے نکاح ہوتے تھے۔

لاریب کیلئے یہ سب حیران کن نہیں تھا مگر اس بار ساز و سامان بے حد قیمتی تھا۔

''تمہاری شادی کا'' مولوی صاحب نے کہتے ہوئے نظریں چرائیں

اب کی بار لاریب کا دل دھڑکا تھا۔ کسی انہونی کا احساس اُسے چونکا گیا۔

''میری شادی..... بابا کیا یہ سامان عمیر لایا ہے؟'' لاریب کی حیرت دو چند ہوگئی۔

اُس کی بات کے جواب میں وہ نظریں چُراتے ہوئے عمامہ اُتارنے لگے۔ کبھی اپنی لاٹھی سائیڈ پر رکھنے لگے۔ لاریب انہیں جواب طلب نظروں سے تک رہی تھی..... وہ اب گھڑے سے پانی نکال کر پینے لگے۔ نا جانے وہ آج سارے کام خود کیوں کر رہے تھے وہ لاریب کے ذمہ تھے۔

''بابا..... کیا ہوا جواب کیوں نہیں دے رہے؟'' لاریب اُلجھ سی گئی۔

''بتایا تو ہے کہ تمہاری شادی کا سامان ہے اور دو روز تک تمہارا نکاح ہے اپنی سہیلیوں کو بلا لینا اور..... ہاں آرزو کو دو چار روز کیلئے یہیں رکھ لینا۔'' مولوی صاحب یوں بولے جیسے اُسے کوئی عام سی خبر دے رہے ہوں۔

''دو روز..... بعد..... میرا نکاح..... بابا لیکن یوں اچانک..... بابا میں عمیر کو بتا چکی ہوں کہ میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی.....'' لاریب کو عمیر پر شدید غصہ آرہا تھا۔

عمیر یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ اپنے سکول کی وجہ سے کتنی پریشان ہے۔ اور پھر بھی اس سب کی تیاری کر لی۔

''لاریب..... تمہاری شادی عمیر سے..... نہیں..... ہو رہی.....'' مولوی صاحب ٹھہر ٹھہر کر بولے۔ وہ جانتے تھے کہ حقیقت جان کر وہ آپے سے باہر ہو جائے گی۔

''تمہاری شادی..... بخت شجاع کے بیٹے سے ہو رہی ہے'' ماتھے سے پسینہ پونچھتے ہوئے مولوی صاحب نے گویا لاریب کی جانب دیکھنے سے گریز کیا تھا۔

ان الفاظ نے فضا میں ایک ساتھ کئی دھماکے کر ڈالے تھے۔ لاریب پتھر کا بُت بنے انہیں دیکھ رہی تھی۔ اُس کے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا کہ راتوں رات اُس کا نصیب اُس شخص کے ساتھ جوڑ دیا جائے گا جس نے اُس کا سب کچھ چھین لیا تھا۔ اُسے دو کوڑی کا کر دیا تھا۔ جس نے اُس کا مقصدِ حیات تباہ کر ڈالا..... اُس کی زندگی کو بے مقصد بنا ڈالا۔ جو صرف اور صرف نفرت کے قابل تھا۔

''بابا..... آپ..... کو اندازہ..... ہے کہ..... آپ میرے ساتھ کیا ظلم کر رہے ہیں؟''

www.pklibrary.com

بہت دیر بعد اس کی زبان سے یہ الفاظ نکلے۔ اُسے ہرگز امید نہ تھی کہ اُس کا باپ اُس کی زندگی کے متعلق اتنا سنگین فیصلہ کرے گا۔

مولوی عبدالرافع خاموش رہے تھے۔ وہ اُس کا ردِعمل جانتے تھے۔

''بابا..... اُس شخص نے میرے ساتھ کیا کیا؟ میرا اسکول تباہ کیا۔ مجھے یوں سرِ عام ذلیل و رُسوا کیا'' لاریب کی آنکھوں سے لہو قطرہ قطرہ رسنے لگا۔

وہ ابھی بھی شاکڈ تھی۔ اُسے لگ رہا تھا کہ وہ بھیانک خواب دیکھ رہی ہے۔ جو اس قدر خوفناک تھا کہ وہ دیکھنے کی ہمت نہ کر پا رہی تھی۔ وہ جاگنا چاہتی تھی تا کہ خواب ٹوٹ جائے۔ اُسے ڈر تھا کہ کہیں خواب سچا نہ ہو جائے۔

''بڑی بیگم صاحبہ..... خود چل کر آئی تھیں میرے پاس رشتے کیلئے..... میں انہیں انکار نہیں کر سکتا.....!'' وہ رُکے

''ویسے بھی اُس..... بارش..... والی رات!'' مولوی صاحب نے رُخ موڑتے ہوئے دانستہ بات ادھوری چھوڑ دی۔

''بابا..... کیا ہوا تھا بارش والی رات میں۔ بابا آپ بھی مجھ پر شک کر رہے ہیں۔ کیا آپ کو بھی اپنی بیٹی پر اعتبار نہیں رہا۔ آپ بھی عمیر کی طرح سوچ رہے ہیں'' آنسو اُس کے آنچل کو تیزی سے بھگونے لگا حیرت سی حیرت تھی۔ ''اچھا اچھا..... اب زیادہ واویلا مچانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک اجنبی شخص رات کے وقت میری غیر موجودگی میں میرے گھر تھا۔ کیا وجہ تھی اور تم بھی تو کچھ جانتی ہو گی۔ جو یوں وہ موجود تھا۔ میں مزید کوئی بدنامی مول نہیں لینا چاہتا۔ یہ قصہ ایسے ختم ہوتا ہے تو ایسے ہی سہی..... تمہیں حقیقت خود بتا دینی چاہئے تھی ایک باپ کیلئے وہ منظر قابلِ برداشت نہیں تھا۔ اور اب اگر اُس شخص سے تمہاری شادی ہو رہی ہے تو احتجاج کیوں؟'' وہ بالکل عمیر کی طرح اُس سے بدگمان ہو چکے تھے۔

آنکھوں نے جو دکھایا انہوں نے وہی سچ جان لیا تھا حقیقت کیا تھی وہ بے خبر تھے۔

لاریب کے چہرے پر دُکھ کی پرچھائیاں تھیں۔ وہ بے گناہ تھی مگر اُسے گناہ گار قرار دے کر سنگسار کیا جا رہا تھا۔ زین العابدین کی ذات ہمیشہ اُس کیلئے اذیت کا باعث بنی تھی۔

''بابا..... میں مر جاؤں گی مگر اُس ذلیل انسان سے شادی نہیں کروں گی'' لاریب بپھر اُٹھی۔

باپ کی نظروں میں بے اعتباری نے اُسے توڑ ڈالا تھا۔ اور وہ صرف دھمکی نہیں دے رہی تھی بلکہ کر گزرنے والوں میں سے تھی۔

''بابا..... آپ نے میرے ساتھ زبردستی کی تو میں اپنی جان دے دوں گی۔'' لمحے بھر کی بات تھی تیز دھار چھری زندگی کی دوڑ کاٹ دیتی..... اُس نے چھری نبض پر رکھ لی۔ اگلے لمحے ہی یہ شور مچ جاتا کہ مولوی عبدالرافع کی بیٹی نے خودکشی کر لی..... حرام موت مر گئی..... ایک زوردار تھپڑ مار کر انہوں نے اُس کے ہاتھ سے چھری چھین لی۔

''لاریب..... اب میں تمہیں ہمیشہ کی طرح من مانی نہیں کرنے دوں گا..... میں دیکھتا ہوں کیسے انکار کرتی ہو۔ ہر معاملے میں ضد..... ہر معاملے میں ہٹ دھرمی..... تم نے میری زندگی کو اجیرن کر ڈالا ہے۔ کاش میں بے اولاد ہی ہوتا۔ یا پیدا ہوتے ہی تمہارا گلا گھونٹ دیتا تو آج یوں ذلت و رسوائی نہ ملتی'' مولوی صاحب درشت لہجے میں بولے۔

www.pklibrary.com

وہ قدرے نڈھال دکھائی دینے لگے۔ وہ اُس کے بابا نہیں تھے یہ تو کوئی اجنبی شخص تھا۔ جو ہاتھ ہمیشہ اس کے سر پر دست شفقت رکھتے تھے۔ آج اُس پر اُٹھ گیا تھا۔ کہ وہ دنگ رہ گئی تھی۔ انہوں نے کبھی اس پر ہاتھ نہیں اُٹھایا تھا..... بہت بار جب بخت شجاع کے ہاتھوں ذلیل ہوتے تو مولوی صاحب کا دل چاہتا کہ لاریب کو خوب ماریں تا کہ اُس کا دماغ ٹھکانے آجائے۔ مگر چاہنے کہ باوجود وہ یہ کر نہ پائے کہ اولاد کی محبت غالب آجاتی تھی۔

والدین ساری زندگی اولاد کی ضد، ان کی خواہشات کو جی جان سے پورا کرتے ہیں۔ اور جب بات شادی کی آجاتی ہے تو..... وہی محبت کرنے والے والدین سخت گیر بن جاتے ہیں۔ اس معاملے میں ہر طرح کی زبردستی سے بھی گریز نہیں کرتے زندگی کا انتہائی اہم معاملہ..... جس میں اولاد کر مرضی کا اختیار دیا گیا ہے۔ والدین اسی حق کو استعمال نہیں کرنے دیتے..... انہیں ساری زندگی کیلئے بھی اولاد کو چھوڑنا پڑے تو چھوڑ دیتے ہیں۔

''مر جاؤ..... زین العابدین تم..... موت آئے تمہیں..... اللہ تمہیں درد ناک موت دے'' وہ روتے ہوئے دل ہی دل میں اُسے بد دعائیں دے رہی تھیں۔ اُس کی زندگی کتنی لاچار ہوگئی تھی۔

''عین شادی والے دن تمہارا جنازہ اُٹھے ..... اور بابا ہی تمہارا جنازہ پڑھائیں'' وہ جی بھر کر اُسے بد بد دعائیں دے رہی تھیں کہ کوئی نہ کوئی تو اُسے لگ جائے اور اس مصیبت سے جان چھوٹ جائے۔ وہ اپنی زندگی کا خاتمہ نہ کر سکی تو اُسے موت کی بد دعائیں دینے لگی۔

✧✧✧

عمیر پر یہ خبر بجلی کی طرح گری تھی۔

''ماموں جان..... آپ میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہیں'' وہ غمزدہ نگاہوں سے انہیں دیکھتے ہوئے بولا۔

زندگی میں پہلی بار اپنی ذات کیلئے احتجاج کر رہا تھا۔ پہلی بار اُن کے سامنے زبان کو جنبش دی تھی۔ محبت میں ناکامی اور مولوی صاحب کے فیصلے نے اُسے بھی بے خوف بنا ڈالا تھا کہ وہ ان کے سامنے بولنے کی جرات کر گیا۔ یہ جانتے ہوئے کہ لاریب بھی اس رشتے پہ راضی نہیں ہے اس کے احتجاج کو تقویت ملی تھی۔

''میں لاریب کا باپ ہوں۔ اُس کے بارے میں جو درست سمجھوں گا وہی فیصلہ کروں گا۔ کوئی مجھے روکنے کا حق نہیں رکھتا'' مولوی صاحب اٹل لہجے میں بولے تو لاریب اور عمیر دونوں اپنی جگہ مچل کر رہ گئے۔

عمیر کی تو دنیا ہی تاریک ہوگئی تھی۔ لاریب کے بغیر تو اُس کی زندگی میں کچھ بھی نہ تھا۔ اُس کی تو سانس بھی لاریب کیلئے چلتی تھی۔ لاریب کی محبت نے تو اُس کے وجود میں اُجالا کر رکھا تھا۔ مولوی صاحب کیسے اُس کی لاریب کسی اور کے حوالے کر رہے تھے۔ مولوی صاحب کا فیصلہ اُس کی محبت کے چراغ کو گُل کرنے کے در پہ تھا۔ احساس کمتری عود کر باہر آیا تھا۔ اپنا آپ بہت حقیر لگ رہا تھا۔ تقدیر یوں چال چلے گی۔ اسے اندازہ بھی نہیں تھا۔ لاریب اُس کے مقدر میں نہیں تھی۔ یہ بات ہی اُس کے لئے موت کے برابر تھی۔ مگر..... وہ بدقسمت زندہ تھا اپنی ناکام محبت کے مزار پر آنسو بہانے کیلئے۔

''لاریب..... تم میرے ساتھ شہر چلو..... تم عاقل ہو بالغ ہو ہم کورٹ میرج کریں گے'' محبت کو پالینے کی آخری کوشش کرتے ہوئے وہ بولا۔

www.pklibrary.com

سیدھی سادھی شخصیت کے مالک عمیر کی محبت سے وہ ناواقف تھی۔ وہ جو کبھی غلط بات نہیں کرتا تھا ہمیشہ سیدھے اور صاف راستے پہ چلا تھا۔ محبت کو کھونے کا خوف اُسے غلط راستے کا پتہ دے رہا تھا۔

''نہیں عمیر..... یہ ممکن نہیں ہے..... میری لاکھ یہاں مرضی نہیں مگر میں ایسا کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گی کہ میرا باپ ساری زندگی میری بدنامی کی کرچیاں سمیٹتے خود کو لہولہان کر ڈالے۔ والدین کو ٹھکرانے والی اولاد کبھی خوش نہیں رہتی۔ اُن کے مقدر میں ٹھوکریں لکھ دی جاتی ہیں۔ وہ ساری زندگی خوشیوں کو ترستے ہیں۔ ان کے راستے گم کر دیئے جاتے ہیں اور منزل چھین لی جاتی ہے۔ رہتی دنیا تک ان کی پیشانیوں پر سیاہی مل دی جاتی ہے۔ تاکہ لوگ انہیں دیکھ کر عبرت پکڑیں۔ کہ یہ لوگ ہیں جو خدا کے بھی نافرمان ہیں اور اپنے والدین کے بھی.....''

لاریب کی باتوں نے اُس کی محبت کے چراغ کو زوردار پھونک سے بجھا دیا۔ آخری امید بھی مٹ گئی تھی۔ اپنی لاش اپنے کندھوں پہ رکھے اُس کا شکستہ وجود زندگی سے دور جانے لگا تھا۔ اب کوئی خوشی اُسے خوش نہیں کر پائے گی۔

''عمیر..... تم بابا کو منا کے تو دیکھو..... ہوسکتا ہے وہ تمہاری بات مان لیں اور یہ شادی ٹل جائے'' وہ لجاجت سے کہتی اُس کا ہاتھ تھام گئی۔ عمیر نے اُسے خاموش نگاہوں سے دیکھا اور اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ اب بچا ہی کیا تھا..... جو وہ یوں رُکتا..... وہ واپس شہر جا رہا تھا ہمیشہ کیلئے اب کبھی نہ آنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ تقدیر اپنی چال چل گئی تھی اب رونے چلانے کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ علم الاعداد نے ناکامی کی طرف اشارہ کر ڈالا۔ حالات ناموافق ٹھہرے تھے۔ وہ اب کبھی دوبارہ یہاں نہیں آنا چاہتا تھا۔ اُس کے اندر حوصلہ نہیں تھا کہ وہ اپنی لاریب کو کسی اور کے ساتھ دیکھ سکے۔

✧✧✧

سارے خاندان سے ٹکرا کر ایک روٹھے ہوئے کو منانے کی کوشش میں وہ ایک نئی راہ پر چل پڑا تھا۔ خوشبوؤں میں مہکی محبت نے سفر کا آغاز کر لیا تھا..... بے عزتی کا بدلہ عزت قرار پایا تھا۔ وہ بے حد خوش تھا۔ جب سے ایک نئے جذبے سے سرشار ہو گیا تھا۔ وہ وجود جس سے دشمنی تھی نفرت تھی وہی آج دل کو پیاری ہو گئی تھی۔ لاریب سے محبت جانے کب ہوئی وہ خود بھی ناواقف تھا۔ وہ سراپا حسن اور روٹھا ہوا محبوب شاید اس کا منتظر ہو۔ لبوں پہ یہ سوچ مسکراہٹ بن کر بکھر گئی۔ ڈور ناب گھما کر ابھی پہلا قدم کمرے میں رکھا تھا کہ اندھیرے نے استقبال کیا۔ اُس نے لائٹ آن کرنا چاہی مگر صوفے پہ سوئے وجود پر نظر جا پڑی۔ جہاں پر کھڑکی سے چھن چھن کر چاندنی کی روشنی اُس وجود پر پڑ رہی تھی۔ اُس کے لبوں پہ تبسم پھیل گیا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ اپنی ناراضگی کا اظہار کئے بنا نہیں رہے گی۔ اس لئے عروسی لباس بدل کر وہ سادے جوڑے میں ملبوس تھا اور اُس کی آمد سے بے خبر گہری نیند میں تھی۔ وہ آہستگی سے چلتا ہوا اُس کے قریب آن رُکا۔ سنگِ مرمر کے چکنے فرش پر گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے وہ اُس پری وش پر نگاہیں جمائے تھا۔ وہ خزانہ حُسن اُس کے روبرو تھی۔ جو موتیوں کی کلیوں سے زیادہ نازک مہتاب سے زیادہ حسین، اور ستاروں سے زیادہ ارفع تھی۔ وہ اُس کی سوچ سے زیادہ خوبصورت تھی۔ آج پہلی بار اُس نے لاریب کو اس نظر سے دیکھا تھا تو اُس مرقع حسن پر دل نثار ہوا جا

رہا تھا۔ چاند چہرے پر گہری سیاہ ریشمی بالوں کی لٹ جو کسی ناگن کی طرح اپنی سوئی ہوئی ملکہ کا پہرہ دینے پر مامور تھی۔ اُس نے نرمی سے اُس کی لٹ کو چہرے سے پرے کیا تو وہ شریر پھر سے پلٹ آئی..... اُس کی گھنیری پلکوں پہ آنسو موتیوں کی طرح چمک رہے تھے یعنی وہ سونے سے پہلے روتی رہی تھی۔ نا جانے کتنی دیر تک وہ خود سے لڑتی جھگڑتی رہی تھی۔ حنا کی خوشبو تنفس میں اُتری تو یکا یک اُس کی نگاہ اُس کی دودھیا حنائی ہتھیلیوں پر ٹھہری گئی۔ مہندی تو ہر عورت ہر لڑکی لگاتی ہے مگر..... کسی کسی کو وہ روپ چڑھتا ہے کہ الامان.....

''لاریب اگر میں تم سے جنگ نہ کرتا تو شاید پہلی نظر میں ہی محبت کر بیٹھتا'' اُس نے دھیرے سے اُس کے حنائی ہاتھ کو چھوا اور مسکرا دیا۔ وہ شاید اُسے جگانا بھی چاہ رہا تھا اور نہیں بھی۔

''بے عزتی کے بدلے تمہیں عزت دی ہے [illegible] اپنا نام دیا ہے..... یہ مجھ پر فرض تھا جو آج ادا [illegible]'' وہ خود سے گویا اعتراف کر رہا تھا۔

[illegible] کے علاوہ تمہیں محبت [illegible] مجھ پر [illegible] ہے وہ دل ہی دل میں عہد کر رہا تھا۔

ایک محبت پاش نگاہ اُس کے دیومالائی حسن پر ڈالتے ہوئے وہ پلٹا۔ وہ اُس کی آمد سے مکمل بے خبر رہی تھی..... شاید وہ بہت تھک چکی تھی یا پھر اس شادی کیلئے تیار نہ تھی۔ اُس کشمکش میں وہ بے سُدھ ہو گئی تھی۔

''لاریب تمہیں اپنا بننے کیلئے کبھی تم پہ جبر نہیں کروں گا۔ کبھی تمہیں حاصل کرنے کے لئے زبردستی نہیں کروں گا..... کیونکہ یہ زبردستی کے سودے انسان کو راس نہیں آتے ہم دونوں کا نصیب یکجا تھا۔ سو ہم آج ایک چھت تلے ہیں'' وہ بیڈ پر لیٹا اسے ہی محویت سے تکتا ہوا سوچے جا رہا تھا۔ آنکھیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں مگر وہ کبھی کروٹ لیتا کبھی سیدھا چت لیٹ جاتا۔ مگر نگاہیں آ جا کر اُس کے چہرے سے اُلجھ جاتیں۔

✧✧✧

پرندوں کی چہکار نے صبح کی آمد کا اعلان کیا۔

سورج کی سنہری کرنیں کھڑکی کے شیشوں سے راستہ بناتی چوروں کی طرح نہیں بلکہ وقار کے ساتھ اندر داخل ہو رہی تھیں۔ چمکیلی کرنوں نے اُس نئی نویلی دلہن کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی تو وہ جاگ اٹھی۔

''اوہ..... کتنا دن چڑھ آیا ہے!'' لاریب تیزی سے اُٹھ بیٹھی۔

''میں تو آج سکول سے بہت لیٹ ہو گئی'' اس نے سوچتے ہوئے جلدی سے سنگ مرمر کے چکنے فرش پر قدم جمایا ہی تھا کہ دوبارہ سے صوفے پہ ڈھے گئی۔ خوفناک حقیقت اُس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ شاندار کمرہ اُس کی توجہ کا طلبگار تھا۔ کمرہ تھا گویا محل تھا جس میں ہر چیز اُس کے مکین کے اعلیٰ ذوق کا ثبوت تھا۔ قیمتی فرنیچر، شاندار پردے، فرش پر عین وسط میں بچھا اعلیٰ نقش و نگار والا سرخ قالین اور اس کے سامنے جہازی سائز نفیس سے بیڈ پر سویا ہوا بے خبر دشمن جان.....

''ٹن'' دیوار گیر کلاک نے وقت بتایا تو بے اختیار اُسے اپنا سکول یاد آیا تو آنکھیں بھیگنے لگیں۔

اب وہ مولوی عبدالرافع کے سادے سے گھر میں نہیں بلکہ زین العابدین کے شاندار محفل میں تھی اور سکول اُس کا تو اب نام و نشان بھی نہیں

www.pklibrary.com

تھا۔ اُس کے خوابوں کا قتل، بے رحم شخص اُس کی نظروں کے سامنے تھا۔ اُسے رات کا وہ خوفناک حادثہ یاد آ گیا۔ وہ ہر لمحہ تڑپتی رہی روتی رہی۔ اُس شخص سے شادی کرنا اس کیلئے انتہائی دشوار تھا جس کا چہرہ دیکھنا گوارا نہ تھا۔ جس کا نام سُننا نہیں چاہتی تھی۔ وہ اب ہر پل ہر لمحہ سامنے ہوگا۔ کتنی ستم ظریفی تھی۔

''بابا..... یہ آپ نے کیا کر ڈالا..... آپ نے ایک بار بھی میرے بارے میں نہ سوچا'' اک آہِ نیم کش اس کے منہ سے خارج ہوئی۔

زندگی کا یہ نیا روپ اُس کیلئے کسی آزمائش سے کم نہ تھا۔ اُس کا دماغ ماؤف ہونے لگا۔ اُسی لمحے آرزو اُس کے دھیان کے پردے پر مسکرانے لگی۔ جو رخصتی کے وقت اُس کے ساتھ گلے لگ کر یوں روئی تھی کہ جیسے وہ ہمیشہ کیلئے جدا ہو رہی ہوں۔ وہ آرزو جو بچپن سے ہر پل اُس کے سنگ تھی۔ ہر مشکل کا حل بتاتی اُس کا ساتھ دیتی اُس کا دل چاہا کہ پر لگا کر آرزو کے پاس جا پہنچے اور اس نئی مصیبت سے فرار کا کوئی حل مانگے۔ مگر اب آرزو اُس کی کوئی مدد نہیں کر سکتی تھی فرار کے تمام راستے مسدود ہو چکے تھے۔

''لاریب..... قسمت سے لڑ کر انسان کچھ نہیں حاصل کر سکتا۔ جو اُس سے ٹکرائے گا۔ شکست بہر حال ہر صورت اُس کو ہوگی۔ اور انسان اپنی تقدیر سے نہیں بھاگ سکتا۔ تمہارا نصیب اس شخص کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے۔ جس نے تم سے تمہارا مقصد چھینا اور تمہیں یوں رسوا کیا۔ اب آنے والا وقت ہی بتائے گا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی کونسی حکمت پوشیدہ تھی۔ اور تمہارے لئے کیا بھلائی رکھی تھی'' نکاح سے کچھ دیر پہلے آرزو نے اس سے کہا تھا۔

وہ اپنا چہرہ چھپا کر رونے لگی..... وہ قسمت کو بُرا بھلا کہہ کر خود کو گناہگار نہیں کرنا چاہتی تھی مگر..... صبر..... وہ کہاں سے خرید کر لاتی.....

اُس کے دل کو قرار نہ تھا۔ دل چاہ رہا تھا اُس سوئے ہوئے شخص کو ابدی نیند سُلا دوں۔

''تم اتنے ظالم انسان ہو زین العابدین..... کہ تمہاری ذات سے مجھے ہمیشہ اذیت کے سوا کچھ نہیں مل سکتا۔'' اس نے ایک زہریلی نگاہ اُس پر ڈالتے ہوئے سوچا۔

آنسو صاف کرتے ہوئے کلائیوں میں پڑے کنگن کھنک اُٹھے..... سونے کے بیش قیمت کنگن اُس کی ملائی جیسی کلائیوں میں مسکرا رہے تھے۔ اور اُس چاند چہرہ دلہن کو نئی زندگی کی نوید سنا رہے تھے۔ اُسے یاد آیا کہ سونے سے پہلے جب اُس نے زیور اتارا تھا تو یہ کنگن نہیں تھے۔

''ضرور اس خبیث نے پہنائے ہوں گے'' سوچتے ہوئے تنفر سے کنگن اُتارے۔

وہ بیڈ کے سائیڈ میں پڑی کاؤنٹر ٹیبل کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ ایک خونخوار نگاہ اُس پر ڈالی۔ جو گہری نیند میں تھا۔

''بڑا کہتا تھا کہ مجھے ساری رات نیند نہیں آتی اور اب ایسے سو رہا ہے جیسے قلعہ فتح کر لیا ہو'' وہ بڑبڑائی۔

اُس نے بے رخی سے کنگن ٹیبل پر تقریباً پٹخ ڈالے۔ مگر زین العابدین یونہی غافل رہا تھا۔ اُس کا پرسکون نیند لاریب کا خون کھولا رہی تھی۔

''اللہ تمہاری نیند سے سکون چھین لے زین العابدین'' وہ نفرت سے سوچتی کمرے سے باہر نکل گئی۔

اُس کے جانے کے بعد زین العابدین کی نیند بھی رخصت ہو گئی۔ آنکھ کھلتے ہی نظر خالی صوفے پر جا پڑی۔ تو دل کو وہم لاحق ہو گیا۔

www.pklibrary.com

''کہاں گئی وہ.....'' وہ بڑبڑایا۔

سائیڈ ٹیبل پر کنگن پڑے دیکھے تو ہاتھ پیر پھولنے لگے۔

''کہیں وہ مجھے چھوڑ کر چلی تو نہیں گئی'' یہ خیال بجلی کی طرح ذہن میں کوندا تو وہ سیڑھیوں کی جانب لپکا۔

نیچے آیا تو وہ بی جان کے پاس تخت پر بیٹھی تھی چہرے پر اُجلی صبح جیسی مسکراہٹ تھی۔ وہ پاندان سے پان بنا کر بی جان کو دے رہی تھی۔ سادہ سے گلابی کرتے اور چوڑی دار پاجامے میں سلیقے سے سر پر دوپٹہ رکھے وہ گلبدن ہمیشہ کی طرح اچھی لگ رہی تھی۔ اُس کی ذات کا سحر ہی تو تھا جو زین العابدین کو بھی گھائل کر گیا تھا۔

اُسے دیکھ کر دل کو اطمینان ہوا۔ نگاہوں نے شکر کا کلمہ پڑھا تو لبوں پہ دلفریب مسکراہٹ سج گئی۔ اب دل نے تمنا کی چاند کو قریب سے دیکھنے کی تو وہ روک نہ پایا۔ اور انتہائی لاڈ سے بی جان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔ آنکھوں میں ابھی بھی نیند کا خمار تھا۔ اُسے اپنے قریب دیکھ کر لاریب پہلو بدل کر رہ گئی..... شریانوں میں خون کی جگہ نفرت گردش کرنے لگی۔

''ہو گئی نیند پوری میرے لاڈلے کی'' بی جان کے مشفقانہ انداز پر وہ نہال ہو گیا۔

''نہیں..... ابھی اور آ رہی ہے نیند؟'' آنکھیں بند کئے وہ لاڈ سے یوں بولا جیسے ننھا بچہ ہو جس کی نیند پوری نہ ہوئی ہو اور وہ ابھی مزید سونا چاہتا ہو اس مقصد کیلئے بی جان کی گود کا انتخاب کیا تا کہ وہ اپنی محبت سے اُس کے بالوں کو سہلائیں تو وہ نیند یا پور میں اُتر جائے۔

''نواب صاحب کیسے گھوڑے بیچ کر سو رہے تھے اور ابھی بھی نیند پوری نہیں ہوئی'' لاریب اُس کا لاڈ پیار دیکھ کر پیچ و تاب کھانے لگی۔ اور ویسے بھی زین العابدین کا قُرب اُس کے اندر آگ لگائے ہوا تھا۔ وہ دل ہی دل میں بی جان سے اجازت لینے کیلئے بہانے تراش رہی تھی۔

''بی جان..... میں ابھی آتی ہوں'' شیریں آواز زین العابدین کی سماعت میں مٹھاس بن کر اُتری۔

جس کی وجہ سے وہ بہانہ بنا کر بی جان کی گود میں لیٹا تھا وہ جا رہی تھی۔

''لاریب سنو!'' اُس نے پکارا

لاریب نے ناچاہتے ہوئے بھی پلٹ کر دیکھا۔

''تمہارے یہ کنگن وہاں ٹیبل پر پڑے تھے''۔ زین العابدین نے بروقت بہانہ تراشا۔

''ارے بیٹا..... انہیں اتنی لاپروائی سے کیوں رکھ چھوڑا۔ ہمارے خاندانی کنگن ہیں اگر کسی ملازم کے ہاتھ لگ جاتے تو'' بی جان کو اس کی بے فکری نہ بھائی تو سمجھانا ضروری سمجھا۔

''فوراً پہنو انہیں.....'' بی جان نے شفقت بھرے انداز سے حکم دیا۔

لاریب نے زین العابدین کی طرف دیکھنے سے شعوری طور پر گریز کرتے ہوئے کنگن کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ کنگن پکڑنے کی کوشش میں اپنا ہاتھ زین العابدین کے ہاتھ میں دے بیٹھی۔ مضبوط گرفت نے اسے پھر سے تخت پر بٹھا دیا۔ اور اس کی کلائیوں میں کنگن پہنا دیئے..... لاریب ضبط کر کے رہ گئی۔ زین العابدین کا تو قرب اُس کیلئے محال تھا اس پر اس کا ہاتھ تھامنا وہ بی جان سے نظر بچا کر اپنا ہاتھ چھڑانے کی سعی کرنے لگی۔ اور زین العابدین اُس کی حالت کا مزہ لے رہا تھا۔

''بہت ہی پیاری بچی ہے لاریب!'' بی

www.pklibrary.com

جان نے پیار سے اس کے سر پر دستِ شفقت رکھا۔

''مجھے شروع سے بہت اچھی لگتی تھی'' وہ توصیفی انداز میں بولیں۔

''اچھا..... واقعی؟'' زین العابدین کی شرارتی نگاہیں لاریب کے خفا چہرے پر تھیں مگر سوال بی جان سے کیا تھا۔

''مولوی صاحب..... جب تمہیں اور فرحین کو قرآن پڑھانے آتے تھے تو یہ میرے چھوٹے موٹے کام کیا کرتی تھی۔ ماشاءاللہ سے بہت اچھی تربیت کی ہے مولوی صاحب نے'' بی جان اپنے دھیان میں بولیں۔

''اچھا..... بی جان آپ پہلے بتا دیتی تو میں بہت جلد اسے آپ کی بہو بنا لاتا'' زین العابدین کا لہجہ شوخی سے بھرپور تھا اس کی آنکھیں لاریب کو تکنے میں مصروف تھیں۔

''پورے علاقے کی عورتیں کہہ رہی تھیں کہ چھوٹے مالک کی دلہن تو چاند کا ٹکڑا ہے۔'' بی جان نے مسکراتے ہوئے اس کا نرم ملائم رخسار چھوا۔

''ایسا کہا انہوں نے'' زین العابدین نے تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے استفسار کیا۔ شوخی ابھی بھی اس کی نگاہوں میں رقص کر رہی تھی۔

''ارے تم تو ایسے انجان بن رہے ہو جیسے تم نے اُسے دلہن بنے دیکھا نہ ہو۔ یا پھر میں کسی اور کی دلہن کی بات کر رہی ہوں'' بی جان نے اسے پیار سے چپت لگاتے ہوئے گھرکا۔

''اصل میں بی جان..... رات کو چاند نے خود کو گہرے بادلوں میں چھپا رکھا تھا۔ بس اس لئے میں دیدار سے محروم رہ گیا تھا۔'' زین العابدین نے مدھم آواز میں سرگوشی کی۔ بی جان تو سن نہ پائیں مگر لاریب نے سن بھی لی اور سمجھ بھی لی۔

وہ جو کافی دیر سے اُس پر ایک نگاہ ڈالنا بھی ضروری نہ سمجھ رہی تھی اب قہر آلود نظروں سے گھورنے لگی۔ اُسے دیکھتا پا کر وہ مزید شوخ ہونے لگا تھا۔ لاریب کو اُس کی ذومعنی گفتگو سخت زہر لگ رہی تھی۔

''تم مجھے سارے زہر لگتے ہو زین العابدین..... ایسی حرکتوں پر تو اور واجب القتل ہو جاتے ہو'' لاریب کی آنکھوں میں سرخ ڈورے نمایاں ہونے لگے۔ آنکھوں میں نمی جھلکنے لگی تو وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر باہر لان میں آ گئی۔

✧✧✧

''تم میری برداشت کا امتحان لے رہے ہو زین العابدین..... میں تمہاری شکل نہیں دیکھنا چاہتی۔ زین العابدین تم مر جاؤ تاکہ میری جان چھوٹے'' وہ ضبط کرتے کرتے تھکنے لگی تھی۔ اب آنسو نہ رکے تو زار و قطار رو دی۔

وہ شخص جس نے اسے یوں سر عام رسوا کیا، تھپڑ مارے۔ اُس کا سکول تباہ کیا۔ صرف اتنا سا قصور تھا اس کا کہ وہ جہالت کے اندھیرے مٹانا چاہتی تھی۔ بس اتنا سا قصور تھا اور وہ سب بھلائے کیسے مزے سے اس کا ہاتھ تھامے باتوں میں مگن تھا۔

''اللہ کرے تم بھی یونہی تڑپو جیسے میں تڑپتی ہوں'' اُس کا دل ابھی تک سُلگ رہا تھا۔

''ارے ارے..... یہ کیا کر لیا آپ نے..... آپ کے ہاتھ سے تو خون بہہ رہا ہے!'' عقب سے آتی نسوانی آواز پر وہ ٹھٹکی۔ آنکھوں میں بھرے آنسوؤں نے ہر منظر دھندلا دیا تھا۔

''یہ تو بہت زخمی ہو گیا'' اس لڑکی نے تڑپ

www.pklibrary.com

کر لاریب کا خون آلود ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا۔

زین العابدین نے اس کا ہاتھ تھاما تھا جس پر اُس نے خود کو اذیت دینے کی خاطر کانٹوں سے بھری شاخ پکڑ لی۔ جس کے نتیجے میں اُس کی حنائی ہتھیلی خون سے تر بتر ہو گئی تھی۔ دل کا درد ہی اتنا تھا کہ لاریب کو ہاتھ کی تکلیف محسوس نہ ہوئی۔

''چلیے آپ میرے ساتھ کمرے میں..... میں آپ کے مرہم لگا دیتی ہوں'' اُس نے انجان لڑکی کا انداز بے حد ہمدردانہ تھا۔

''آپ نے ایسا کیوں کیا..... ایک کانٹا چبھ جائے تو انسان تڑپ اُٹھتا ہے اور آپ نے اپنا پورا ہاتھ زخمی کر لیا'' وہ اب مرہم لگا کر پٹی باندھ رہی تھی۔ لاریب کی نگاہیں اس دوران اُس کے چہرے پر جمی رہیں۔ اُس کا لہجہ اور آواز جانا پہچانا تھا اور آنکھیں..... وہ تو کسی سے مشابہ تھیں۔

''وہ کون تھی؟'' لاریب سوچنے لگی۔

''لیجیے..... آپ کی پٹی ہو گئی'' مسکراتے ہوئے اس نے آخری بل دیتے ہوئے گرہ لگائی۔

''آپ کون؟'' لاریب بھیگے لہجے میں بولی۔

''میں..... میں فرحین ہوں'' وہ اپنائیت سے مسکرائی۔

''کون فرحین؟'' لاریب نے سوال پوچھتے ہوئے ان کی شناسا آنکھوں میں جھانکا۔

''زین بھائی کی چھوٹی بہن.....'' اب کی بار اُس نے مسکراتے ہوئے ہونٹ کو نہ دانتوں میں دبا لیا..... وہ لاریب کا تجسس سمجھ رہی تھی۔

''کیا ہم پہلے مل چکے ہیں؟'' لاریب کی نگاہیں اُسکے تراشیدہ ناخنوں اور گلابی مخروطی انگلیوں پر تھیں۔

''ہاں بچپن میں..... جب مولوی صاحب ہمیں قرآن پڑھانے آتے تھے تو آپ ان کے ساتھ ہوتی تھیں۔ آپ زین بھائی کی کتابوں کو بہت شوق سے پڑھتی تھیں۔ تب ہوتی تھی ہماری ملاقات.....'' فرحین نے ہنسی روکتے ہوئے کہا ..... وہ گویا لاریب کی اُلجھن سے خاصی محظوظ ہو رہی تھی۔

''میں..... بچپن کی بات نہیں کر رہی..... کیا بعد میں ہم کہیں ملے ہیں؟'' اپنے زخمی ہاتھ کو آہستگی سے دوسرے ہاتھ سے دباتے ہوئے اُس نے استفسار کیا تو چہرے پر درد بکھرا دکھائی دیا۔

''ہاں!'' فرحین نے یک لفظی جواب دیا تو لبوں پہ غیر مبہم سی مسکراہٹ بکھر گئی۔

''مگر کہاں؟'' لاریب چونکی

''میں..... اصل میں ایک بار آپ کے سکول آئی تھی..... کچھ رقم بھی دی تھی..... یاد آیا؟'' فرحین نے جواب دیتے ہوئے سوال بھی پوچھ لیا۔

''اوہ تو..... وہ نقاب پوش لڑکی آپ تھیں؟'' لاریب سمجھتے وہئے ولی۔

''لاریب مجھے بہت افسوس ہے کہ آپ کے ساتھ بہت زیادتی ہوئی ہے..... آپ کا خواب چکنا چور کر دیا گیا۔ آپ کا سکول آپ کی آنکھوں کے سامنے تباہ کر دیا گیا۔ اتنے مہینوں کی محنت پل بھر میں مٹی میں ملا دی گئی۔ میں جتنا افسوس کروں کم ہے..... اور یہ سب میرے بھائی نے کیا جس پر میں بہت شرمندہ ہوں'' فرحین پل بھر کو رکی۔

''بھرے مجمعے میں زین بھائی نے جیسے

www.pklibrary.com

آپ کو تھپڑ مارا" فرحین کی آنکھوں میں کرب کا ساگر اُمڈ آیا تھا۔ لاریب بھی اپنے آنسو نہ روک پائی۔

"لاریب آپ نے بہت ہمت کا کام کیا..... اسے روکا گیا..... اور بہت بے رحمانہ سلوک کیا گیا آپ کے ساتھ..... اگر اس علاقے میں لڑکیوں کا سکول بن جاتا تو کونسا یہاں کی دھرتی پر غضب ٹوٹ پڑنا تھا..... یہاں کی بچیوں ان پڑھ نہ رہتی..... مگر ہائے رے یہ جاہلانہ رسم و رواج اور تنگ نظریاں....." فرحین کے لہجے میں سخت دُکھ تھا۔

"ایک تنگ نظر انسان کی علم دوست بہن!" لاریب کے اندر حیرت پھیلنے لگی۔

"لاریب بھائی سمجھتے ہیں کہ انہوں نے آپ کو رسوا کیا اور بدلے میں عزت دے دی وہ اپنے تئیں سمجھتے ہیں کہ انہوں نے کفارہ ادا کر دیا۔ نہیں ہرگز نہیں..... وہ بالکل غلط سوچتے ہیں..... ابھی انہوں نے تلافی کی ہی کب ہے" فرحین یوں بولی کہ لاریب چند لمحوں کیلئے اسے دیکھتی رہ گئی۔ وہ اُس کے جذبات کی یوں ترجمانی کر رہی تھی جیسے وہ لاریب کے دل میں بیٹھی ہو۔ لاریب کے آنسو اس کے زخمی ہاتھ پہ بندھی پٹی کو بھگونے لگے۔

"میرا سکول میرا خواب تھا میرا مقصدِ حیات تھا۔ وہ مجھ سے چھین لیا گیا میری زندگی کو بے مقصد کر دیا گیا۔ اب اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود کوئی سمجھے کہ تلافی کر دی گئی ہے تو یہ خوش فہمی ہوگی....." لاریب سلگتے لہجے میں بولی۔

فرحین اس کو بے بسی سے دیکھتی رہ گئی تھی۔

"یہ رشتہ..... محض مجبوری کا رشتہ ہے" لاریب کا لہجہ بے حد سپاٹ تھا۔

"لاریب مجھے آپ کی کسی بات سے انکار نہیں ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ بھائی آپ کو بے پناہ چاہنے لگے ہیں" فرحین کے لہجے میں عجیب سی بے بسی تھی۔

"محبت..... مجھے ایسی محبت کی کوئی ضرورت نہیں" لاریب نے سختی سے کہتے ہوئے سر جھٹکا۔

"انہوں نے اپنی بچپن کی منگیتر سے رشتہ توڑ کر آپ سے شادی کی..... سارے خاندان کو اپنا دشمن بنا لیا۔ ہر چیز کو ٹھوکر پہ رکھتے ہوئے آپ کو اپنی زندگی میں شامل کیا۔ میں بہت خوش ہوں کہ ایک پڑھی لکھی لڑکی میرے بھائی کی شریکِ حیات بنی..... بہت خوش ہوں" فرحین کی مسکراہٹ میں انجانا سا کرب تھا۔

"جبکہ مجھے اس شادی کا خمیازہ بھی بھگتنا پڑا..... مگر..... میں مطمئن ہوں" فرحین اشکوں کے ساتھ مسکرائی۔

"خمیازہ..... کیا خمیازہ؟" لاریب چونکی۔

"چلیں چھوڑیں..... ان باتوں میں کیا رکھا ہے..... انسان کی زندگی میں غم اور خوشی آتے رہتے ہیں" فرحین نے دانستہ موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

لاریب بغور اُسے دیکھتی جا رہی تھی۔ اپنے سوال کا جواب نہ پانے کی بے چینی اُس کی آنکھوں سے واضح تھی۔

"لاریب..... ایک بات کہوں" فرحین نے اجازت طلب کی۔

"ہاں..... بولو!" لاریب متجسس سی بولی۔

"کبھی کبھار ہم بالکل حق پر ہوتے ہیں مگر زمانہ ہمارا مخالف ہو جاتا ہے تو پھر اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دینا چاہئے..... کیونکہ وہ قادر ہے وہ جس طرح ہمارے معاملے کو سُلجھانا چاہئے اور

www.pklibrary.com

اس شخص کو اس نہج پر لے آئے کہ اسی کے ہاتھ سے ہمارا کام بنے جو ہماری راہ میں رکاوٹ ہوتا ہے'' ایک متعصب شخص کی بہن کتنی علمی دوست تھی۔ وہ ان پڑھ ضرور تھی مگر..... اس کا دل ہرگز جاہل نہ تھا۔

✦✦✦

لاریب کی نفرتوں سے بے خبر زین العابدین دیوانہ سا ہوا جا رہا تھا۔

اس کے اندر ایک لگن بڑھتی جا رہی تھی کہ ''روسیا یار منانا ہے'' وہ اپنے تئیں مطمئن تھا کہ اس نے اپنی غلطی کی تلافی کر دی ہے۔ پورے علاقے کے سامنے اُس کو اپنے نکاح میں لیکر۔ ایک معمولی لڑکی کو بہت اونچا مقام دے دیا ہے..... پورے خاندان کی دشمنی مول لی اور ریشم کو ٹھکرایا..... مگر ذلت کے بدلے عزت دے دی۔ اُس کا ضمیر مطمئن تھا۔

وہ لاریب کی خاموشی کو اُس کی حیاء اور اُس کے گریز کو اُس کی ناراضگی سمجھتا تھا۔ وہ اس کے ارد گرد بھنورا بنا منڈلاتا رہتا..... روٹھے ہوئے محبوب کو تو بس منانا تھا۔ کبھی نظروں سے کبھی لفظوں کی تپش سے لاریب کے جذبوں پر جمی برف پگھلانے کی سعی کرتا۔ لاریب پھول تو وہ بھنورا۔ وہ چراغ تو زین العابدین اس میں جلتی لو..... لاریب سمندر تو وہ بھٹکی ہوئی پیاس بن گیا تھا..... زندگی میں پہلی بار اُسے محبت سے پالا پڑا تھا۔ وہ پہلے تو اس جذبے سے ناواقف تھا۔ اب عشق کے ع، ش، ق کی گہائیوں میں غوطہ زن ہو گیا تھا۔ وہی لڑکی جو اُس اپنی بد دماغی اور ہٹ دھرمی کے باعث سخت زہر لگتی تھی۔ آج وہی رگ و پے میں سما چکی تھی۔ ہر پل ہر لمحہ اُس کی نگاہوں کے سامنے رہنے کو دل کرتا۔ وہ جتنا بے بس ہو چلا تھا لاریب اتنی ہی لاتعلق تھی۔

''زین العابدین..... اپنی پلیٹ میں کیوں نہیں کھا رہے؟'' کھانے کی میز پر سب اپنی پلیٹوں میں کھا رہے تھے مگر زین العابدین اپنی پلیٹ چھوڑ کر لاریب کی پلیٹ سے کھا رہا تھا۔ لاریب کا ضبط کرنا محال ہوا جا رہا تھا مگر سب کے سامنے خاموش رہنا مجبوری تھی۔

نگہت بیگم کو یہ دیوانگی ایک آنکھ نہ بھائی تو ٹوکے بنا نہ رہ سکی.....

''بی جان آپ ہی تو کہتی ہیں کہ میاں بیوی ایک برتن میں سے کھائیں تو محبت بڑھتی ہے'' زین العابدین کی شوخ نگاہ لاریب کے چہرے پر تھی۔ لاریب اس ذو معنی بات پر کھول کر رہ گئی۔

وہ اس کو دیکھنا پسند نہیں کرتی تھی اور وہ شخص اس کی پلیٹ میں سے کھاتا سخت زہر لگ رہا تھا۔

بھائی کی بات پر فرحین کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی مگر لاریب کی ناگواری پر بھی نظر تھی۔

''کہا تھا نا بی جان..... آپ نے.....'' زین العابدین نے بی جان سے حمایت چاہی۔

''ہاں..... بالکل کہا تھا' بی جان محبت سے بولیں اور جھٹ سے اپنے لاڈلے کی بلائیں بھی لے ڈالیں۔

''زین العابدین..... سب کے سامنے یوں بے تکلفی۔ کچھ اخلاقیات بھی کوئی چیز ہوتی ہے'' نگہت بیگم کو تو لاریب کا وجود گوارا نہ تھا اپنے لاڈلے کی محبت دیکھ کر جل بھن کر بولیں۔

وہ بھی روایتی ساس کی طرح سوچ رہی تھیں کہ بہو بیٹے کی محبت برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ بیٹے کی ضد کے آگے ہتھیار تو ڈال دیئے مگر مولوی عبدالرافع کی بیٹی بہو کی حیثیت سے منظور نہ تھی۔

www.pklibrary.com

''زین بھائی..... صرف ایک برتن میں کھانے سے محبت نہیں بڑھے گی بلکہ ایک چمچ سے کھانے سے بھی محبت دس گناہ بڑھ جاتی ہے'' فرحین خود کو شرارت سے روک نہ پائی۔

''اچھا واقعی!'' زین العابدین نے تصدیق چاہی اور سب کی طرف سوالیہ نگاہ سے دیکھا۔

بخت شجاع جو کافی دیر سے خاموشی سے کھانا کھا رہے تھے وہ بھی مسکرائے بنا نہ رہ سکے۔ وہ دل ہی دل میں بیٹے کی خوشیوں پہ نہال ہو رہے تھے۔ ابتداء میں انہیں بھی زین العابدین کی ضد نے پریشان کر ڈالا تھا مگر..... یہ ایک حقیقت تھی کہ لاریب کے ساتھ زیادتی تو ہوئی تھی جس پر بخت شجاع بھی شرمندہ تھے۔ مولوی صاحب کی بیٹی کو وہ ہمیشہ رعایت دیتے تھے..... کیوں دیتے تھے وجہ خود بھی معلوم نہ تھی..... مگر اب تقدیر کی کرشمہ سازیاں انہیں سمجھ آنے لگی تھیں۔ وہ رعایت مولوی صاحب کی بیٹی کو نہیں بلکہ ''اپنی ہونے والی بہو'' کو دیتے تھے۔

''ارے کیوں ستا رہا ہے بے چاری کو!'' لاریب کی ناگواری کو بی جان نے شرم و حیا جانتے ہوئے زین العابدین کو ٹوکا۔

''میں ستا کہاں رہا ہوں میں تو محبت بڑھانے کے طریقوں پر عمل کر رہا ہوں۔ یاد ہے نا بابا جان اور امی جان بھی ان طریقوں پر عمل کرتے تھے۔ دیکھئے آج کیسی مثالی محبت ہے دونوں میں'' اُس نے چاولوں سے چمچ بھر کر زبردستی لاریب کے منہ میں ڈال دیا۔ تو نگہت بیگم کے سوا سب کے چہروں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

لاریب کو زین العابدین کی شوخیاں ایک آنکھ نہ بھا رہی تھیں۔ لاریب نے لقمہ حلق میں اُتار تو لیا مگر دل میں نفرت کے سوا کچھ نہ تھا..... دل میں لگی آگ زین العابدین کو بھسم کر دینے کے درپہ تھی۔

''اللہ..... کرے مر جاؤ زین العابدین تم'' وہ دل ہی دل میں اُسے بددعا دیتے ہوئے بولی۔

''کچھ بھی کر لو..... میری نفرت کو کبھی محبت میں بدل نہ سکو گے تم'' وہ اُسے معاف کرنے کو تیار نہ تھی۔

✧✧✧

شام کے سائے پھیلنے لگے تو اُس کے اندر اداسی اُترنے لگی۔ خود سے ناراض رہ کر لڑ لڑ کر تھک چکی تھی..... بوجھل دل لئے وہ لان میں آ گئی..... برف سے زیادہ ٹھنڈے سنگی بنچ پہ وہ بیٹھ گئی۔ اشکوں سے بھری آنکھیں ہمیشہ کی طرح فلک پر جمی تھیں۔

اُسے ہمیشہ سے آسمان بہت اچھا لگتا ہے۔ بلند و بالا اونچا بہت اونچا..... اسے پہاڑ بھی بہت اچھے لگتے تھے..... اپنی مضبوطی کی وجہ سے اور سب سے زیادہ وہ ننھے منے پرندے اچھے لگتے تھے۔ جو خود تو چھوٹے سے وجود کے مالک تھے مگر عزم و حوصلہ آسمان اور پہاڑوں جیسا تھا۔ جن کی نظر آسمان کی بلندیوں پر ہوتی تھی۔ آنسو بڑھنے لگے تو سب منظر دھندلا گئے۔

یکا یک کسی کی موجودگی کا احساس اُسے چونکا گیا۔ پلٹ کر دیکھا تو زین العابدین نا جانے کب سے اُس پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔

زین العابدین کی نظریں ہی نہیں بلکہ پورا وجود ہی لاریب کے طواف میں مصروف تھا۔

گلاب سارے مدھم..... دکھائی دیتے ہیں
نظر جب بھی تیرے چہرے کا طواف کرتی ہے

زین العابدین کو دیکھ کر وہ لاتعلقی سے جانے لگی تھی کہ اُس نے ہاتھ تھام کر جانے سے

www.pklibrary.com

روک دیا..... کسی کو کسی کا قُرب گوارا نہ تھا اور کوئی لمحہ بھر کی جدائی بھی نہیں چاہتا تھا۔

''کچھ دیر تو بیٹھو میرے پاس لاریب'' وہ یوں بولا تھا کہ پل بھر کیلئے لاریب ٹھٹھک سی گئی۔

زین العابدین کی آواز میں ایک درد سا تھا۔

''لاریب مجھ سے کچھ کہو..... میری طرف دیکھو..... میرا جی چاہتا ہے کہ تم مجھ سے باتیں کرو اور میں گھنٹوں سُنتا رہوں..... تم مجھ سے دل کی باتیں شیئر کرو لڑو جھگڑو شکوہ کرو روٹھا کرو میں تمہیں مناؤں..... اپنے اور میرے رشتے کا ہر حق استعمال کرو'' پُرتپش لہجہ جذبوں کی صداقت کی گواہی دے رہا تھا۔

مگر لاریب بے اعتنائی کا اظہار کئے دوسری جانب رُخ پھیرے ہوئے تھی۔ اُس کی تمام تر توجہ اپنے ہاتھ کی طرف تھی۔ جو زین العابدین کی مضبوط گرفت میں گویا پھڑ پھڑا رہا تھا..... لاریب ہنوز خاموش تھی۔

''میں اب سے پہلے محبت کے جذبے سے ناواقف تھا'' وہ جذباتیت سے بولا۔

''اچھا ہی تھا کہ ناواقف تھے ویسے بھی تم جیسے بے رحم کا محبت سے کیا تعلق واسطہ'' وہ دل ہی دل میں بڑبڑائی۔

''مجھے تمہارے جیسی لڑکی کی تلاش تھی..... جو باحیا ہو، سادگی جس کا اوڑھنا بچھونا ہو۔ آج تک کوئی چہرہ میری آنکھوں کو بھایا نہیں تھا۔ مگر تمہاری محبت'' وہ ہولے سے مسکرایا۔

اس کے انداز و لہجے میں محبت کی بے بسی نمایاں تھی۔

''سُنا ہے سچی محبت خدا کی طرف سے تحفہ ہوتی ہے'' زین العابدین سوالیہ انداز میں اُسے دیکھتے ہوئے بولا جیسے کوئی ننھا بچہ اپنی ٹیچر سے کوئی بات پوچھتا ہو۔

''لاریب..... مجھ سے محبت کرو گی؟''

لاریب کی نفرتوں سے بے خبر وہ خوش فہمیوں کی ہواؤں میں اُڑ رہا تھا۔

محبت بھری نگاہیں منتظرِ جواب تھیں.....

مگر لاریب تو یوں چپ تھی جیسے نہ بولنے کی قسم کھا رکھی ہو..... زین العابدین کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ اپنا ہاتھ چھڑانے لگی۔

ناگواری سی ناگواری تھی۔

''ارے یہ تمہارے ہاتھ کا کیا ہوا؟'' اُس کے ہاتھ پر پٹی بندھی دیکھ کر وہ فکرمندی سے بولا۔

مگر لاریب بنا جواب دیئے ہاتھ چھڑاتے ہوئے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

''گھٹیا انسان..... تمہاری ذات مجھے زخموں کے سوا کیا دے سکتی ہے'' اس سے پہلے کہ لاریب کے منہ سے یہ الفاظ نکلتے..... کسی کی اچانک آمد انہیں چونکا گئی۔

ریشم دونوں کو جلتی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی..... لاریب کو اپنی جگہ دیکھنا آسان بھی تو نہ تھا۔

''ویسے اچھا نہیں کیا..... زین جی آپ نے میرے ساتھ'' ریشم زخمی لہجے میں بولی شوخ و چنچل سی ریشم عشق کی بازی ہار چکی تھی۔

''تم.....'' زین العابدین کو اس وقت ریشم کی آمد بے حد ناگوار گزری تھی لاریب اور اُس کے درمیان کسی تیسرے وجود کی آمد نے دل کی بات مکمل نہ ہونے دی تھی۔

''ہاں میں..... یاد تو پہلے بھی نہیں رہتی تھی مگر اب تو جیسے آپ بھول ہی گئے ہیں لگتا ہے بڑے مزے میں زندگی گزر رہی ہے'' ریشم نے طنزیہ کہا۔

www.pklibrary.com

وہ پہلے والی ریشم ہرگز نہیں لگ رہی تھی..... جس کے چہرے پر ہمہ وقت خوشیاں رقص کرتی تھیں۔ عشق نے اسے غم دائمی دے ڈالا تھا۔ جو عشق کی سدا کی روایت ہے۔ ریشم کی زہریلی نگاہیں لاریب کے من موہنے روپ پر تھیں۔ جو زین العابدین کی نظروں سے پوشیدہ نہ تھیں۔

''ریشم..... میں نے تم سے کبھی محبت کا دعویٰ نہیں کیا..... تمہارے ساتھ رشتہ صرف بڑوں کی خواہش تھی..... ورنہ حقیقت میں ہم دونوں الگ مزاج کے لوگ ہیں۔ ہمارا ساتھ تقدیر میں لکھا ہی نہیں تھا۔ تم اس بات کو سمجھ لو اور خودکشی کر کے خواہ مخواہ خود کو اور خاندان کو تماشا نہ بناؤ'' زین العابدین سرد لہجے میں بولا۔

''بڑی اُصول پسند بنتی تھی تم لاریب..... اس معاملے میں بے اصولی کرتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آئی..... کسی کے منگیتر پر قبضہ کر کے شوہر ہی بنالیا..... یہ تھی تمہاری تعلیم..... یہ سکھایا تمہیں اس نے.....'' غم عشق نے ریشم کو سیانا بنا دیا تھا اصول و بے اصولی کا فرق بھی سمجھا دیا تھا۔ وہ تن کر بولی تو لاریب بھی اب مزید خاموش نہ رہ پائی..... ویسے بھی تعلیم کے حوالے سے اسے کوئی طعنہ دے وہ اُس کی برداشت سے باہر تھا۔

''ریشم..... بے اصولی میری طرف سے نہیں ہوئی..... تمہارے حق پر ڈاکہ ڈالنے کیلئے اگر ایک قدم بھی میں نے اُٹھایا ہو تو خدا مجھ سے کھڑے کھڑے یہیں حساب لے لے..... یہ بے اصولیوں کی تاریخ رقم کرنا ان محترم کا شیوہ ہے میرا نہیں'' ریشم کو جواب دیتے ہوئے لاریب نے زین العابدین کو بھی آئینہ دکھا ڈالا تھا۔

دونوں پر ایک گہری نگاہ ڈالتے ہوئے اُس نے قدم اندر کی جانب بڑھا دیئے۔

''نفرت کی تخم زین العابدین جو تم نے میرے اندر بویا ہے وہ اب تناور درخت بن چکا ہے اس کے تلے تمہیں محبت بھری چھاؤں نہیں مل سکے گی۔ تم بھی یونہی تڑپو جیسے میں تڑپتی ہوں۔ تم نے میرے بابا کی نظروں میں گرایا..... میرا مقصد مجھ سے چھینا.....'' وہ مرمریں زینہ عبور کر کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ ہر طرف اندھیرا پھیل رہا تھا..... اُس نے اپنا زخمی وجود اُس اندھیرے کے سپرد کیا اور نیند کے بہانے چند گھنٹوں کیلئے اس بھیانک دنیا سے باہر نکل گئی۔

✧✧✧

صبح معمول سے قدر مختلف تھی..... ناکھڑکی کے راستے سورج کی کرنیں آدھمکی تھیں۔ نہ ہی ننھے منے چرند پرند کا شور و غوغا تھا..... کھڑکیوں پہ ہنوز پردے گرے ہوئے تھے۔ خاموشی اور اُداسی کی چادر اوڑھے یہ سویرا لاریب کو کچھ عجیب سا لگا۔ بالوں کو سمیٹنے کیلئے گوری کلائیاں جو اُٹھیں تو عجیب سا احساس جاگا آج کلائیوں میں کنگن نہیں تھے۔ یہ اس کا روز کا معمول تھا کہ وہ کنگن اُتار کر سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر سوتی تھی۔ دن بھر تو بی جان کی طرف سے خصوصی حکم ہوتا تھا کہ ''ایک پل کیلئے بھی تمہاری کلائیاں سونی نہ دیکھوں لاریب!'' سارا دن تو وہ اس حکم کی تعمیل میں گزارتی مگر رات سوتے ہی انہیں اُتارنا نہ بھولتی۔ کنگن اُتار کر ٹیبل پر پٹختے ہوئے اپنی ناگواری کا دکھانا نہ بھولتی تھی۔ زین العابدین کو اپنی نفرت دکھانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتی۔ ویسے بھی عورت چھوٹے موٹے انتقام لیکر ہی خود کو تسکین دے لیتی ہے۔ بڑے حساب کتاب کی اجازت اُسے دیتا ہی کون ہے۔ وہ سونے سے پہلے کنگن اُتار کر نفرت کا

www.pklibrary.com

اظہار کرتی تو زین العابدین اُس کے بیدار ہونے سے پہلے اُس کی سونی کلائیوں میں پھر سے کنگن سجا دیتا۔

لاریب سو کر اٹھتی تو ان کی کھنک مسکرا کر اسے صبح کا سلام کرتی تو اُس کی جان جل جاتی زین العابدین کی یہ شوخی و شرارت اور استحقاق لاریب کا دماغ گرم کر دیتے۔

یہ سب باتیں ایک طرف اور عجیب سا احساس ایک طرف تھا۔ دل و دماغ میں خیال اُبھرا مگر اُس نے فرمائش سختی سے ٹھکرا دی۔ مگر انسانی فطرت ہے کہ جس چیز سے سختی سے انکار کیا جائے۔ اُسی معاملے میں سب سے پہلے کمزور پڑتی ہے وہی عمل کر بیٹھتی ہے جس سے انکاری ہوتی ہے اسی طرف قدم اُٹھتے ہیں جس طرف نہ جانے کی قسم کھائی ہوتی ہے۔

''لاریب کے دماغ نے اشارہ دیا کہ آج وہ کمرے میں تنہا ہے'' یہ سوچ کر وہ بیڈ کی جانب دیکھنے سے گریزاں تھی۔

بالوں کو سمیٹتے ہوئے دوپٹے کو سلیقے سے رکھتے ہوئے اُس نے نہایت محتاط روی سے کمرے کے جہازی سائز بیڈ پر نظر ڈالی تو یقین ہو گیا کہ زین العابدین آج کمرے میں موجود نہ تھا۔ ورنہ روز تو وہ لاریب کے بیدار ہونے سے قبل ہی جاگ رہا ہوتا تھا اور اُس کے جاگنے پر مسکراتی نگاہوں سے محبت بھرا اسلام کرتا..... وہ نا جانے کب سے لیٹا محویت سے اُسے تک رہا ہوتا جیسے نیت کر کے سویا ہو کہ وہ صبح لاریب کے جاگنے سے پہلے اُٹھے گا اور جی بھر کر اُس کا دیدار کرے گا۔ جو ہر لمحہ اُس سے رُوٹھی رہتی تھی..... زین العابدین کے اس وہی تو ایک وقت ہوتا تھا اُسے دیکھنے کا ورنہ سارا دن لاریب کی جانب سے صرف نفرت اور ناگواری ہی ملتی تھی..... لاریب کو زین العابدین کی شرخ و شرارتی آنکھوں کا خیال آیا۔ دل میں اندیشوں نے کروٹ لی۔

''صبح واقعی عجیب ہے یہ میرا وہم نہیں تھا'' اُس نے خود کلامی کی۔

✧✧✧

زینے سے اُترتے ہوئے وہ گہرائی سے ماحول کی پُراسراریت کا جائزہ لے رہی تھی۔ زیریں منزل میں بھی خاموشی کا راج تھا۔ ورنہ اس وقت تو ڈائننگ ٹیبل پہ قدرے بلند آواز میں افرادِ خانہ باتوں میں مگن ہوتے تھے۔ اور ان میں سب سے زیادہ شور انہی ''موصوف'' کا ہوتا تھا جس کی صورت دیکھنے کی وہ روداد نہ تھی اور نہ ہی آواز سُننے کی خواہش ہوتی تھی۔ وہ کچن میں گئی تو ملازماؤں کے ہاتھ میں پکڑی ناشتے کی ٹرے دیکھی تو اُس کا ماتھا ٹھنکا.....

''یہ ناشتہ کیوں واپس آیا'' وہ حیران ہوئی۔

''چھوٹی بی بی..... آج کسی نے ناشتہ نہیں کیا.....'' ملازمہ نے جواب دیا۔

''مگر کیوں؟''

''وہ جی..... سب گھر والے فرحین بی بی کی وجہ سے پریشان جو ہیں.....'' ملازمہ نے بتایا

''کیا ہوا فرحین کو.....'' لاریب اُلجھی۔

''نہیں بی بی جی..... ہم نوکروں کو منع کیا گیا ہے اس بارے میں کچھ بھی کہیں۔ آپ خود ہی گھر والوں سے پوچھ لیں'' ملازمہ خوفزدہ سی بولی۔

''اچھا ٹھیک ہے'' لاریب نے مزید کریدنے سے گریز کیا۔

''آپ ناشتہ کریں گی چھوٹی بی بی'' ملازمہ نے پوچھا۔

''نہیں..... مجھے بھوک نہیں ہے'' لاریب

www.pklibrary.com

نے بے دلی سے کہا۔ حالانکہ کچھ دیر پہلے اُسے سخت بھوک لگی تھی۔ وہ رات کو بھی بھوکی پیاسی روتے دھوتے سو گئی تھی۔ مگر اب گھر میں تشویشناک صورتحال نے اُس کی بھی بھوک مار دی تھی..... اب وہ اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے یہ غور کرنے لگی کہ آخر معاملہ کیا ہے۔ اور مجھے کچھ بھی نہیں پتہ چل رہا.....

''اللہ کرے بی جان ہی مل جائیں'' اُس نے دل ہی دل میں دعا مانگی اور ان کے کمرے میں جھانکا مگر کمرہ خالی تھا۔

''اللہ خیر کرے..... یہ سب کہاں ہیں..... ایسا کیا ہو گیا ہے'' انگلیوں کو بے چینی سے مسلتے ہوئے وہ پریشان تھی۔ ہال کمرے سے آتی باتوں کی آواز نے اُس کے قدموں کو روک دیا۔

''اوہ تو یہ سب یہاں موجود ہیں.....''

''یہ صبح ہی صبح آخر کس مسئلے پر اتنا شدید بحث و مباحثہ ہو رہا ہے'' وہ سوچتے ہوئے دروازے کے قریب گئی۔

''یہ سب تمہاری ضد کا نتیجہ ہے زین العابدین۔ نہ تم یہ ضد کرتے نا تمہاری بہن کا گھر برباد ہوتا'' نگہت بیگم رندھی ہوئی آواز میں بولیں۔

''کہا بھی تھا کہ چھوڑ دو اپنی ضد۔ ورنہ خاندان بکھر جائے گا۔ دشمنی پڑ جائے گی مگر تمہارے سر پر تو عشق کا بھوت سوار تھا'' بخت شجاع غصیلے لہجے میں دھاڑے۔

''ارے کیوں پیچھے پڑ گئے ہو میرے بچے کے۔ یہ تو قسمتوں کے معاملے ہوتے ہیں۔ اگر زین العابدین یہ ضد نہ بھی کرتا اور فرحین کی قسمت تو نہیں بدل سکتی تھی۔ چاہے جتنی مرضی تدبیریں لڑا لو۔ تقدیر کو ہرانا آسان کام نہیں ہے'' بی جان اپنے لاڈلے کی حمایت میں بولیں۔

''خواہ مخواہ ہی کچھ لوگ بلاوجہ کا پیار سمیٹ لیتے ہیں حالانکہ وہ صرف نفرت کے قابل ہوتے ہیں'' لاریب نے زین العابدین کی حمایت پر لال پیلی ہو گئی۔

وہ جو کچھ دیر پہلے خاصی مسرور ہو رہی تھی کہ صبح صبح زین العابدین کو ڈانٹ پھٹکار کی صورت کافی عمدہ ناشتہ مل رہا تھا۔ دل چاہ رہا تھا کہ دروازہ کھول کر اندر چلی جائے اور اپنی آنکھوں سے راج دُلارے کی دُرگت بنتے دیکھے مگر جھجک مانع آئی اور وہ داخل نہ ہو سکی۔ ویسے بھی اس گھر میں جو اُس کی حیثیت تھی وہ کس حق سے اندر داخل ہوتی۔ بی جان کے علاوہ اس سے بات نہ کرتا تھا۔ اور جو بات کرنا چاہتا تھا ''اُسے'' لاریب خود ہی مُنہ نہ لگاتی تھی۔

''آپ تو سب میرے پیچھے یوں پڑ گئے ہیں جیسے میں نے کوئی گناہ کر دیا ہو۔ پسند کی شادی ہی تو کی ہے'' کافی دیر بعد زین العابدین کی آواز ابھری تو لاریب کو معلوم ہوا کہ موضوع بحث اُس کی ذات تھی۔ وہ اُلجھتی جا رہی تھی۔

''غلطی کبھی نہ ماننا زین العابدین'' بخت شجاع غصے سے گرجے۔

''میں ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ وہ لڑکی اس خاندان کی بہو بنے۔ مگر تمہاری ضد نے مجھے مجبور کر دیا۔ اب دیکھ لئے اُس کے نتائج۔ آج تمہاری ضد کی وجہ سے تمہاری بہن بربادی کے دہانے پر آ کھڑی ہوئی ہے کوئی حل ہے تمہارے پاس اس مسئلے کا۔ اُلٹا اپنے موقف پر سختی سے ڈٹے ہو'' بخت شجاع کی گرجدار آواز پر کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ گہری اور مزید اُلجھنوں کو بڑھا دینے والی..... یوں محسوس ہو رہا تھا کہ اب کمرہ خالی ہے اس میں کوئی ذی نفس موجود ہی نہ

www.pklibrary.com

ہو۔ نہ کوئی مردانہ آواز نہ ہی نسوانی آواز۔ اتنی سنگین خاموشی پہ لاریب کی پریشانی بڑھنے لگی۔ اتنا تو اندازہ اُسے ہو گیا تھا کہ پریشانی کا تعلق کہیں نہ کہیں اُس کی اپنی ذات سے بھی ہے۔ مگر نا جانے وہ افتاد کیا تھی؟ کس سے پوچھے؟ کیسے پوچھے؟ وہ اپنی سوچوں میں گھری کھڑی تھی کہ زوردار آواز کے ساتھ کمرے کا دروازہ کھلا۔ زین العابدین اُس کی نظروں کے سامنے تھا۔ جس کا قُرب روح کیلئے باعث تسکین و راحت نہیں بلکہ باعثِ اضطراب تھا۔ جس کا دیدار نظروں کیلئے اذیت اور بے چینیوں کی ابتداء تھا۔ وہ صرف نفرتوں کا حق دار تھا۔ لاریب کو اپنے رُوبرو دیکھ کر زین العابدین کے روشن چہرے پر پل بھر کیلئے حیرانی نظر آئی مگر جلد ہی معدوم ہو گئی۔ لاریب کو دیکھتے ہی اُس کے چہرے پر اَن گنت رنگ بکھر جاتے تھے۔ اس تناؤ کی کیفیت میں بھی اُس کی آنکھوں میں محبت کا عکس نمایاں تھا۔ اور عورت کیلئے مرد کی نظروں کو سمجھنا ہرگز مشکل کام نہیں..... لاریب اُس کی نظروں کی تاب نہ لا سکی تو قدم آگے کو بڑھا دیئے۔

✧✧✧

کمرے میں وہ نا جان کتنی دیر سے ٹہلتے ہوئے اپنی ٹانگوں کو شل کر رہی تھی۔ نا ہی اضطراب ختم ہو رہا تھا اور نہ ہی اُلجھن دُور ہو رہی تھی۔ الفاظ کی بازگشت دماغ کے گوشوں سے ٹکرائی تو کنپٹیوں میں درد ہونے لگا۔ لاریب کو ایکدم ہی فرحین کا خیال آیا تھا۔ وہ اُس کے کمرے کی جانب چل دی۔ فرحین کا کمرہ لاکڈ تھا..... لاریب کے دستک دینے پر دروازہ کھلا۔ مغموم چہرہ۔ متورم آنکھیں اُس کی حالتِ زار کی عکاس تھیں۔

''آپ رو رہی ہیں فرحین'' لاریب گھبرا کر بولی۔

فرحین کچھ کہے بنا ہی پلٹ کر بیڈ پر جا بیٹھی۔ وہ بے حد تھکی تھکی سی لگ رہی تھی۔

''فرحین کیا ہوا ہے کچھ بتاؤ گی نہیں مجھے؟'' لاریب ہمدردانہ لہجے میں بولی۔

لاریب کی ہمدردی پر فرحین کا دل بھر آیا اور آنسو پلکوں کی باڑ کو پار ہوئے گال بھگونے لگے۔

''فرحین خود کو سنبھالو..... کیوں یوں روئے چلی جا رہی ہو؟'' لاریب اُس کے یوں زار و قطار رونے پر گھبرا سی گئی اور بے ساختہ اُس کو گلے لگا گئی..... فرحین کا غم اُسے بھی رُلانے لگا تھا۔

فرحین نے روتے روتے تمام بات گوش گزار دی۔

''مگر کیوں فرحین؟'' لاریب نا سمجھی سے بولی۔

''مرد ہوتے ہی ایسے ہیں کبھی محبتوں میں شدید تو کبھی نفرتوں میں شدید تر..... وہ صرف اپنے دل کی مان کر چلتے ہیں۔ جب کوئی فیصلہ کرنے پر آئیں تو یہ نہیں سوچتے کہ غلط ہے یا صحیح ہے بس کر گزرتے ہیں۔ بس سزا سنانے کا حق پوری سخاوت سے استعمال کرتے ہیں۔'' فرحین اشکوں کو اپنے آنچل سے پونچھتی ہوئی بمشکل بولی۔

''لیکن فرحین طلاق تو بہت بڑا معاملہ ہے۔ یوں چھوٹی موٹی بات پر تو طلاق نہیں دی جاتی آخر ایسا کیا ہوا کہ سکندر عالم اُس انتہا تک پہنچ گیا ہے' لاریب حیران ہوئی۔

وہ اکثر سوچتی تھی کہ فرحین شادی شدہ ہے اور بہت اونچے خاندان کی بہو بھی..... مگر

www.pklibrary.com

لاریب روزِ اول سے اُسے بابل کی ''چوکھٹ'' پر پڑا دیکھ رہی تھی۔ رشتے کی نوعیت ایسی تھی کہ اُس نے کچھ پوچھنا مناسب نہ سمجھا تھا۔

''جو باتیں ہم عورتوں کے نزدیک بڑی ہوتی ہیں مردان کو چھوٹا دیکھتے ہیں اور جو باتیں اُن کی نظر میں بڑی ہوتی ہیں صرف اُسی کی وہ بڑا دیکھتے ہیں اس پر شور و ہنگامہ کرتے ہیں۔ اُدھم مچا کر رکھ دیتے ہیں۔ با اختیار طبقہ ایسا ہی کرتا ہے'' فرحین نے تاسف سے بولی۔

''خدارا کھل کر بتاؤ فرحین۔ سکندر عالم نے طلاق کا نوٹس کیوں بھجوایا ہے''۔ اُس نے بیڈ پر پڑے طلاق نامے کی جانب سرسری نگاہ ڈالی۔ اُسے یاد آیا کہ جب شام کو ریشم آئی تھی اُس کے ہاتھ میں خاکی رنگ کا لفافہ تھا۔ تو گویا وہ خود لائی تھی فرحین کی بربادی کا سامان اپنے ہاتھوں سے..... یعنی اُس کا آنا بے وجہ نہ تھا۔ وہ جو غیض وغضب کی تصویر بنی ہوئی تھی اُس کے پیچھے یہ راز تھا۔ لاریب سوچنے لگی۔

''سکندر نے مجھے دھمکی تو اسی دن دے دی تھی جب بھائی نے اپنی منگیتر ریشم کو ٹھکرا کر آپ کو اپنایا.....'' فرحین نے گہری نگاہ لاریب کے پُرسوچ چہرے پر ڈالتے ہوئے کہا۔ اسے لگا کہ وہ اب ایسی حقیقت کو برہنہ کرنے لگی تھی جس کا براہِ راست تعلق لاریب کی ذات سے تھا۔

''خاموش کیوں ہو گئی آگے بولو'' لاریب نے اُس کے ہاتھوں پر نرمی سے دباؤ ڈالتے ہوئے کہا۔

''لاریب میں اس طوفان کو روکنے کی جتنی کوشش کر سکتی تھی کرتی رہی۔ اپنے بھائی کی خوشیوں کو بچانے کیلئے اپنا وجود انگاروں پر رکھ دیا کہ ان تک آنچ بھی نہ پہنچ پائے''۔ فرحین آنسو صاف کرتی تلخی سے مسکرائی۔

کھڑکی سے باہر نیلا آسمان بے حد پُرسکون اور خاموش سا دکھائی دے رہا تھا۔ فرحین کی نگاہیں آسمان پر جمی تھیں۔ اُس کی آنکھوں میں احساس جاگا کہ وہ بھی سکون چاہتی ہے جیسا وسیع آسمان پر چھایا تھا۔ مگر انسان کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ ہوتا تو وہی ہے جو تقدیر میں لکھا ہوتا ہے ملتا تو وہی ہے جو قسمت کو منظور ہوتا ہے۔ تقدیر نے اُس کے ہاتھوں کی لکیروں میں بے سکونی رکھ دی تھی تو وہ چاہ کر بھی تدبیر بدل نہیں سکتی تھی۔ فرحین کے لہجے میں بھائی کیلئے پیار تھا۔ لاریب کو زین العابدین کے ذکر پر سخت کوفت ہوئی تھی۔ دل چاہا صرف کہہ دے ان مہان شخصیت کا ذکر بد ضرور کرتا ہے فرحین..... مگر اس ذکر کو کڑوے گھونٹ کی طرح حلق سے اتارتا اُس کی تقدیر میں بھی تھا۔

''فرحین..... یعنی تم پر یہ مشکل صرف تمہارے بھائی کی وجہ سے آئی ہے'' لاریب نے فرحین کے شانے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں!'' فرحین مختصراً بولی۔

''زین العابدین تم اتنے بُرے ہو کر تمہاری ذات سے صرف دوسروں کو دکھ ملتا ہے تم صرف دوسروں کی خوشیاں برباد کرنا جانتے ہو..... یہ شخص دنیا میں آیا ہی اس لئے ہے کہ دوسروں کی خوشیاں نیست و نابود کر سکے کاش تم پیدا ہوتے ہی.....'' لاریب دل ہی دل میں اُسے بُرا بھلا کہنے لگی مگر خود کو روک لیا۔

''لاریب بھائی تم سے بے حد محبت کرتے ہیں..... اس لئے انہوں نے ریشم کو ٹھکرا کر تمہیں اپنایا۔ ان کی پسند ریشم نہیں تم ہو لاریب..... ان کا دل تمہارے ساتھ کی ضد کرنے لگا۔ بس اسی تمنا میں سارے خاندان سے بغاوت کر بیٹھے۔ وہ صرف تمہیں چاہتے تھے لاریب اور

www.pklibrary.com

اگر'' فرحین نے کچھ دیر کیلئے توقف کیا اور ٹھنڈی آہ بھری۔

''اگر تم انہیں نہ ملتی تو بھی وہ ریشم کو کسی صورت نہ اپناتے..... بلکہ اس دنیا کی کسی لڑکی کو آنکھ بھر کر نہ دیکھتے۔ بس یہ ہی ان کا فیصلہ میرے لئے مشکل بن گیا ہے۔ میں سب سے چھپائے پھرتی رہی۔ گھر والوں پہ یہی ظاہر کیا کہ میں بھائی کی خوشیوں میں شریک ہونے کے لئے یہاں ٹھہری ہوں۔ امی جان اور بی جان کو میرا طویل قیام کھٹکنے لگا مگر میں کمال مہارت سے ٹال دیا کرتی تھی۔ مگر آج اس ''طلاق نامے'' نے تمام پردوں کو چاک کر ڈالا.....'' لاریب اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

اب لاریب کو تمام حقیقت کا علم ہو چکا تھا یعنی کہ لاریب کی محبت میں زین العابدین تنہا اپنا دفاع کر رہا تھا۔ وہ اس محاذ پر بالکل اکیلا تھا۔ لاریب کو زین العابدین سے ذرا بھی ہمدردی نہ ہوئی۔ مگر دل کو یہ افسوس لاحق ہو گیا کہ فرحین کی برباد زندگی کی وجہ ''وہ'' ہے۔

فرحین جو اس کی محسن تھی۔ جس نے اس کے سکول کیلئے خطیر رقم دی تھی۔ وہ اُس شخص کی بہن تھی جس نے اُس کا سکول تباہ کیا تھا۔ وہ اتنے اونچے خاندان کی بیٹی اور بہو تھی مگر اُس کی حوصلہ افزائی کیلئے خود چل کر سکول آئی تھی۔ جس نے لاریب کی بلند ہمتی کو خوب سراہا تھا۔ مگر آج وہ برباد تھی۔ صرف زین العابدین کی وجہ سے اُس کو طلاق کا داغ لگا تھا۔

''فرحین تم فکر نہ کرو۔ ابھی ایک طلاق بھیجی ہے اس کا مطلب ہے سکندر عالم ابھی بھی اس رشتے کو بچانے کی گنجائش رکھتا ہے۔'' لاریب نے طلاق کے کاغذات اٹھاتے ہوئے کہا۔

''پتہ نہیں مگر اُس کی ایک ہی شرط ہے'' فرحین غمزدہ ہوئی۔

''کیسی شرط؟'' لاریب چونکی۔

''یہی کہ بھائی آپ کو طلاق دیکر ریشم کو اپنالیں جو مجھے منظور نہیں'' فرحین قطعی لہجے میں بولی۔

لاریب کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ سکندر عالم کی یہ شرط ہوگی۔ اُس نے ایک دُکھی نگاہ روتی ہوئی فرحین پر ڈالی جو اس سارے معاملے میں بالکل بے قصور تھی اور ناکردہ جرم میں اُس کو سزا سنائی جا رہی تھی۔ جس کی حساسیت کا یہ عالم تھا کہ وہ ان حالات میں بھی اپنی ذات پر بھائی کی خوشیوں کو ترجیح دے رہی تھی۔ پھر خود غرض تو لاریب بھی نہ تھی۔

''فرحین..... دے دے تمہارا بھائی مجھے طلاق..... مجھے کوئی اعتراض نہیں..... بچالے اپنی بہن کا گھر۔ کسی کی زندگی برباد کر کے انسان کبھی بھی اپنی خوشیوں کا جہان آباد نہیں کر سکتا۔'' لاریب نے پل بھر میں فیصلہ سنا ڈالا۔

''لاریب'' فرحین حیران رہ گئی تھی۔ وہ بھی عورت تھی اور جانتی تھی کہ کوئی عورت نہیں چاہتی کہ اس کا گھر اُجڑے مگر لاریب..... وہ جانتی تھی کہ بہت باہمت اور باحوصلہ ہے۔

''میں خود یہ شادی نہیں کرنا چاہتی تھی اگر مجھے ساری صورتحال کا پہلے اندازہ ہو جاتا تو میں اپنی جان دے دیتی مگر یہ شادی ہرگز نہ کرتی۔ مجھے طلاق دیکر ریشم کو اپنالیں تا کہ تمہارا گھر بچ جائے۔'' لاریب یوں بولی جیسے اُس کے نزدیک یہ معمولی سی بات ہو۔

''مگر لاریب..... زین بھائی تمہیں بے انتہا چاہتے ہیں۔ وہ تمہارے بغیر جی نہیں پائیں گے'' فرحین بھائی کیلئے فکرمند تھی۔

''فرحین..... میں چاہتوں اور محبتوں کے

www.pklibrary.com

مفہوم سے پوری طرح واقف تو نہیں ہوں مگر یہ جانتی ہوں کہ تمہارے بھائی نے یہ شادی صرف ازالے اور تلافی کیلئے کی ہے۔ یہ شخص کچھ بھی کرے میرے نقصان کا مداوا نہیں کرسکتا۔ میں نے اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا ہے اور زندگی کی آخری سانس تک یہ معاملہ نہیں بھولوں گی۔ اس لئے میرے معاملے میں ازالے اور تلافی کی کوشش کرنے سے بہتر ہے کہ وہاں کرلی جائے جہاں اس کی زیادہ ضرورت ہے۔ اپنی بہن کا گھر بچالے یہی عقلمندی ہے'' لاریب جا چکی تھی مگر فرحین ابھی تک سوچ رہی تھی کہ کیا کبھی بھائی لاریب کی محبت حاصل کرپائیں گے۔

✧✧✧

وقت آہستگی سے سرک رہا تھا۔ اُداسوں بھرا سورج طلوع ہوتا اور شام تک اپنی بے پناہ اُداسیاں چاند کے سپرد کرکے رخصت ہوجاتا۔ گہرے سیاہ بادل میں چھپا چاند بھی بے حد اُداس نظر آرہا تھا۔ جس کی وجہ سے ستاروں کی چمک تو ماند پڑی تھی چاندنی بھی پھیکی پھیکی سی لگ رہی تھی۔

لاریب بی جان کے علاوہ باقی سب کے رویوں میں کھچاؤ سا محسوس کررہی تھی۔ حقیقت جان کر وہ بھی خاص مضطرب تھی۔ نگہت بیگم اس موقعے پر روایتی ساس کا کردار بخوبی نبھا رہی تھیں۔

''پتہ نہیں کونس منحوس گھڑی تھی جو زین العابدین کا دل اس ''نور پری'' پر آگیا تھا اور مولوی عبدالرافع کو دیکھو ذرا ..... کتنا مفاد پرست انسان نکلا۔ ایک منٹ میں رشتے کی ہاں کردی۔ اتنے بڑے خاندان کی بہو جو بننے جا رہی تھی۔ بھئی میں نے اتنا منافق شخص نہیں دیکھا۔ اپنی زندگی میں ..... جو نام تو اللہ کا ہر دم لیتا ہو اور دل اس کا دنیا کی محبت سے بھرا ہو'' بیٹی کے دُکھ نے نگہت بیگم کو انتقامی سا کردیا تھا۔ وہ کوئی بھی طنز کرنے کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتی۔ لاریب کو دیکھ کر اُن کے تن بدن میں آگ لگ جاتی۔ انہیں تو لاریب کے وجود سے ویسے ہی نفرت تھی جس کے اظہار کا اُن کو موقع مل گیا تھا۔

''آپ کو جو کچھ کہنا ہے مجھے کہیں مگر میرے بابا کو کچھ بھی کہنے کا آپ کو کوئی حق نہیں ہے۔''

لاریب باپ کی حمایت میں تیر تلوار ہوگئی۔

اُسے سب کچھ گوارا تھا مگر اپنے باپ کے بارے میں ایک لفظ بھی غلط سُننا اُس کی برداشت سے باہر تھا۔

''اے لڑکی اپنی اوقات میں رہ..... یہ زبان میرے سامنے چلائی تو کاٹ کر ہاتھ پر رکھ دوں گی..... میرے بیٹے کو تُو نے اپنے حسن کے جال میں پھنسا لیا ہے مگر ہمارے اوپر تیرا جادو چلنے والا نہیں..... خبردار جو یوں کبھی میرے سامنے زبان چلائی۔ آئی بڑی کہیں کی مہارانی'' نگہت بیگم آپے سے باہر ہونے لگیں۔

''میں نے کوئی پاؤں نہیں پکڑے تھے آپ کے لاڈلے کے۔ خود ہی بھکاریوں کی طرح ہم سے بھیک مانگنے آیا تھا۔ بڑا شوق تھا نا تلافی کرنے کا..... اونہہ!'' لاریب کی آنکھیں لہو رنگ ہونے لگیں۔ بات بہ بات اُسے زین العابدین کے حوالے سے یوں طعنہ دیا جارہا تھا جیسے وہ اُس کی محبت میں مری جارہی تھی۔

''زبان کو لگام دو لڑکی.....'' بخت شجاع بھی غضبناک ہوگئے۔

''یہی تربیت دی ہے تمہیں مولوی صاحب نے..... ایک کم ذات لڑکی کو بیاہ کر لانا ہماری مجبوری بن گئی تھی..... اگر ہم یہ نہ کرتے تو اپنے بیٹے کو کھو دیتے..... بجائے کہ تم احسان مند رہو

www.pklibrary.com

کہ اتنے بڑے خاندان کی بہو بنی ہو۔ تم یوں آنکھیں دکھا رہی ہو جیسے تم نے ہمیں قبول کر کے کوئی احسان عظیم کیا ہو'' عورت کے معاملے میں نرم مزاج سے بخت شجاع زندگی میں پہلی بار بدلحاظ ہو گئے۔

فرحین کا غم اُس کے والدین کو نڈھال کر گیا تھا۔ انہیں اب بھی افسوس ہو رہا تھا کہ زین العابدین نے لاریب سے شادی کر کے حماقت کی ہے کاش وہ اُسے روک پاتے تو یوں فرحین برباد نہ ہوتی۔

''کیا ہو گیا ہے تم لوگوں کو..... اس سارے معاملے میں اس بے چاری کا کیا قصور ہے وہ خود تو اس گھر میں دلہن بن کر نہیں آئی تھی۔ زین العابدین کے سر پر ہی تلافی کرنے کا بھوت سوار تھا۔ اور مولوی صاحب کی ذات پر یوں کیچڑ اُچھالتے ہوئے کچھ تو خدا کا خوف کرو..... سب لحاظ، ادب تمیز بھول گئے ہو.....'' بی جان نے لاریب کی حمایت کرتے ہوئے بہو بیٹے کو کھری کھری سنا دی۔

''پتہ نہیں کونسے جنتر منتر اس نے مولوی صاحب سے سیکھیں ہیں کہ زین العابدین کے بعد آپ کی آنکھوں پہ بھی اس کی محبت کی پٹی بندھ گئی ہے'' اپنی بہو کی زبان کو لگام دینے کا حکم دینے والی نگہت بیگم اپنی ساس کے سامنے خوب زبان چلا رہی تھیں اور خوب چیخ چلا کر غم و غصے کا اظہار کیا۔ اور ویسے بھی انہیں شوہر کی مکمل پشت پناہی جو حاصل تھی۔

''امی..... یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ آپ سب کیوں لاریب کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ اس سارے معاملے میں اس کا کیا قصور ہے؟'' فرحین بھی اپنے کمرے سے نکل آئی تھی۔

''اچھا تو..... تم بھی اس میسنی کی حمایتی ہو۔ اپنا گھر اُجڑ رہا ہے اور تم اس کی حمایت میں ہمارے منہ لگ رہی ہو'' نگہت بیگم کا خون کھول اُٹھا۔ بیٹے کے بعد بیٹی بھی اُس ناگن کی طرفداری کر رہی تھی..... اب تو انہیں پورا گھر ہی لاریب کے ساتھ کھڑا نظر آ رہا تھا۔

''واہ بھئی واہ..... باپ نے ایسی تربیت کی ہے کہ اولاد کو ماں باپ کا ہی دُشمن بنا ڈالا ہے'' وہ بولیں۔

''میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ میرے بابا کو درمیان میں مت لائیں۔ میں غریب گھرانے سے ہوں میرا باپ کم حیثیت ہے اس لئے آپ کو حق حاصل ہے کہ آپ ہماری بے عزتی کریں اور مجھے یہاں اس اونچے محل میں آپ جیسے باعزت لوگوں کی بالکل بھی تربیت نظر نہیں آ رہی۔ جہالت اور گنوار پن کو اس بنگلے کی شان و شوکت نے ڈھانپ رکھا ہے۔'' لاریب سُلگ کر بولی۔

تذلیل کے احساس نے اُسے آبدیدہ کر دیا تھا۔ گو کہ وہ دل ہی دل میں مولوی عبدالرافع سے خفا تھی کہ انہوں نے زین العابدین سے زبردستی شادی کیوں کرائی تھی مگر یہ دونوں باپ بیٹی کا معاملہ تھا۔ مگر اس کا قطعی مطلب یہ نہ تھا کہ جو بھی اُس کے باپ کو بُرا بھلا کہے وہ خاموش رہے اور بات جب اُن کی تربیت و کردار پر آئی تو یہ بات ناقابلِ برداشت تھی۔

لاریب کے الفاظ نگہت بیگم کا دماغ اُلٹا گئے۔ ضبط تو پہلے ہی نہیں تھا اُس کی کھری کھری باتیں رہی سہی کسر پوری کر گئیں۔ وہ جنونی انداز میں لاریب کی جانب بڑھی کہ تھپڑوں سے اُس کا منہ لال کر دیں۔ اس سے پہلے کہ پھر سے لاریب کے سامنے بے عزتی ہوتی۔ ایک مضبوط ڈھال اس کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ لاریب

www.pklibrary.com

اُسے دیکھ کر گنگ رہ گئی تو نگہت بیگم سُلگ اُٹھیں۔

زین العابدین پہاڑ کی طرح مضبوطی سے کھڑا تھا۔ جو رشتے میں ایک کا بیٹا تو دوسری کا شوہر تھا۔

''امی جان! یہ کیا کر رہی ہیں آپ؟'' زین العابدین نے ماں کو روکتے ہوئے کہا۔

وہ جو کچھ دیر پہلے ہی گھر میں داخل ہوا تھا۔ اور زور و شور سے جاری بحث و مباحثہ دیکھ اور سن رہا تھا مگر بات جب زبان سے ہوتے ہاتھ تک جا پہنچی تو وہ چپ نہ رہ سکا۔

''امی جان..... خود پر قابو رکھیے..... کیا گھر کے معاملات اسی طرح نبٹائے جاتے ہیں'' بیشک اُن دونوں کے درمیان اختلافات کی طویل خلیج حائل تھی مگر اُس کا ہرگز مطلب نہیں تھا کہ کوئی بھی اس کی تذلیل کرے وہ خاموش تماشائی بنا رہے۔ وہ اُس کو اپنی عزت بنا کر لایا تھا۔ اور خود سے عہد کیا تھا کہ ہر ایک سے اُسے عزت ہی دلوائے گا۔

''شاباش بیٹا شاباش! جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں شادی کو۔ اس چڑیل کی خاطر ماں کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہو گئے ہو۔ اُس کی زبان درازی پر تمہارا فرض بنتا تھا کہ تھپڑوں کی بارش کر دیتے یا چوٹی سے پکڑ کر اس کو باہر نکال دیتے۔ مگر تم تو'' نگہت بیگم کا منہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ لاریب کی ایسی درگت بنانا چاہ رہی تھی کہ زمانہ کانوں کو ہاتھ لگائے۔

اس ہنگامہ آرائی پر کسی کی آنکھ میں افسوس اُبھرا تو کسی کی آنکھ میں ملامت مگر بخت شجاع کا ووٹ بیوی کے حق میں تھا۔ اُن کے چہرے پر غم و غصہ کے رنگ نمایاں تھے۔ وہ بھی فساد کی جڑ لاریب کو سمجھ رہے تھے جو یہ بھول گئے تھے کہ زین العابدین اُس سے نا بھی شادی کرتا پھر بھی ریشم سے تو کسی صورت میں نہ کرتا تب بھی فرحین کو اسی صورتحال کا سامنا کرنا پڑنا تھا مگر اب سب کو لاریب کا وجود نظر آ رہا تھا۔ بی جان اور فرحین کی آنکھوں میں لاریب کیلئے ترحم اُبھرا۔ مگر اس وقت لاریب کو کسی کی ہمدردی کی ضرورت نہ تھی اور زین العابدین اُس کی محبت و حمایت کی تو حاجت بھی نہ تھی۔

✦✦✦

لاریب کو ان حالات نے دوہری اذیت میں مبتلا کر دیا تھا۔ دل بُری طرح سے وحشتوں میں گھرا ہوا تھا۔ اُسے گوشہ سکون کی تلاش تھی۔ اُس کی حالت اُس پرندے کی سی ہو گئی تھی جو اپنے غول سے بچھڑ کر کسی ویران جزیرے پہ آ گیا ہو۔ جہاں ہر کوئی اجنبی ہو۔ کوئی اپنا نہ ہو۔ نگہت بیگم کا بہیمانہ سلوک اور بخت شجاع کے الفاظ رگ و پے میں اُتر گئے تھے۔

مایوسی و اُداسی نے اُسے جکڑ لیا تھا۔ وہ اپنے اندر مزاحمت کو کمزور پڑتا دیکھ رہی تھی۔ بہت سی باتوں کو برداشت کرنے لگی کہ بی جان کی نگاہوں میں اک خاموش سی التجاء ہوتی۔ فرحین کی آنکھوں میں اک درد ہوتا۔ ورنہ وہ غلط بات پر خاموش رہ جائے یہ اُس کی فطرت کے خلاف تھا۔

''فرحین..... مولوی عبدالرافع کی بیٹی کو کہہ دو میرے سامنے نہ آئے'' نگہت بیگم درشتی سے کہتی۔

''زین اپنی بیوی سے کہو کہ کھانے کی میز پر ہمارے ساتھ نہ بیٹھا کرے اپنی اوقات میں رہے'' وہ سب کے سامنے اس کی اوقات یاد دلا دیتی۔

''سُن لڑکی..... گھر کے معاملات کیلئے

www.pklibrary.com

ڈھیروں ملازمین موجود ہیں۔ تمہاری خدمت گزاریوں اور چاپلوسیوں کی مجھے ضرورت نہیں.....'' وہ اُسے کسی کام میں مصروف دیکھتی تو طنز کے تیر برساتی۔ کھٹکتی تو وہ پہلے بھی تھی ان کی نگاہوں میں اب فرحین کی وجہ سے کھل کر اظہار کرتی۔

فرحین دبے لفظوں میں ماں کو اُن کے بدصورت رویے کا احساس دلاتی۔ بی جان بھی بات بہ بات ٹوکنے لگتی۔ مگر نگہت بیگم کے دل میں لگی آگ نہ بجھتی۔

''بہو..... حد کر دیتی ہو۔ کھانے کی میز پر یوں کس کو دھتکارنا کہاں کی تہذیب ہے؟'' بی جان غصے میں تبرک طعام کر دیتی۔ تو فرحین بھی ناراضگی کا اظہار کرتی۔

''بی جان..... میں کس دل سے اُس کا وجود برداشت کرتی ہوں آپ کو اندازہ نہیں ہے۔ فرحین کے غم نے میرا دل جلا دیا ہے میری بے قصور بچی کو سزا ملی اور مہارانی صاحب اپنی شکل لے کر میرے سامنے آ جاتی ہے میں غصہ پی جاتی ہوں ورنہ'' نگہت بیگم غصے سے بولیں۔

''اسے غصہ پی جانا کہتے ہیں بہو.....'' بی جان طنز سے بولیں۔

''سارا زہر نکال کر..... لعن طعن کرنے کو تم غصہ پی جانا کہتی ہو..... تو پھر تمہارے صبر وضبط کا کیا عالم ہوگا بہو!'' بی جان انہیں دیکھتی ہوئی بولیں۔

''بی جان ایک تو میں پہلے ہی غم زدہ ہوں۔ اور اوپر سے بی جان آپ بھی'' نگہت بیگم شکوہ کرتے ہوئے آبدیدہ سی ہو گئیں۔

نگہت بیگم کی تو دلی خواہش تھی کہ سب اس فعل میں اُس کا ساتھ دیں اور بخت شجاع کی طرح اُن کی کھل کر حمایت کریں۔ لاریب کو بے عزت کریں اُس کی اوقات یاد دلائیں۔ مولوی عبدالرافع کو انتقامی کارروائی کر کے ذلیل کیا جائے اور اُس کی ذلیل بیٹی کو دکھے دیکر گھر سے نکالا جائے۔ لاریب بھی ویسے ہی برباد ہو جیسے فرحین بے قصور ہوتے ہوئے اُجڑی ہے۔

''بہو..... سب کو دُکھ ہے فرحین کا..... مگر تم نے جو طور طریقے اپنائے ہیں وہ کوئی اچھے نہیں ہیں۔ ہر وقت اس غریب کو ذلیل کرنا۔ باپ تک بخشتی نہیں ہو تم'' کھانے کی پلیٹ اپنے سامنے سے ہٹاتے بی جان ناراضگی سے بولیں۔

''اس طرح کا سلوک کر کے تمہاری بیٹی کا گھر بس جائے گا۔ آج کس کی بیٹی کے ساتھ کرو گی کل تمہاری بیٹی کے آگے یہ آئے گا۔''

''امی..... بات کو سمجھنے کی کوشش کریں لاریب بے قصور ہے بے چاری میری قسمت میں یہی لکھا تھا۔ مجھے کسی سے کوئی شکوہ نہیں ہے'' فرحین نے ماں کو سمجھایا۔

''بے چاری..... ایسی ہوتی ہیں بے چاریاں..... شکل سے ہی گھنی میسنی لگتی ہے نا جانے کیا کیا ادائیں دکھا کر میرے بھولے بھالے بیٹے کو اپنے قابو میں کر لیا۔ وہ اس کے خلاف کچھ سننا نہیں چاہتا اور اب تم شروع ہو گئی ہو ماں کو درس دینے کیلئے..... بس سارے مجھے سمجھانے لگ جاؤ..... یہ تو بڑی عقلوں کی رانی ہے نا.....'' نگہت بیگم نے غصے سے سر جھٹکا۔

''امی میں تو.....'' فرحین گھبرا سی گئی۔

''ہاں ماں سے زیادہ وہ جادوگرنی سگی ہو گئی ہے تم لوگوں کیلئے'' نگہت بیگم ڈوپٹے کے پلو سے منہ چھپا کر رونے لگیں تو عجیب سا ماحول بن گیا۔

فرحین ماں کو حوصلہ دینے لگی۔ بی جان کچھ

www.pklibrary.com

بھی کہے بنا اُٹھ کر چلی گئیں۔

✧✧✧

اپنے کمرے میں محصور لاریب سب کچھ سُن چکی تھی۔ آنکھوں سے بہتے آنسو دل کی ابتری کے ترجمان تھے۔ اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ زندگی میں کبھی ایسا موڑ بھی آئے گا کہ حالات اُس کے مخالف ہو جائیں گے۔ تند و تیز ہوا اس کے وجود کو پتے کی مانند اِدھر اُدھر اڑائے پھرے گی۔ کاتب تقدیر نے اس کا نصیب ایسا لکھا تھا کہ کبھی وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ آئندہ آنے والی زندگی اتنی کٹھن ہوگی اُس نے کبھی نہ سوچا تھا۔ اُس کا تو ایک ہی سپنا تھا اُس کا سکول۔ وہ جو اپنے مقصدِ حیات کو بلندیوں پہ لے جانے کی خواہاں تھی مگر تقدیر نے اُس کیلئے تنزلی لکھ رکھی تھی۔ نفرتیں دیکھتی تھی زندگی ایک کمرے میں قید ہو کر رہ گئی تھی وہ بھی سب سے ناپسندیدہ شخص کے ساتھ۔ اُسے آرزو اور عمیر کی یاد ستانے لگی جو دنیا میں اُس کے مخلص دوست اور غم گسار تھے۔ جن سے وہ دل کی ہر بات کر لیا کرتی تھی۔ ساتھ روتے تھے ساتھ ہنستے تھے۔ چھوٹے سے گھر میں کتنی خوش تھی زندگی۔ مولوی صاحب کی یاد اُس کی آنکھوں میں رِم جھم کر گئی۔

''بابا..... یہ آپ نے کیا کر دیا اپنی بیٹی کے ساتھ۔ کیا لاڈوں کے ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا ہے کہ ساری زندگی انہیں پھولوں کی طرح رکھا جائے اور پھر کانٹوں کے حوالے کر دیا جائے۔ کس عذاب میں میری جان جھونک دی ہے کوئی غیر ہوتا تو اُس کو خوب بُرا بھلا کہتی۔ اللہ کے سامنے خوب شکایتیں لگاتی مگر یہ سب میرے باپ نے میرے ساتھ کیا۔ نا جانے آپ مجھ سے کیسا پیار کرتے تھے۔'' اُس کی سسکیاں کمرے کی دیواروں سے ٹکرا کر خود کو لہولہان کرنے لگیں۔

رو رو کر بھی نہ تو دل ہلکا ہو رہا تھا اور نہ ہی صبر آ رہا تھا۔ نا جانے کب تک وہ اپنے دُکھوں کا ماتم کرتی رہی۔ خواہش تھی کہ روح قفسِ عنصری سے نکل جائے۔ اس قید خانے سے رہائی پا جائے۔ اُس ناپسندیدہ شخص سے دور ہو جائے جس کی وجہ سے ساری ذلتیں ملی تھیں۔ وہ جو ابھی تک نوحہ کناں تھی کہ کمرے میں کسی کے قدموں کی آہٹ پر چونکی۔ آنکھوں کو رگڑتی۔ اپنے آنچل کو اپنے اردگرد لپیٹتی وہ صوفے پر لیٹ گئی۔

زین العابدین آہستگی سے چلتا ہوا بیڈ پر آ بیٹھا۔ رسٹ واچ اُتار کر کارنر ٹیبل پر رکھی۔ گاڑی کی چابی اور سیل فون بھی رکھا۔ جوتے اُتار کر اب وہ لیٹ چکا تھا۔ مگر نگاہیں اب بھی لاریب کی جانب تھیں۔

وہ جانتا تھا کہ نگہت بیگم کے ناروا سلوک سے وہ خاصی دلبرداشتہ تھی۔ رو رو کر آنکھوں کو سرخ کر ڈالا تھا اب اس کی آمد پر سوتی بن گئی تھی۔

''کاش لاریب..... تم مجھ سے اپنے دل کا حال بیان کرتی'' اُس کے دل نے سرگوشی کی۔

''تم مجھ سے لڑتی جھگڑتی..... امی کے غلط رویے کی شکایت کرتی۔ روٹھتی، میرے سامنے دل کا غُبار نکالتی'' زین العابدین کے دل میں ٹیس سی اُٹھی۔

خاموشی سی سرگوشی نا جانے کیسے لاریب کی سماعت تک رسائی پا گئی۔

''مجھے نفرت ہے تم سے..... تمہاری صورت سے..... تمہارے وجود سے اور اس کمرے میں تمہاری موجودگی سے..... تمہاری ہر خواہش..... خواہش ہی رہ جائے گی کہ میں تم سے اپنے دل

www.pklibrary.com

کی بات کروں....." گوشت کا وہ ٹکڑا جو سینے کے قید خانے میں رب ذوالجلال نے چھپا رکھا ہے۔ جو انسانی وجود کی سلطنت کا بادشاہ ہے جو بگڑے تو پوری سلطنت تباہ۔ جو تڑپے تو سلطنت درہم برہم۔ اور نفرت کی لپیٹ میں ہو تو ہر شے کو تہس نہس کر ڈال۔ لاریب کے سینے میں دھڑکتا دل گویا آگ کا انگارہ بنا ہوا تھا جس کی چنگاریاں زین العابدین کو بھسم کر دینے کے در پہ تھیں۔

"میں گھر والوں کے سلوک پر بے حد نادم ہوں۔ مگر تم ایک بار مجھے پکارو تو..... اپنا سمجھ کر گلہ تو کرو سہی..... میں پوری دنیا سے لڑ جاؤں گا تمہاری خاطر" ایک اور سرگوشی ابھری۔

"اللہ کرے زین العابدین..... میری ذات کے حوالے سے تم ہمیشہ ندامتوں میں گھرے رہو..... بے سکون رہو سدا....." لاریب نے دل ہی دل میں نفرت اُگلی۔

بنا دیکھے ہی وہ جانتی تھی کہ وہ کسی کی نظروں کے حصار میں تھی۔

"لاریب..... میں زندگی کی آخری سانس تک تمہاری محبت، توجہ کا طلبگار رہوں گا" اس سرگوشی میں جذبوں کی صداقت اور دل کی تڑپ بھی شامل تھی۔

اپنے سفید آنچل میں سے ذرا سی آنکھیں کھول کر اُس نے زین العابدین کو دیکھا جو حسرت و یاس کی تصویر بنا اُس کی جانب دیکھ رہا تھا۔ اُس کی اداسی دیکھ کر لاریب کا دل کھل اُٹھا۔

"دوسروں کو غم دینے والے۔ اللہ تمہیں بھی ایسی گہری چوٹ لگائے کہ نہ جس کی دوا ہو اور نہ ہی مرہم۔ تم بھی میری طرح تڑپتے رہو۔ سدا بے چین رہو۔ میری بد دعا ہے تمہارے لئے....." سرگوشیوں کے سلسلے کو رات کی گہری ہوتی سیاہی نے اپنے اندر سمویا اور دونوں کو اذیتوں سے عارضی طور پر نکالتے ہوئے نیند عطا کر دی گئی۔

کچن میں ناشتہ بناتے ہوئے وہ بے حد خاموش سی تھی..... سوچوں کی لایعنی کشمکش میں جنگ چل رہی تھی۔ ڈائننگ روم سے باتوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ جن میں اُس کے لئے صرف غصہ و نفرت تھی۔ اُس نے ناشتے کی ٹرے ملازمہ کے حوالے کی اور خود خاموشی سے کچن کی کھڑکی کے قریب رکھی کرسی پر بیٹھ گئی۔ چہرے پر یاسیت چھائی ہوئی تھی۔ اُس کی آنکھوں کے پپوٹے بُری طرح سے سوجے ہوئے تھے۔ سر بُری طرح سے درد کر رہا تھا۔ لان میں کھڑکی کے قریب لگی بوگن ویلیا کی بیلیں ہوا کے دوش پہ اُڑتی ہوئی کچن کی سلیب پہ آ گری۔ وہ غائب دماغی سے انہیں دیکھنے لگیں۔

"چھوٹی بی بی..... آپ نے ناشتہ کر لیا....." ناشتے کی خالی ٹرے لیکر ملازمہ لوٹی تو اُسے گم صُم دیکھ کر بولی۔

"نہیں..... مجھے بھوک نہیں....." لاریب کی نگاہیں اب بھی بیل کی جانب تھیں۔ وہ بے حد کھوئی کھوئی سی تھی اور بہت نا اُمید بھی۔ اُس کی حالت اس تھکے ماندہ کھلاڑی جیسی تھی کہ اب زندگی سے "جیت" کا لفظ مٹ چکا ہو۔ اور تا حیات اُس کے مقدر میں ہار ہی ہار اور ناکامی لکھ دی گئی ہو۔

"آپ کچھ کھا لیں چھوٹی بی بی..... ورنہ چھوٹے مالک بہت ناراض ہوں گے..... وہ ناشتے کی ٹیبل پہ بار بار آپ کا پوچھ رہے تھے۔ کہہ رہے تھے کہ لاریب نے ناشتہ کر لیا ہے" ملازمہ نے بتایا۔

www.pklibrary.com

''کوئی ضرورت نہیں ہے تمہارے چھوٹے مالک کو خوامخواہ میرے لئے پریشان ہونے کی۔ میں کھاؤں نہ کھاؤں یہ ان کا مسئلہ نہیں ہے۔'' لاریب ناگواری سے بولی۔

اُسے زین العابدین کی اپنے لئے فکر زہر لگی تھی۔

''جی..... کیسے فکر نہ کریں وہ آپ کی..... آپ کے شوہر ہیں۔ وہ جی آپ سے بہت محبت کرتے ہیں.....'' ملازمہ مسکراتے ہوئے بکھرے برتن سمیٹتی ہوئی بولی۔

''چھوٹی بی بی..... یہ جو میاں بیوی کا رشتہ ہوتا ہے نا..... بڑا جی خوبصورت ہوتا ہے۔ لڑائی، ناراضگی، گلے شکوے اس رشتے میں پیدا ہو جائیں۔ آخری گرہ اس رشتے کی محبت سے ہی بندھی ہے اور محبت بھی اتنی ''گوڑی'' کہ ایک دوسرے کے بغیر ایک منٹ بھی گزارنا مشکل ہو جائے۔ ایک پل کی بھی دُوری برداشت نہ ہو۔'' برتنوں کو کپڑے سے خشک کرتے ہوئے وہ اب شوکیس میں لگا رہی تھیں۔ اُس کی شرارتی نظریں لاریب کے صحیح چہرے پر تھیں۔

''یہ سب کچھ وہاں ہوتا ہے جہاں شادی مرضی، خوشی اور رضامندی سے ہوتی ہے۔ جہاں زور زبردستی سے شادی ہو وہاں محبتیں نہیں.....'' لاریب جو نہایت سخت بات کہنے لگی تھی کہ دروازے میں کھڑے شخص کو دیکھ کر خاموش ہو گئیں۔ زین العابدین نہایت سنجیدہ نگاہوں سے اُسے تک رہا تھا۔

''چھوٹے مالک..... کچھ چاہئے تھا آپ کو.....'' ملازمہ نظریں جھکاتے ہوئے ادب سے بولی۔

''تم باہر جاؤ.....'' زین العابدین عجیب سے لہجے میں بولا تو لاریب تیزی سے اُٹھ کر کھڑی ہوئی۔ اس کی کوشش تھی کہ ملازمہ سے پہلے وہ باہر نکل جائے مگر دروازے کے عین وسط میں وہ دشمن جاں کھڑا تھا۔

''میں نے ملازمہ کو باہر جانے کا کہا ہے تمہیں نہیں.....'' دروازے کے ایک طرف ہاتھ رکھ کر اُس کی راہِ فرار کو مسدود کرتے ہوئے کہا۔

لاریب نے سلگتی نگاہوں سے اُسے گھورا۔

''راستہ چھوڑیں میرا'' وہ دھیمی مگر سخت آواز میں بولی۔

''اور..... اگر نہ چھوڑوں تو.....'' زین العابدین زیرلب مسکرایا۔

''تو پھر آپ مجھے اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ زور زبردستی کا جواب مجھے خوب دینا آتا ہے۔'' زین العابدین کا شوخ لہجہ اُسے جلانے لگا۔

''زور زبردستی..... وہ تو ابھی میں نے کی ہی نہیں محترمہ..... ٹھیک کہہ رہا ہوں نا میں'' وہ مسکرایا تھا جتانے والے انداز میں۔

''آپ..... میرا راستہ چھوڑتے ہیں یا.....'' وہ جانے کیا کہنے والی تھی۔

''اگر نہ چھوڑا تو کیا شور مچاؤ گی..... کہ کوئی تمہارا راستہ روکتا ہے'' زین العابدین نے اس کی بے بسی کا مزہ لیا۔

اس کی بات پر لاریب نے اُسے گھورا۔ اُس کی مسکراہٹ زہر لگی تھی۔

''بولو نہ کیا کرو گی'' وہ پھر سے بولا۔

''ہٹیں راستے سے'' لاریب ضبط کے کڑے امتحان سے گزری۔

زین العابدین کے چہرے کا اطمینان اور لبوں کی مسکراہٹ سے صاف ظاہر تھا کہ وہ بہت محظوظ ہو رہا ہے۔ محبت کے خوبصورت جذبوں

www.pklibrary.com

میں لیٹا استحقاق خوب نمایاں ہو رہا تھا۔ اُس نے مسکراتے ہوئے آہستگی سے ایک قدم بڑھایا تو لاریب گھبرا کر دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔ وہ بُری طرح گھبرائی مگر چھپانے کی ناکام سعی کرنے لگی..... وہ کسی صورت اس ظالم جادوگر کے قابو آنے والی نہ تھی۔

''جانے دیں مجھے.....'' لاریب پیچھے ہٹتے ہٹتے اب اُس مقام پر آ پہنچی تھی جہاں کچھ دیر پہلے وہ اداس بیٹھی بوگن ویلیا کی بیل کی جانب متوجہ تھی۔ پُشت سلیب سے ٹکرائی تو احساس جاگا کہ مزید پیچھے ہٹنے کا راستہ بند ہو چکا تھا۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے، گلاب، موتیا اور دیگر پھولوں کی خوشبو اپنے اندر سموئے ہوئے تھے۔ شاید شریر ہوا بھی زین العابدین کی شوخی و شرارت محسوس کرتے ہوئے مستانی سی ہونے لگی تھی۔ لاریب کی زُلفیں ٹھنڈی ہوا کی چھیڑ چھاڑ سے لُطف اندوز ہونے لگیں۔ آنکھوں سے مترشح گھبراہٹ اور بیک وقت غُصہ اُس کے حُسن جہاں سوز کو دو آتشہ کر رہے تھے۔ زین العابدین کا قُرب اُس کی جان جلانے کے درپہ تھا۔

''تم مجھے سارے زہر لگتے ہو اور یہ محبت کے مظاہرے تو'' لاریب نے نفرت سے آنکھیں بند کر لیں۔ اُسے اس منظر سے کراہت ہونے لگی۔

''ناشتہ کیوں نہیں کیا.....'' زین العابدین یوں بولا جیسے دونوں کے درمیان بہت محبت بھرا تعلق ہو۔

''میری مرضی..... آپ کا کیا لینا دینا.....'' وہ ترخ کر بولی۔

''اطلاع کیلئے عرض ہے کہ تم کوئی اجنبی غیر لڑکی نہیں..... نہ ہی کوئی ملازمہ ہو..... پھر تو میرا واقعی کوئی لینا دینا نہیں تھا مگر خوش قسمتی سے تم میرے نکاح میں ہو تو اس صورت میں تو میرا لینا دینا بنتا ہے نا'' زین العابدین دانستہ آواز کو دھیما کرتے ہوئے بولا۔

لاریب کو ستانے میں اسے خاصا مزہ آ رہا تھا۔ اُس کے چہرے کی اُڑی اُڑی رنگت صاف واضح کر رہی تھی کہ وہ کامیاب رہا تھا۔

لاریب کا سرخ چہرہ اور تناؤ اس کے ضبط کی عکاسی کر رہے تھے۔

''امی جان نے ڈائننگ ٹیبل پہ سب کے ساتھ بیٹھنے سے منع کیا ہے یہ تو نہیں کہا کہ بھوک ہڑتال کر دی جائے جلدی جلدی سے اپنا اور میرا ناشتہ تیار کرو'' زین العابدین نے اُس کے کان میں سرگوشی کی۔

''میں اور تم دونوں یہاں کچن میں ناشتہ کریں گے ایک ہی پلیٹ میں چاہو تو.....'' زین العابدین نے معنی خیزی سے بات اُدھوری چھوڑی۔

''چاہو تو.....'' لاریب کو اُس کے الفاظ پُراسرار لگے تبھی بے اختیار دہرا بیٹھی۔

''چاہو تو کپ بھی ایک ہی رکھ لو۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔'' زین العابدین اُس کی بے اختیاری پر دلکشی سے مسکرایا۔

''جانتی ہو لاریب بہت محبت کرتا ہوں تم سے..... اتنی کہ لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔ شدتو کے اظہار کیلئے کوئی آلہ ہوتا تو تمہیں دکھاتا۔ پہلے ''چار حرفی لفظ محبت'' سے ناواقف تھا سوچتا ہوں اُس وقت بہتر تھا جب لوگوں کو محبت میں آہیں بھرتا دیکھتا تو ہنسی آتی تھی۔ جنہیں اپنے آپ سے زیادہ پیارا کوئی اور ہو جاتا ہے جس کا تصور راتوں کو سونے نہ دے۔ نہ دن میں چین لینے دے جب ہر پل محبوب کا خیال

www.pklibrary.com

آپ کو خود میں مگن رکھتا ہو" زین العابدین نے بولتے بولتے ایک نگاہ لاریب کے چہرے پر ڈالی۔

وہ اسے یوں تک رہا تھا جیسے مصروفِ عبادت ہو۔ ذرا سی بھی توجہ اِدھر اُدھر ہو تو نہ صرف بادت غارت ہو جائے بلکہ زندگی میں بھی اندھیرا ہی اندھیرا پھیل جائے۔

"مجھے لگتا تھا کہ لاریب" زین العابدین بے اختیار اُس کا نرم و ملازم ہاتھ تھام کر بولا۔

لمحوں کی فسوں خیزی سے لاریب کو پل بھر کے لئے گنگ کر ڈالا تھا۔

"شاید یہ لوگ ڈھونگی ہوتے ہیں محبت کا ناٹک کرتے ہیں کبھی خود کو مجنوں کبھی ماہیوال، کبھی رانجھا تو کبھی فرہاد بنا کر دکھاتے ہیں۔ وہ محبت نہیں کرتے بلکہ جھوٹ بولتے ہیں۔ مگر تمہیں پا کر احساس ہوا کہ وہ بھی سب محبت کرتے ہیں" زین العابدین نے دونوں ہاتھوں میں اُس کا مخملیں ہاتھ لیتے ہوئے کہا تو لاتعلق سی لاریب بھی جذبوں کی تپش پر بھونچاسی رہ گئی۔

غمِ عشق کتنا عجیب ہے
یہ جنون سے کتنا قریب ہے
کبھی اشک پلکوں پہ رُک گئے
کبھی پورا دریا بہا دیا

جب تمہارا نام میرے دل کی خالی تختی پر لکھ دیا گیا۔ میں اس لمحے بالکل بے خبر تھا۔ میں..... نہیں جان پایا کہ لکھنے والا ہاتھ کس کا تھا اور جس روشنائی سے لکھا جا رہا ہے وہ کتنی گہری تحریر دے گئی ہے کہ میں مٹانا بھی چاہوں تو تمہارا نام مٹا نہیں سکتا۔"

ضبط کی طنابوں پہ لاریب کی گرفت ڈھیلی پڑنے لگی تو ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے کچھ کہنے کا قصد کیا تھا کہ کسی کی آمد نے محبتوں کے طلسم کدے کو توڑ ڈالا۔

"تم یہاں ہو....." نگہت بیگم غصے سے بولیں۔

"امی جان..... ایک ضروری بات کرنے آیا تھا لاریب سے" یوں ایک دم جذبات و احساسات سے خود کو کھینچ کر نکالتے ہوئے لہجہ خود بخود بیزاریت لئے ہوئے تھا۔ دل ابھی بھی محبوب کی سنگت میں رہنے پر مضر تھا۔

"جانتی ہوں تمہاری ضروری باتیں جو تم اس حُسن پری سے کرنے آتے ہو۔ بس آج ناشتے کی ٹیبل پر نواب زادی کا دیدار نہیں ہوا تو اُس کی تلاش میں نکل پڑے" نگہت بیگم مخاطب تو بیٹے سے تھیں مگر نگاہیں لاریب کے چہرے پر جمی تھیں انہیں وہ دونوں ساتھ کھڑے ایک آنکھ نہ بھائے تھے۔

"تو سنبھال کر رکھا کریں اپنے ننھے دودھ پیتے لختِ جگر کو..... بلکہ ہر وقت ہر لمحہ اپنے پلو سے باندھ کر رکھا کریں تاکہ ایک پل کیلئے بھی آپ سے دور نہ ہو۔ نا میں کسی بہانے سے بلاتی ہوں اور نہ ہی مجھے کوئی ضروری بات کرنی تھی" لاریب نے کسی کو بھی کچھ کہنے کا موقع دیئے بغیر ایک تیر میں دو شکار کئے اور باہر نکل گئی۔ نگہت بیگم کی بڑبڑاہٹ نے دور تک اس کا تعاقب کیا تھا۔

✦✦✦

سکندر عالم کی طرف سے دوسری طلاق کے نوٹس نے نیا محاذ کھول کر رکھ دیا تھا۔ اب پورا خاندان سر جوڑ کر بیٹھ گیا۔ صلح و صفائی کی کوششیں تیز کر دی گئیں تھیں۔ خاندان کے بڑے سب سکندر عالم کا غصہ ٹھنڈا کرنے کی تگ و دو میں لگے تھے۔ مگر وہ اپنے موقف پر ڈٹا ہوا تھا۔

"زین العابدین میری بہن کے دُکھوں کا

www.pklibrary.com

مداوا کرے۔ لاریب کو طلاق دے اور ریشم سے شادی کرے۔ اس سے کم پر صلح نہ ہوگی'' ویسے بھی سکندر عالم نے اس عرصے میں اپنی بہن کے ساتھ ہونے الی زیادتی پر اس قدر واویلا کیا تھا کہ اکثریت کی حمایت حاصل کرلی تھی۔ بہت سوں کی یہی رائے تھی کہ زین العابدین نے اپنی بچپن کی منگیتر کو ٹھکرا کر مولوی عبدالرافع کی بیٹی سے شادی کر کے ریشم کے ساتھ ظلم کیا ہے اب یا تو اس زیادتی کی تلافی کرے ورنہ عمر بھر اپنی بہن کو بھی برباد دیکھے۔

''زین العابدین..... سب کا متفقہ فیصلہ ہے کہ تم لاریب کو طلاق دے دو'' بخت شجاع دو ٹوک انداز میں بولے۔

''طلاق..... مگر کیوں'' زین العابدین ہتھے سے اکھڑ گیا۔

''ریشم تمہاری منگیتر تھی اُسی سے شادی کرنا ہوگی ورنہ فرحین کا گھر کبھی نہیں بسے گا'' نگہت بیگم اکلوتے لاڈلے سپوت کی بات پر سیخ پا ہو کر بولیں۔

''میں آپ سب کو پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ میں ریشم سے ہرگز شادی نہیں کروں گا..... وہ مجھے کبھی بھی پسند نہیں تھی میں لاریب سے شادی نہ بھی کرتا تب بھی ریشم کو کبھی نہ اپناتا۔ سکندر عالم اور آپ سب سمیت غلط فہمی کا شکار ہیں کہ میں نے لاریب کی وجہ سے ریشم کو ٹھکرایا۔ ریشم جیسی لڑکی کو میں دو پل کیلئے برداشت نہیں کرتا پوری زندگی کیلئے کیسے برداشت کرتا۔''

زین العابدین حد درجہ کوفت زدہ انداز میں بولا۔

''کچھ بھی ہو جائے میں لاریب کو کسی قیمت پر طلاق نہیں دوں گا۔'' وہ قطعی لہجے میں بولا۔

''بہت خوب بیٹا..... ایک غیر لڑکی کیلئے تم ہم سب کو چھوڑ سکتے ہو..... وہ آج کی لڑکی تمہیں اتنی عزیز ہوگئی ہے کہ اُس کے سامنے سگی بہن کی بربادی نظر نہیں آرہی۔ ایک تم ہو اور ایک سکندر عالم ہے اپنی بہن کی خوشیوں کیلئے پاگل ہوا جارہا ہے صرف اور صرف اپنی بہن کی خاطر بیوی کو گھر سے باہر نکال دیا اور تم..... اس بدزبان لڑکی کیلئے پاگل ہوئے جارہے ہو'' نگہت بیگم نے لاڈلے بیٹے کو خوب آڑے ہاتھوں لیتے ہوئے کہا۔

''میرا خیال میں زین العابدین ٹھیک کہہ رہا ہے۔ بیوقوفی کی باتیں سکندر عالم کر رہا ہے بھلا تقدیر کے کاموں میں انسان کیا کرسکتا ہے..... فضول اور بیکار سی ضد لے کر بیٹھ گیا۔ اگر آج اُس کی مان لی تو پھر ہر معاملے میں پورے خاندان کو لے کر ہم پر چڑھ دوڑے گا'' بی جان زین العابدین کی حمایت میں بولیں۔

''اماں جان یہ آپ کے لاڈ پیار کا نتیجہ ہے کہ یہ گستاخ اور نافرمان ہوگیا ہے'' بخت شجاع ماں سے شکوہ کرتے ہوئے بولے۔

''دیکھو بخت..... ٹھیک ہے کہ زین العابدین نے خاندانی روایات کو توڑ کر برادری سے باہر شادی کی۔ مگر تم عقل کو ہاتھ مارو۔ کیا ریشم کا کوئی جوڑ ہے اس کے ساتھ..... سچ پوچھو تو مجھے زین العابدین کے حوالے سے ریشم کا انتخاب ہمیشہ سے نامناسب ہی لگا تھا مگر وٹے سٹے کی شادی کی وجہ سے چپ تھی مگر اب جب زین ہی راضی نہیں تو ہم کیا کرسکتے ہیں۔ ریشم بالکل بھی زین العابدین کی ہم مزاج نہیں ہے۔'' بی جان رسانیت سے بولیں۔

''بی جان آپ تو جب بھی بولیں گی۔ ہمیشہ اُس دو ٹکے کی لڑکی کی حمایت ہی میں بولیں گی۔ نا جانے کیا جادو گرنی نے گھول کر پلایا ہے کہ اولاد تو اولاد آپ کو بھی اپنی مٹھی میں کرلیا ہے۔''

www.pklibrary.com

نگہت بیگم تیکھے تیوروں سے بولیں۔

بیٹی کے دکھ نے انہیں پاگل سا کر دیا تھا۔ ان کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی سلب ہو کر رہ گئی تھی۔ یہ بات تو کوئی اندھا بھی کہہ سکتا تھا کہ زین العابدین اور ریشم بالکل الگ مزاج و عادات کے مالک تھے۔ مگر نگہت بیگم کو کون سمجھاتا۔ جو بیٹی کیلئے اندھی بنی ہوئی تھیں۔ لوگ بیٹوں کی خاطر بیٹیوں کو رگڑ ڈالتے ہیں مگر نگہت بیگم کا معاملہ ہی جدا تھا وہ بیٹی کی وجہ سے بیٹے کی مخالف بن گئی تھیں۔

''بس بہت ہو گیا۔ تین لفظ کہو اور چلتا کرو اس لڑکی کو۔'' بخت شجاع حکمیہ انداز میں بولے۔

بی جان نے اپنا سر تھام لیا۔ زین العابدین حیرت زدہ نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔ بخت شجاع تو عورت کے حوالے سے بے حد نرم طبیعت رکھتے مگر آج کس قدر سنگدلی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ کھڑے کھڑے ایک ہی سانس میں یوں فیصلہ سنا دیا تھا جیسے زین العابدین ننھا سا بچہ ہو اور اُسے جو حکم دیا جائے گا وہ ہر صورت اُسے ماننا پڑے گا۔ یعنی سب کچھ اتنا آسان سمجھا جا رہا تھا کہ وہ نہایت تابعداری سے لاریب کو طلاق دے کر ریشم سے شادی کر لے گا۔ وہ یہ بھول گئے تھے کہ زین العابدین بھی مرد تھا ان کا خون تھا۔ جب غیرت و محبت کی بات آجائے تو جان بھی کٹانے سے دریغ نہیں کرتا۔ اور لاریب اس کی محبت ہی نہیں عزت بھی تھی۔

''میں اپنا فیصلہ آپ کو سنا چکا ہوں۔ آپ مجھے مجبور نہیں کر سکتے۔ میں نے اُس کے حُسن و جمال سے متاثر ہو کر اُس کو نہیں اپنایا بلکہ اپنی زیادتی کا ازالہ کیا ہے کہ اُسے بھرے مجمعے میں بے عزت کیا تھا تو اُس بے عزتی کے بدلے عزت دینے کا وعدہ کیا تھا اپنے رب سے اور میں یہ وعدہ مرتے دم تک نبھاؤں گا..... سکندر عالم کے اوچھے ہتھکنڈوں سے مجبور ہو کر میں کبھی ریشم سے شادی نہیں کروں گا یہ بات آپ ذہن میں بٹھا لیں۔ اگر آپ لوگوں نے مجھے مجبور کیا تو میں اپنی بیوی کو لیکر ہمیشہ کیلئے یہاں سے چلا جاؤں گا پھر ترستے رہیے گا ساری زندگی میری صورت دیکھنے کیلئے اور فرحین کا غم بھی مناتے رہیے گا'' زین العابدین جا چکا تھا اُس کی جدائی کو برداشت کرنے کا کسی میں حوصلہ نہ تھا۔ نگہت بیگم تو ڈھے سی گئی بی جان نے سر تھام لیا۔ بخت شجاع بھی ہاتھ ملتے رہ گئے تھے۔

✧✧✧

زین العابدین کے مضبوط فیصلے نے سکندر عالم کو مزید منتقم بنا دیا تھا۔ پہلے تو وہ فرحین کو بیچ میں لا کر انتقامی کارروائی کر رہا تھا مگر اب اُس نے شطرنج کی چال چلنے کے لئے دیگر مہروں کو بھی حرکت میں لانا شروع کر دیا تھا۔ کینہ و بغض اب کھل کر باہر نکل آیا تھا۔ اُسے اندازہ ہو گیا تھا کہ فرحین کی وجہ سے وہ جو جذباتی بلیک میلنگ کر رہا تھا وہ بے کار گئی تھی۔ ریشم کا مسئلہ تو جوں کا توں تھا۔

لاریب اور زین العابدین کے شادی سے پہلے غلط تعلقات کی افواہ کیا اُڑی کہ جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ وہ دونوں چوری چھپے ملتے تھے۔ مولوی صاحب کو جب علم ہوا تو انہوں نے بدنامی کے خوف سے دونوں کی شادی کر دی۔ ورنہ ایک کم ذات اور غریب لڑکی سے ایک امیر زادے کو شادی کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ بس کچھ دنوں کی بات ہے جب دل بھر جائے گا پائے حقارت سے اُس کو ٹھوکر مار کر گھر سے نکال دے گا۔

www.pklibrary.com

سکندر عالم کے سازشی ٹولے نے یہ خبر پھیلائی تو مولوی عبدالرافع دل تھام کے رہ گئے۔ ہر گھر میں بس یہی ایک قصہ زبان زد عام تھا۔ وہ عزت جو مولوی عبدالرافع عمر بھر سنبھال کر کسی مقدس دستار کے طور پر سر پر رکھتے رہے آج وہ انہی کے پیروں میں گری تھی۔ وہ جانتے تھے کہ اس بات میں کوئی صداقت نہیں تھی اپنی بیٹی کی بے گناہی کا انہیں یقین تھا۔ مگر وہ کسی کی نہ تو زبان پکڑ سکتے تھے اور نہ ہی یقین دلا سکتے تھے کہ ان کی بیٹی بدکردار نہ تھی۔ وہ مسجد میں خاموشی سے وقت گزارتے اور گھر آ کر قید خانے میں بند ہو جاتے تھے نہ کس سے ملتے اور نہ یہ بات کرتے۔ راتوں کو مسجد میں گر گر کر خدا کے حضور گڑگڑاتے۔ اپنی عزت کے برباد ہونے کا خوف انہیں سونے نہ دیتا۔ ساری زندگی میں صرف عزت ہی تو ان کی واحد کمائی تھی۔ لوگ تو نا جانے کیا کیا اکٹھا کرتے ہیں۔ مال و زر کیلئے جان بھی دے دیتے ہیں۔ مگر مولوی بعدالرافع نے متاع دنیا کی کبھی حرص نہ کی تھی وہ صرف اور صرف عزت کے حریص رہے مگر اب آخری عمر میں وہ ہی داؤ پر لگ گئی تھی۔ یہ روگ دل کی تکلیف کی صورت میں سامنے آیا۔ مسجد میں چکرا کر گرے اور بے ہوش ہو گئے۔ انہیں شدید نوعیت کا دل کا دورہ پڑا تھا۔ لاریب باپ کیلئے دوڑی چلی آئی۔ عمیر جو ہمیشہ کیلئے روٹھ کر جا چکا تھا۔ اپنے محسن کی تکلیف پر تڑپ اُٹھا۔ وہ جو لاریب کی شادی کی وجہ سے اُن سے ناراض تھا کہ انہوں نے اُس کے ساتھ ناانصافی کی تھی مگر حالات نے پلٹا کھایا اور سب ایک ہو گئے۔

لاریب باپ کا ہاتھ تھامے روئے چلی جا رہی تھی۔ آرزو اُسے حوصلہ دے رہی تھی۔

''لاریب..... حوصلہ کرو مولوی صاحب کی حالت اب بہتر ہے'' آرزو نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''آرزو بابا کو کیا ہوا تھا۔ یوں اچانک آخر ایسی کیا باتی ہوئی کہ'' لاریب روتے ہوئے بمشکل بولی۔

وہ مولوی صاحب سے سخت خفا تھی کہ انہوں نے زبردستی اُس کی شادی زین العابدین کے ساتھ کی تھی۔ مگر اب باپ کی حالت دیکھ کر ساری ناراضگی دور ہو گئی تھی۔ وہ اس وقت صرف ایک بیٹی تھی جو باپ کی تکلیف پر تڑپ گئی تھی۔ اور ان کی سلامتی کی دعائیں مانگ رہی تھی۔

''اب میں ٹھیک ہوں میری بچی.....'' مولوی صاحب تکلیف کے باوجود مسکراتے ہوئے بولے۔

''یہ ٹھیک ہیں آپ..... اسے ٹھیک ہونا کہتے ہیں'' وہ روتے روتے ناراضگی سے بولی۔

''میری بیٹی مجھ سے ناراض تھی نا..... بس یہی بات اس کم بخت دل کو برداشت نہ ہوئی اور'' وہ مزید بولے تو سانس پھولنے لگی۔

''نہیں بابا..... میں آپ سے ناراض نہیں ہوں۔ آپ کی لاریب آپ سے کبھی ناراض نہیں ہو سکتی.....'' اُس نے روتے ہوئے ان کے سینے پر سر رکھ دیا۔

''بیٹا..... مجھے غلط مت سمجھنا۔ ماں باپ اپنی اولاد کا ہمیشہ بھلا ہی چاہتے ہیں۔ بے شک اُس وقت مجھے سختی کرنا پڑی تمہیں میری سختی زیادتی لگی مگر میرا فیصلہ بالکل ٹھیک تھا۔ ابھی تمہیں اس کی سمجھ نہیں آئے گی مگر جب آئیگی تو تم بھی قائل ہو جاؤ گی۔ پھر تم اپنے بوڑھے باپ کو معاف کر دو گی'' وہ شفقت سے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔

وہ جانتے تھے کہ لاریب ابھی بھی اُن سے

www.pklibrary.com

خفا تھی۔

''نہیں بابا..... مجھے آپ سے کوئی شکوہ نہیں بس آپ جلدی سے ٹھیک ہو جائیں'' لاریب کے آنسو گال کو بھگوتے چلے گئے۔

''پگلی..... ابھی کہیں نہیں جا رہا ہوں میں..... ابھی تو تیرے بچوں کو قرآن بھی پڑھانا ہے..... اپنی گود میں بھی کھلانا ہے۔ ایسے نہیں جانے والا تیرا یہ باپ'' مولوی صاحب تکلیف کے باوجود مسکراتے ہوئے بولے۔

پریشانی کے عالم میں لاریب نے ان کی بات صحیح طرح نہیں سنی تھی ورنہ دل ہی دل میں زین العابدین کو گالیاں دینا نہ بھولتی۔ اُن کی بات پر آرزو کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ لاریب کی آنکھوں سے چمکتے موتی گر پڑے لیکن اگر کوئی خاموش تھا جو صرف عمیر تھا جو ایک کونے میں گم صُم کھڑا تھا وہ کچھ دیر پہلے ہی آیا تھا۔ اب اُس کی حسرت بھری نگاہیں لاریب پر جمی تھیں۔

''ارے عمیر..... تُو کب آیا..... وہاں کیوں کھڑا ہے اِدھر آنا'' مولوی صاحب کی نظر پڑی تو بے قراری سے بولے۔

لاریب نے بھی پلٹ کر نگاہ ڈالی۔ آرزو نے سر پر دوپٹہ رکھتے ہوئے عمیر کیلئے بیٹھنے کی جگہ خالی کی۔ بہت دنوں بعد عمیر کو دیکھا تھا آرزو کے چہرے کی دھنک لاریب کی نگاہوں سے مخفی نہ رہی۔

''ناراض ہے نا اپنے ماموں سے'' مولوی صاحب نقاہت زدہ آواز میں بولے یہ ایک حقیقت تھی کہ تقدیر میں ایسا ہی لکھا تھا۔ ورنہ مولوی صاحب اکثر عمیر کے حوالے سے دکھی ہو جاتے۔ اُن کے خیال میں عمیر کے ساتھ وہ انصاف نہ کر پائے تھے وہ جانتے تھے کہ عمیر لاریب پر جان چھڑکتا تھا۔ اُس کیلئے جان مارتا تھا، شہر میں گھنٹوں گھنٹوں اس کیلئے اوور ٹائم لگاتا تا کہ ایک ایک روپیہ جمع کر سکے اور لاریب کی ہر خواہش اور آرزو پوری کر سکے۔

''نہیں ماموں جان ایسی..... ایسی تو کوئی بات نہیں.....'' عمیر ٹھیک طرح سے اپنا دُکھ بھی چھپا نہ پایا تھا..... ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں یوں انکار کیا کہ وہاں کسی کو بھی یقین نہ آیا۔

''تو پھر..... اتنے عرصے سے ملنے کیوں نہیں آیا ماموں سے'' مولوی صاحب محبت سے بولے..... وہ اُس کے انکار کے باوجود اُس کا غم جانتے تھے جن کو ہاتھوں میں پالا ہو اُن کے دُکھ درد کا پتہ چلانا مشکل کام نہیں۔ عمیر کی رنجیدگی اُس کے اندر کا حال صاف بتا رہی تھی۔

''بس ماموں جان..... اب چھٹی نہیں ملتی'' عمیر نے اپنی سیاہ رنگت میں اپنے تاثرات چھپانے کی حتی المقدور سعی کی مگر ناکام رہا..... لاریب نے اُس کی طرف نگاہ کی۔ چہرے کی اُداسی واضح تھی۔

''بیٹا..... مجھے معاف کر دینا..... میں نے دانستہ تمہارے ساتھ کوئی زیادتی نہ کی..... تقدیر کو یوں ہی منظور تھا..... لاریب تمہارے نصیب میں نہ تھی اور اگر ہوتی تو کوئی تم سے چھین نہ سکتا..... میں بہت مجبور ہو گیا تھا..... پورے علاقے میں یوں بے عزتی ہوئی اور اُس کے بعد وہی شخص میری بیٹی کو عزت دینا چاہ رہا تھا میں کیسے انکار کرتا۔ وہ اپنی غلطی مان رہا۔ اُس کی آنکھوں میں سچائی اور خلوص کے رنگ تھے۔ ورنہ کبھی آسمان بھی زمین کی جانب جھکتا ہے.....'' مولوی صاحب نے نام لئے بغیر زین العابدین کا ذکر کیا تو عمیر کے چہرے پر بیزاریت چھا گئی۔

''چھوڑیں ماموں جان..... پرانی باتوں کو

www.pklibrary.com

آپ اپنی صحت کی طرف دھیان دیں.....''
عمیر نے ناگواری کو چھپاتے ہوئے دانستہ موضوع بدلا مگر لہجے کی چڑچڑاہٹ لاریب محسوس کئے بنا نہ رہ سکی۔

✧✧✧

کتنے ہی دن یونہی چپ چاپ رینگنے لگے۔ لاریب، آرزو اور عمیر کی موجودگی سے مولوی صاحب کو ڈھارس ملی تو وہ تیزی سے بہتری کی طرف آنے لگے۔

''بابا..... کاش میری کوئی اور بہن بھی ہوتی.....'' مولوی صاحب کی ٹانگیں دباتے ہوئے لاریب لاڈ سے بولی اور کن اکھیوں سے عمیر کو بھی دیکھا۔

''بہن..... مگر کیوں؟'' مولوی صاحب مسکرائے۔

''اب دیکھیں نا..... میری شادی ہوگئی ہے اور آپ کا خیال رکھنے والا کوئی نہیں ہے کتنے اکیلے اور کمزور ہوگئے ہیں آپ'' لاریب فکر مندی سے بولی۔

''لو بھلا..... میں کہاں کمزور ہوں اور اچھا بھلا تو ہوں..... اور یہ آرزو..... یہ تمہاری بہن ہی تو ہے اور میری بہت پیاری بیٹی بھی'' مولوی صاحب محبت و محنونیت سے سے بولے۔

آرزو ان کی بات پر مسکرائی تھی۔

''دن میں کئی بار میری خبر گیری کرنے آتی ہے۔ وقت پر کھانا لاتی ہے اور حلوہ..... اتنے مزے کا بناتی ہے کہ میں اس سے فرمائش کر کے بنواتا ہوں'' مولوی صاحب بولے۔

عمیر کو وہ دن یاد آ گیا جب وہ آرزو کا لایا ہوا حلوہ سارا کھا گیا تھا اور لاریب نے کتنا شور مچایا تھا۔ مگر آہ اب وہ دن کہاں..... عمیر غمزدہ ہوا۔

آرزو ٹرے میں سجا کر سب کے لئے کھانا لے آئی تھی۔ مولوی صاحب کی زبانی سُن کر لاریب کو تسلی ہوئی تھی کہ وہ آرزو کے بارے میں جو کہہ رہی تھے وہ اکثر اُن کی تنہائی کا سوچ کر فکر مند ہوتی۔ جب بھی آتی ارادہ ہوتا کہ طویل قیام کرے گی اور اُن کی تنہائی دور کرے گی اور خوب خدمت کرے گی مگر مولوی صاحب اُسے ٹھہرنے نہ دیتے بلکہ جلد ہی گھر بھجوا دیتے۔

''عمیر کھانا تو کھالیں'' آرزو نے عمیر کو یوں ہی گم صم بیٹھا دیکھا تو پکارا۔ اسی پل لاریب نے بھی دیکھا تھا وہ کتنا خاموش اور اُداس سے ہوگیا تھا اُس کی آنکھوں کے دیے بھی ماند پڑ گئے تھے۔ جو لاریب کو دیکھ کر جل اُٹھتے تھے۔

''مجھے بھوک نہیں.....'' عمیر سرد مہری سے بولا۔

''تھوڑا سا تو کھالیں..... آپ نے صبح بھی کچھ نہیں کھایا تھا'' آرزو کے انداز میں تشویش تھی۔

''کہا نا..... بھوک نہیں ہے'' عمیر بیزاریت سے کہہ کر چلا گیا۔ لاریب اُس کے ہر ہر انداز پر غور کر رہی تھی۔ اُن دونوں کے درمیان ابھی تک کوئی بات نہ ہوئی تھی۔

✧✧✧

شام مکمل طور پر رات کی کوکھ میں اپنا آپ سمو چکی تھی۔ ہر سُو گہرے اندھیرے کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ چاند سفیدے کے چھدرے پتوں کی راج دہانی سے سرک کر اب آسمان کے وسط میں کھڑا جگمگا رہا تھا۔

آرزو تمام کام نمٹا کر گھر جا چکی تھی۔ مولوی صاحب اپنے کمرے میں آرام کر رہے تھے۔ صحن میں چارپائی پر تنہا لیٹا عمیر کی آنکھیں آسمان پر جانے کیسے تلاش کر رہی تھیں۔

www.pklibrary.com

لاریب اور عمیر کے درمیان پُراسراری خاموشی کی چادر تنی تھی۔ وہ اُسے مخاطب کرتی بھی تو عمیر ہوں! ہاں! میں سے زیادہ جواب نہ دیتا۔ کسی کام کی غرض سے آرزو کو مخاطب کرلیتا مگر لاریب سے بات نہ کرتا۔

''عمیر کھانا کھالو'' لاریب کھانا لئے اس کے قریب آکر بولی۔

یہ اجنبی سا لمحہ اُن دونوں کے درمیان آٹھہرا تھا کہ لاریب نے آج اُسے کالو نہیں کہا تھا۔

''بھوک نہیں ہے'' عمیر نے رکھائی سے جواب دیتے ہوئے رُخ دوسری جانب کرلیا۔

''صبح بھوک نہیں..... دوپہر بھوک نہیں..... رات کو بھی بھوک نہیں..... آخر یہ بھوک لگے گی کس وقت.....'' لاریب بولتے ہوئے کھانے کی ٹرے چارپائی پر رکھتے ہوئے پائنتی پر بیٹھ گئی۔

عمیر خاموش رہا اور نہ ہی پلٹ کر اُسے دیکھا۔

''عمیر ناراض ہو؟'' وہ بولی۔

''نہیں'' عمیر مختصراً بولا۔

''لیکن مجھے تو محسوس ہو رہا ہے کہ تم ناراض ہو؟'' لاریب پھیکا سا مسکرائی

''اچھا..... تمہیں بھی کچھ محسوس ہوتا ہے'' عمیر نے بغیر دیکھے طنزیہ کہا۔

''اتنا بے حس..... خودغرض اور سنگدل سمجھتے ہو مجھے.....'' لاریب کے لہجے میں ڈھیروں تھکن تھی۔

''اس سے بھی زیادہ..... بلکہ اتنا زیادہ کہ میرے پاس الفاظ کم پڑ جائیں بیان کرنے کیلئے'' عمیر کے لہجے میں محسوس کی جانے والی آنچ تھی۔

''عمیر..... اب نفرت بھی کرنے لگے ہو.....'' وہ نم آنکھوں سے اُسے دیکھتے ہوئے بولی۔

عمیر کی بے اعتنائی و نفرت اُس کیلئے کٹھن ہوئی جا رہی تھی۔ وقت اور حالات نے عمیر کو گہری چوٹ پہنچائی تھی مگر خوش تو لاریب بھی نہ تھی مگر قبر میں مُردہ کا حال یا تو خدا جانے یا پھر مُردہ جانے۔ لاریب کے آنسو گال بھگونے لگے۔

وہ عمیر کے جواب کی منتظر تھی مگر وہ کٹھور بنا ہوا تھا۔

''عمیر..... نفرت بھی کرتے ہو تو کرلو مگر لڑو جھگڑو اپنا غصہ نکالو..... یوں منہ تو نہ پھیرو..... دوستی تو ختم نہ کرو..... ایک تم اور آرزو ہی تو میرے دوست ہو.....'' لاریب نے آنسو پونچھتے ہوئے اُس کی قمیص کے بازو کو دھیرے سے کھینچتے ہوئے کہا۔

عمیر نے جھٹکے سے اپنا بازو چھڑایا اور غُصے سے اُٹھ بیٹھا۔ آثار بتا رہے تھے کہ بہت زور کا طوفان آنے والا ہے۔

''دوست'' عمیر کڑے تیوروں سے گھورتے ہوئے بولا۔

''تمہارے لئے میں اور میرے جذبات کبھی اہم تھے ہی نہیں..... تمہارا زندگی کا مقصد تو صرف تمہارا اسکول رہا۔ نہ اس سے کچھ کم اور نہ ہی اس سے کچھ زیادہ میری محبت ہمیشہ یکطرفہ رہی۔ میں بھکاریوں کی طرح تمہارے سامنے ہاتھ پھیلائے تمہاری توجہ کی بھیک مانگتا رہا۔ مگر کیا آیا میرے ہاتھ..... بولو کیا آیا.....'' وہ قدرے گھٹی گھٹی مگر غصے میں بھری آواز سے بولا۔

''میں تمہارے سامنے گڑگڑاتا رہا..... کہ لاریب شہر چلتے ہیں..... میں تمہارا ہر خواب پورا

کروں گا..... مگر تم نے ایک نہ سُنی ..... نظر انداز کرتی رہی..... صرف اور صرف اپنے سکول کی وجہ سے۔ شہر سے کتنے ارمان دل میں لئے لوٹا تھا کہ تم سے ڈھیروں باتیں کروں گا۔ مگر تمہارے پاس تو میرے لئے نا تو وقت تھا اور نہ ہی محبت..... سکول۔ بس سکول ..... اور سکول.....'' عمیر کی آواز بھیگنے لگی۔

ایک ایک لفظ زخم بنا ہوا تھا۔

''میں انتظار ہی کرتا رہ گیا اور ظالم، بے رحم وقت نے 'فیصلہ' اُس 'شخص' کے حق میں سُنا دیا اور تم دلہن بن کر اُس کے محل میں پہنچ گئی۔ یہ ''وہی'' شخص تھا نا جو تمہاری خوشیوں کا قاتل تھا..... جس نے تمہارے مقصدِ حیات سے تمہیں دُور کیا؟ کیا خوب صِلہ دیا اُس کے مظالم کا تم سب نے مل کر کہ میری محبت ..... میری چاہت اُس کے ہاتھوں میں دے دی اور میں تہی دست''۔ صدمے کے مارے عمیر بولتے ہوئے رُکا اور دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔ اُسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ ایک دھماکہ ہوگا اور عمیر کا وجود ریت کے گھروندے کی طرح بکھر کر فضا میں مدغم ہو جائے گا۔ وہ کم گو..... کم آمیز..... عمیر زندگی میں پہلی بار یوں کھل کر چلا رہا تھا۔

''آخر مجھے کس بات کی اتنی بھیانک سزا ملی ہے لاریب!'' وہ اُسی پوزیشن میں خود سے اور اُس سے بیک وقت مخاطب تھا۔

لاریب نمناک نگاہوں سے اُسے دیکھتی رہ گئی۔ زندگی میں پہلی بار اُسے احساس ہو رہا تھا کہ اُس نے واقعی عمیر کے جذبات کی ناقدری کی ہے۔ اُس کے پاس تو تھوڑا سا بھی وقت نہیں تھا اس کے لئے۔ وہ تو سچ مچ اچھی دوست بھی نا تھی.....

''عمیر!.....'' لاریب نے روتے ہوئے اُس کا بازو تھامتے ہوئے پکارا۔

تو عمیر نے جھٹکے سے اپنا بازو چھڑایا۔ یہ تو وہ عمیر تھا ہی نہیں جو لاریب کی آنکھوں میں ایک آنسو نہیں دیکھ پاتا تھا۔

''مت ہاتھ لگاؤ مجھے..... اب تم میری لاریب نہیں رہی..... تم 'اس' شخص کی بیوی ہو..... مجھے تمہارے وجود سے کسی اور کی خوشبو آتی ہے۔ مجھے تمہارے عکس میں اب کسی اور کا عکس نظر آتا ہے۔ دور ہو جاؤ لاریب مجھ سے..... تم میری لاریب نہیں ہو'' عمیر نے اسے یوں دھکیلا جیسے وہ کوئی چھوت ہو۔

''تمہارا ہر شکوہ اپنی جگہ درست ہے عمیر..... اگر اُس وقت میرے خیالوں میں تم نہ تھے تو کوئی اور بھی نہ تھا'' لاریب نے سسکی بھری۔

''اگر وقت نے تم سے تمہاری محبت چھین لی تھی..... عشق تو میرا بھی چھین لیا تھا نا عمیر..... تہی دست اور تہی دامن تو اب دونوں ہیں۔ بلکہ میرے ہاتھ تو بالکل خالی ہیں کہ تم جیسا مخلص دوست بھی سدا کیلئے روٹھ چکا ہے؟'' لاریب بھیگے لہجے میں بولی۔ چاند کی روشنی میں اُس کے حسین چہرے پر تلخ مسکراہٹ صاف دکھائی دے رہی تھی۔

عمیر خاموش رہا تھا۔

''سزا مل تو گئی ہے تمہارے مجرم کو اچھی خاصی اور وہ بھی اتنی بھیانک کہ مجھے اُس شخص کی قید میں دے دیا گیا ہے جو دنیا میں میرے لئے سب سے زیادہ ناپسند تھا جو میری خوشیوں کا قاتل تھا۔ وقت نے میرے ساتھ بھی تو چال چلی کہ مجھے اُسی شخص کی بیوی بنا دیا۔'' لاریب کے لہجے میں برسوں کی تھکن تھی۔

وہ اُس مسافر کی طرح آنسو بہا رہی تھی جسے

www.pklibrary.com

بیچ راستے میں راہزنوں نے لوٹ لیا ہو۔ اُس کا زادِ راہ بھی چھین کر اُسے بے سرو سامان کر دیا ہو۔ جو نہ آگے جا سکتا ہو نہ پیچھے۔

''تم مرد ہو عمیر..... تمہارے ساتھ زیادتی ہوئی تم نے احتجاج کیا۔ شور مچایا۔ جب مقصد حاصل نہ کر سکے تو ناراض ہو کر ہمیشہ کیلئے یہاں سے چلے گئے۔ اب آزاد ہو۔ چاہے زندگی یونہی تنہا گزار دو..... کوئی تمہیں پوچھنے والا نہیں..... کوئی تم پر زبردستی کرنے والا نہیں..... کوئی تمہیں قید نہیں کر سکتا اور ایک میں ہوں'' لاریب نے بے بسی سے بہتے آنسو رگڑ ڈالے۔

''مگر تم کیا سمجھو گے عمیر میری اذیتوں کو'' لاریب نے اک دکھی نگاہ اُس کے چہرے پر ڈالی۔ یوں لگ رہا تھا کہ وہ بول بول کر اب تھکنے لگی ہے یا پھر الفاظ ختم ہو گئے ہیں۔ وہ مزید اپنی کیفیت سمجھا نہیں سکتی تھی۔

''تو کیا تم خوش نہیں ہو اُس کے ساتھ؟'' عمیر نے اپنے رقیب کے بارے میں پوچھا۔

اُس نے گویا قسم کھا رکھی تھی کہ زین العابدین کا نام زبان سے نہیں لینا۔ اُس نے زندگی میں کبھی نفرت کی تھی تو صرف زین العابدین سے..... یہ اُس کی نفرتوں کا اظہار تھا اور ویسے بھی انسان نفرت اور محبت میں اپنے ظرف کے مطابق ہی تو طور طریقے اپناتا ہے۔ عمیر کو بھی اپنے ''رقیب'' سے بے انتہا نفرت تھی جو اس کی بچپن کی محبت کو چھین چکا تھا۔ اُس کے اور لاریب کے درمیان آ گیا تھا۔

کچھ لوگ کس قدر بدنیت ہوتے ہیں۔ دنیا کی ہر نعمت اُس کے پاس موجود ہوتی ہے مگر پھر بھی کسی غریب کی عمر بھر کی کمائی پر نظر جمائے ہوتے ہیں۔ عمیر کی نظر میں زین العابدین بھی بدنیت شخص تھا جس کے پاس دنیا کی ہر نعمت تھی مگر اُس نے عمیر کی عمر بھر کی پونجی چرا لی تھی۔ عمیر نفرت سے سوچنے لگا۔

''نہیں عمیر.....'' لاریب روتے ہوئے بمشکل بولی۔

لاریب کے جواب پر عمیر کے دل کو انجانی سی خوشی ہونے لگی۔ امید کے دیپ پھر سے روشن ہونے لگے۔ دل کے ویرانے میں چپکے سے بہار آنے لگی تھی۔ وہ تو سمجھتا تھا کہ لاریب زین العابدین کی سنگت میں بے پناہ خوش ہے۔ اور عمیر کو تو یاد بھی نہیں کرتی۔ اس علاقے کی ''رانی'' بن کر وہ ہواؤں میں اُڑ رہی تھی۔ آگے پیچھے نوکروں کی فوج نے اُس کا سر احساسِ تفاخر سے اور بھی بلند کر دیا ہے۔ وہ تو زین العابدین جیسے شاندار بندے کی ہمراہی پر فخر کرتی ہے۔ یہ تو وہی لاریب تھی۔ میری لاریب بھولی بھالی..... سیدھی سادھی سی.....'' عمیر کے دل پہ چھائی بدگمانی کافور ہونے لگی۔

''یہ تو وہی لاریب ہے جو پاگل سی تھی اپنے سکول کیلئے..... جس کے لئے مولوی عبدالرافع آرزو اور عمیر ہی سب کچھ تھے۔ چوتھا کوئی نہیں تھا..... زین العابدین سے اُس کا رشتہ صرف مجبوری کا تھا.....'' عمیر دل ہی دل میں خوش گمانی کے حسین محل تعمیر کرنے لگا۔

''عمیر اگر میں نے محبت و توجہ تمہیں نہیں دی تو پھر کسی کو بھی نہیں دی۔ تمہارا ساتھ میرے لئے ہرگز مجبوری کا نہیں ہوتا تھا۔ میں تمہارے ساتھ ہوتی تو خوش ہوتی'' رات بھر لاریب کے الفاظ اُسے خوشی بخشتے رہے۔ وہ ایک پل کیلئے بھی سو نہ پایا۔

وہ لاریب کے لفظوں کے ان گنت مطلب اخذ کر کے خوش ہوتا رہا۔ دل خوشی سے لبریز ہونے لگا۔ تو مایوسی اور اُداسی اُس کی خوشی کے

www.pklibrary.com

سامنے زیادہ دیر ٹھہر نہ پائی۔

''میری ذات بالکل خالی ہے جہاں خوشی کا کوئی گزر نہیں۔ وہ شخص صرف میری تکلیف کا باعث بنا ہے'' لاریب کے الفاظ نے اُس کے دل میں بھرے بہاروں کو دعوت دے ڈالی تھی۔

✧✧✧

صبح سویرے ہی ہلکی ہلکی پھوار آسمان سے برسنے لگی۔ سارے آسمان پر گہرے بادلوں کا قبضہ تھا۔ عمیر نے ایک نگاہ آسمان پر ڈالی تو اُسے لگا کہ اُس کے دل کی سوکھی دھرتی پر بھی مدتوں بعد پھوار پڑی ہے۔ بہت دنوں بعد وہ کھل کر مسکرایا تھا۔

''عمیر آپ یونہی مسکراتے رہا کریں بہت اچھے لگتے ہیں'' موسم کی مناسبت سے آرزو چائے اور پکوڑے لیکر اُس کے سامنے کھڑی تھی اُس کے لو دیتے جذبوں سے یکسر انجان وہ پکوڑے کھانے میں مگن ہو گیا۔

''بہت مزے کے پکوڑے ہیں'' عمیر نے دل کھول کر تعریف کی۔

آج تو بات بہ بات عمیر کے لب مسکرا رہے تھے۔ آج بہت عرصے بعد اُس کا مسکرانے کو دل چاہ رہا تھا۔

''اوہو..... تو آپ مسکراتے ہوئے اچھے لگتے ہیں'' لاریب نے آکر آرزو کے بازو پر چٹکی بھرتے ہوئے کہا۔ لاریب کی آمد پر آرزو کا چہرہ گل رنگ ہونے لگا۔ لاریب شرارت سے مسکرائی۔

''دکھاؤ ذرا..... کالو آج میں بھی تو دیکھوں..... تم واقعی مسکراتے ہوئے اچھے لگتے ہو یا یہ صرف تمہارا دل رکھنے کے لئے تعریف کر رہی ہے۔'' لاریب کو شرارت میں مزہ آنے لگا۔

عمیر اس لمحے بھی مسکراتے ہوئے چائے اور پکوڑوں سے انصاف کر رہا تھا۔ بڑے زمانے کے بعد عمیر نے لاریب کا وہی پرانا روپ اپنائیت میں چور دیکھا تھا۔ لبوں پہ چھائی مسکراہٹ دُگنا ہو گئی تھی۔

''لاریب..... مولوی صاحب کہتے ہیں کہ کسی کو بھی اُس کی جسمانی کمزوری یا کسی کے سبب غلط اور بُرے ناموں سے نہ پکارو۔ دل آزاری ہوتی ہے اُس شخص کی'' لاریب کو چائے کا کپ دیتے ہوئے آرزو ناصحانہ انداز میں بولی۔

''کسی کا کیا مطلب؟؟؟ بولو..... بولو آرزو!'' لاریب نے معنی خیزی سے کہتے ہوئے شور مچایا۔

''اول تو عمیر 'کسی' میں نہیں آتا اور دوئم.....!'' لاریب نے شرارت سے عمیر کو دیکھا جس کی نظروں کے حصار میں لاریب کا گلاب چہرہ تھا۔

''دوئم یہ کہ تم میرے اور کالو کے درمیان نہ آیا کرو.....'' لاریب مصنوعی خفگی سے بولی اور مدد طلب نگاہوں سے عمیر کو دیکھا۔

''تمہارے اور عمیر کے درمیان میں نہیں..... بلکہ کوئی اور آ گیا ہے'' آرزو کو شوخی سوجی۔

''کون؟'' پکوڑے کھاتے ہوئے لاریب نے بمشکل استفسار کیا۔ چہرے پر ناسمجھی رقم تھی۔

''چھوٹے مالک'' آرزو کہہ کر کھلکھلا کر ہنسی تو رم جھم کے شور میں یوں جیسے جلترنگ بج اُٹھے ہوں۔

اسی پل لاریب کے چہرے سے ہنسی غائب ہو گئی..... آرزو ہنس ہنس کر بے حال

www.pklibrary.com

ہونے لگی تو لاریب کا سنجیدہ چہرہ اُس کی آنکھوں کی نمی میں دھندلا گیا۔

''آرزو..... اُس شخص کا نام بھی نہ لیا کرو میرے سامنے.....'' لاریب کے لہجے میں بلا کی ناراضگی تھی۔ اس شوخی و شرارت کے ماحول میں زین العابدین کا ذکر رنجیدگی دے گیا تھا۔ اُس کا گلاب جیسا چہرہ پل بھر میں مُرجھا سا گیا تو عمیر کے چہرے پر سنجیدگی در آئی۔

''آرزو..... سوچ سمجھ کر تو بولا کرو..... اچھا بھلا بے چاری کا موڈ غارت کر دیا..... وہ جب اس شخص کا ذکر مذاق میں بھی نہیں سننا چاہتی تو مت کیا کرو'' عمیر کے سخت ملامت کرنے پر آرزو شرمندہ سی ہو گئی۔

''وہ..... عمیر..... میرا..... بس.....'' انگلیاں مسلتی لب چٹکتی آرزو بے انتہا ندامت سے بول نہ پائی۔

''اتنی دل آزاری میری کبھی ''کالو'' پر نہیں ہوئی جو لاریب کو آرزدہ دیکھ کر ہوئی ہے۔ کتنے دنوں بعد وہ اتنی خوش نظر آئی تھی'' لاریب اُٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اُس کی رنجیدگی عمیر نے بھی بے انتہا محسوس کرتے ہوئے آرزو کو مزید سخت سست سنائی اور ڈھیروں پشیمانیاں سونپ کر خود بھی اندر چلا گیا۔

✧✧✧

دن بھر رم جھم کا سلسلہ جاری رہا۔ ہوا میں ٹھنڈک سی شامل ہو گئی تھی۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے ساون کی جھڑی لگ گئی ہو۔ سیاہ بادلوں نے شام کو رات بنا دیا تھا۔ مغرب کا وقت لگنے لگا کہ جیسے عشاء کا ہو۔

''بابا..... کیا آپ بھی اپنی بیٹی کو برا جانتے ہیں'' مولوی عبدالرافع کے سینے پر سر رکھتے ہوئے لاریب بولی۔

''ارے پگلی بالکل بھی..... نہیں..... میری بیٹی تو پاکدامن ہے باکردار ہے اور مجھے اپنی تربیت پر پورا بھروسہ ہے'' مولوی صاحب نے اُس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''تو پھر..... آپ نے لوگوں کی غلط باتوں کا اتنا اثر کیوں لیا کہ اپنے دل پر ہی لے لیا'' لاریب نے ایک جھٹکے سے سر اُٹھایا تو اُس کی آنکھوں کے گوشے گیلے ہونے لگے۔

''نہیں بیٹا..... میں نے لوگوں کی باتوں کو دل پر نہیں لیا۔ انہوں نے تمہارے اور چھوٹے مالک کے بارے میں جو کچھ کہا وہ سب جھوٹ ہے بکواس ہے۔ میری بیٹی اور چھوٹے مالک کے درمیان کوئی بھی غلط بات نہ تھی'' مولوی صاحب پُریقین لہجے میں بولے۔

''تو پھر اُس بارش والی رات.....'' لاریب نے اشارۃً اُس رات کی طرف اشارہ کیا۔ جب زین العابدین اُس سے ''معافی'' مانگنے آیا تھا اور وہ گھر میں اکیلی تھی اور اُسی وقت مولوی صاحب اور عمیر بھی آ گئے تھے۔

''آپکی اور عمیر کی آنکھوں میں میرے لئے شک کیوں تھا؟'' نم آلود آواز میں لاریب نے سوال کیا تو عمیر شرمندگی سے دائیں بائیں دیکھنے لگا۔ یہ حقیقت تھی کہ اُس وقت عمیر بھی دونوں کو ساتھ دیکھ کر بدگمانی کا شکار ہو چکا تھا۔ آج عمیر کے پاس کچھ کہنے کو نہیں تھا۔

''بیٹا انسان ہوں میں..... ایک غیر شخص کو اپنے گھر میں اپنی غیر موجودگی میں دیکھ کر غصہ آیا..... وہ میرے گھر میں تھا میری بیٹی کے ساتھ..... غصہ آنا فطری سی بات تھی۔ مگر اُس غصے میں تمہاری ذات پر شک ہرگز نہیں تھا..... میری جان میری بچی..... مجھے پتہ ہے کہ میری لاریب بہت بلند کردار کی مالک ہے۔ بہت با

www.pklibrary.com

میں فیصلہ کر چکی ہوں'' پھر لاریب نے فرحین کی طلاق، ریشم کا ٹھکرایا جانا، سکندر عالم کی سنگین دھمکیاں۔ بخت شجاع اور نگہت بیگم کا سخت ناروا سلوک سب کہہ ڈالا۔

''بابا وہ سب مجھے بات بہ بات پر طعنے دیتے ہیں۔ غریب اور کم حیثیت جان کر حقیر سمجھتے ہیں اور آپکی تربیت پہ انگلی اٹھاتے ہیں۔ بابا میں آپ کے متعلق کچھ بھی سُن نہیں سکتی.....'' لاریب بھیگے لہجے میں بولی۔

لاریب ویسے بھی کچھ بھی دل میں رکھنے کی قائل نہ تھی..... اُسے زین العابدین کی زندگی سے بس دُور جانا تھا اور اُس سے بہتر موقع اور کوئی نہیں تھا۔

''اور چھوٹے مالک..... ان کا رویہ تمہارے ساتھ کیسا ہے.....'' مولوی صاحب جو خاموشی سے سب سُن رہے تھے۔ دانشمندی سے ایک اہم نُقطہ اُٹھاتے ہوئے بولے۔ لاریب اُن کی بات پر بالکل چُپ سی ہو گئی تھی۔ ابھی کچھ دیر پہلے اُس نے گھر بھر کی شکایتوں کا پنڈورا باکس کھول کر رکھ دیا تھا مگر زین العابدین کا ذکر کہیں نہیں تھا۔

''چُپ کیوں ہو..... جواب کیوں نہیں دیتی لاریب'' مولوی صاحب کرخت لہجے میں بولے۔

''ماموں جان..... چھوڑیں ان باتوں کو..... آپ کی طبیعت بگڑ جائے گی'' عمیر نے پانی کا گلاس انہیں پکڑاتے ہوئے موضوعِ گفتگو کو تبدیل کرنا چاہا۔ مولوی صاحب نے عمیر کی بات پر کوئی دھیان نہ دیتے ہوئے پانی کا گلاس پرے کر دیا۔

''جواب دو لاریب..... کچھ پوچھ رہا ہوں تم سے.....'' مولوی صاحب کی شعلہ بار نگاہوں کی زد میں تھی وہ۔

''چھوٹے مالک کی کوئی شکایت نہیں ہے تمہارے پاس.....

انہوں نے کبھی بدسلوکی کی؟؟

انہوں نے کبھی تمہیں مارا پیٹا؟؟

میری تربیت اور تمہاری حیثیت کا طعنہ دیا کبھی؟؟

انہوں نے صریح الفاظ میں تم سے کہا کہ تم میرے گھر سے نکل جاؤ۔ تاکہ میں ریشم سے شادی کرلوں؟''

مولوی عبدالرافع وکیل جرح بنے گویا مدعی کے پیچھے ہاتھ دھو کر ہی پڑ گئے..... اور مدعی سر جھکائے حالتِ اضطراب میں بل کھا کر رہ گیا۔

''لاریب..... میرے سوالوں کا جواب دو.....'' مولوی صاحب بلند آواز میں چلائے تو عمیر کے ساتھ لاریب بھی سہم سی گئی۔

''نہیں.....'' اُس کے لبوں سے مہین سی آواز نکلی۔ سوالات تو بہت سے تھے مگر جواب صرف ایک ہی تھا۔

لاریب کے پاس سچ مچ زین العابدین کے حوالے سے کہنے کو کچھ نہ تھا۔ وہ اُس کے ناشتے کی فکر کرتا تھا۔ نگہت بیگم کے عتاب سے اُسے بچاتا تھا۔ اُسے طلاق دینے کیلئے مجبور کیا گیا تو زین العابدین نے واضح الفاظ میں کہہ دیا کہ ''وہ لاریب کو کسی صورت میں طلاق نہیں دے گا..... وہ اُسے عزت دینے کیلئے اس گھر میں لایا ہے اور اللہ سے عہد کر رکھا ہے کہ اسے ہمیشہ عزت دے گا۔''

''مگر بابا.....'' لاریب آسانی سے ہار ماننے والوں میں سے نہ تھی۔ زبان پہ احتجاج مچلنے لگا۔

''بابا..... وہ بھی تو انہی کا خون ہے۔ آج

نہیں تو کل ماتھے پہ آنکھیں رکھ لے گا۔ اور دھکے مار کر آپ کی بیٹی کو گھر سے نکال دے گا تو اُس سے بہتر نہیں کہ حفظ ماتقدم"

"خاموش ہو جاؤ لاریب!" مولوی صاحب نے دُرشتی سے اُس کی بات کاٹ دی۔

"غیب کا علم حاصل ہو گیا ہے کہ پہلے سے ہی ساری باتیں معلوم ہو جاتی ہیں کہ فلاں شخص مستقبل میں تمہارے ساتھ کیسے پیش آئے گا.....!" مولوی صاحب کی بات پر لاجواب سی ہو کر وہ برستی بارش کو دیکھنے لگی..... آنکھوں میں بھی رِم جھم سی ہونے لگی تھی۔

"ماموں جان..... جب لاریب وہاں خوش نہیں ہے تو آپ کیوں اُسے مجبور کر رہے ہیں۔ آپ ذرا اندازہ کریں کہ وہ وہاں کیسے اُن سب کا مقابلہ کرتی ہوگی" عمیر نے ہمیشہ کی طرح لاریب کی حمایت ہی کی۔ اب تو ویسے بھی اُس کے دل میں لاریب کیلئے چھپی محبت کا نیا جہان آباد ہوا تھا جو مولوی صاحب کی زیرک نگاہ سے مخفی نہ رہا..... انہوں نے ایک گہری کھوجتی نگاہ عمیر کے چہرے پر ڈالی اور تمام صورتحال کا اندازہ کر لیا۔

"عمیر..... گو کہ تم ہمیشہ سے میرے لئے پسندیدہ رہے ہو..... لاریب کے لیے تم سے بہتر کوئی نہیں تھا..... مگر یہ رائے میرے لاریب کی شادی سے پہلے تک تھی مگر جب چھوٹے مالک میرے پاس خود چل کر آئے..... مسجد میں تنہا ملاقات کی اور تمام واقعہ پر معافی مانگی لاریب کو جو ذلت ملی اُس کے بدلے عزت دینے کا وعدہ کیا اور ہاتھ جوڑ کر سوالی بن کر میرے سامنے کھڑے ہو گئے۔ وہ شخص جو پورے علاقے کا مالک ہے وہ ایک ادنیٰ سے مولوی کے قدموں میں عاجزی سے گڑگڑا رہا تھا۔ جو صرف ایک ہی بات دُہرائے جا رہا تھا کہ مولوی صاحب مجھے موقع دیں کہ میں ذلت کے بدلے آپ کی بیٹی کو عزت دوں..... کوئی کمی نہیں تھی چھوٹے مالک کیلئے لڑکیوں کی۔ نہ ہی کوئی مجبوری تھی کہ وہ اپنی منگیتر کو ٹھکرا کر کسی حقیر سی لڑکی کو عزت دیتے..... اتنا جھکتے.....

بس اُس دن..... اُسی لمحے میری رائے بدل گئی مجھے لگا کہ قدرت کا فیصلہ میرے فیصلے سے کئی گنا بہتر تھا وہ شخص عمیر سے بھی زیادہ میری بیٹی کیلئے بہتر رہے گا" مولوی صاحب کچھ دیر تک خاموش ہو گئے۔

لاریب کی آنکھوں میں حیرت لہرائی۔ یہ سب تو اُس کے علم میں کبھی نہ تھا۔ عمیر نے ضبط کرتے ہوئے نفرت سے مٹھیاں بھینچ لیں.....

آسمان سے برستی بارش طوفان کی شکل اختیار کرنے لگی۔

بادل زور سے گرجا..... بہت زور کی بجلی چمکی کہ ہر سُو روشنی ہی روشنی پھیل گئی اور پھر چند ثانیوں بعد ہی دوبارہ سے تاریکی نے قبضہ جما لیا۔

"وہ مرد..... بہت باوفا، قدردان ہوتا ہے اس عورت کا جو اسے پانے کیلئے اپنے مرتبے سے اُتر کر جُھکتا ہے اُسے عزت دینے کے لئے خود کو بے عزت کرتا ہے۔ جو اپنی غلطی کو غلطی مانتا ہے۔ جو جھکتا ہے تو اپنی انا کو ایک طرف رکھ دیتا ہے۔ اُس کے دل و دماغ میں صرف ازالہ، تلافی اور کفارہ ہوتا ہے۔ وہ اُس عورت کو پانے کیلئے خود کو اُس کے قدموں میں بٹھاتا ہے مگر اُس عورت کو اپنے سر کا تاج بنا کر رکھتا ہے" مولوی صاحب بولتے چلے گئے۔

عمیر کیلئے اپنے رقیب کی تعریفیں سُننا محال ہو گیا تھا۔ اُس کے دل میں آگ لگی ہوئی تھی۔

pklibrary.com

www.pklibrary.com

اُس کے نزدیک زین العابدین غاصب، لٹیرا اور ڈاکو تھا جو اُس کی ''محبت کی نقدی'' دن دیہاڑے لوٹ کر لے گیا تھا اور پھر بھی معزز کا معزز اور محترم کا محترم تھا..... وہ مولوی صاحب کے سامنے احتراماً چپ تھا ورنہ زبان زہر اُگلنے کا موقع ڈھونڈ رہی تھی۔ مولوی صاحب کی پُرزور حمایت نے عمیر اور لاریب کی زبانوں پہ قفل لگا دیئے تھے۔ وہ بس یک ٹک انہیں تکتے جا رہے تھے۔

''نادان لڑکی..... آج تجھے احساس نہیں اُس شخص کی وفا و خلوص کا مگر۔ ایک دن ایسا آئے گا جب تمہیں میری ہر بات صحیح لگے گی۔ اپنا سامان باندھو میں صبح تمہیں خود چھوڑ کر آؤں گا تمہارے سسرال.....'' مولوی صاحب قطعی لہجے میں بولے۔

''مگر بابا..... ابھی آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے'' لاریب گھبرائی۔ وہ جو نہ جانے کا فیصلہ کر چکی تھی اچانک اس افتاد پر بوکھلا گئی۔ وہ تو ہمیشہ کیلئے زین العابدین کا گھر چھوڑ آئی تھی۔

''چھوڑو اگر مگر..... میں اب ٹھیک ہوں۔ لیکن تم یہاں رہی تو تمہارے بچگانہ فیصلوں کی وجہ سے میں دوبارہ بیمار ہو جاؤں گا..... بیٹیاں اپنے گھروں میں اچھی لگتی ہیں۔ اور میرا خیال رکھنے کے لئے عمیر اور آرزو موجود ہیں'' مولوی صاحب نے بیک وقت دونوں کا دماغ ٹھکانے لگایا۔

اُسی پل کمرے کے دروازے پہ دستک نے تینوں نفوس کو چونکا ڈالا۔ بارش میں بھیگا ہوا زین العابدین اُن کی نگاہوں کے سامنے کھڑا تھا۔ جو اندر آنے کیلئے ان کی اجازت کا طلب گار تھا۔

''ارے چھوٹے مالک..... آپ..... باہر کیوں کھڑے ہیں اندر آ جائیں!'' مولوی صاحب بولے۔

''عمیر اور لاریب نے ایک ساتھ زین العابدین کو دیکھا تھا ناگواری کی لہر نے انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

''وہ دراصل داخلی دروازہ کھلا تھا۔ میں بہت دیر تک دروازے پر دستک دیتا رہا۔ مگر شاید بارش کے شور میں آپ سب سُن نہ پائے مجبوراً مجھے اندر آنا پڑا۔'' زین العابدین اپنے یوں بلا اجازت اندر آنے کی وجہ بتاتے ہوئے بولا۔

''ارے چھوٹے مالک..... آپ شرمندہ کر رہے ہیں یہ آپ کا ہی تو گھر ہے اجازت کی کیا ضرورت تھی خوامخواہ خود کو باہر کھڑے رہ کر یوں بھگو ڈالا'' مولوی صاحب اپنائیت سے بولے۔

مولوی صاحب کے لہجے میں تعظیم تھی۔ جسے لاریب اور عمیر دیکھ کر سُلگ کر رہ گئے۔ عمیر سے تو ایک پل بھی اس کمرے میں بیٹھنا دشوار ہونے لگا۔

''چھوٹے مالک..... خیریت جو اس وقت آنا ہوا'' مولوی صاحب عاجزانہ مسکراہٹ کے ساتھ بولے۔

''ایک تو میں آپ کی عیادت کیلئے آیا تھا اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟'' زین العابدین نے پوچھا۔

''کرم نوازی ہے مالک کی..... اب بہت بہتر ہوں'' مولوی صاحب تشکر بھرے لہجے میں بولے۔

''اور دوسرا..... دراصل..... وہ..... میں لاریب کو لینے آیا تھا'' زین العابدین نے مولوی صاحب اور عمیر سے بچ کر ایک بھرپور نگاہ لاریب پر ڈالی۔

www.pklibrary.com

لاریب نے تیکھے تیوروں سے اپنا چہرہ دوسری جانب کرلیا۔

عمیر کی جان جل گئی۔ زین العابدین کتنے حق سے اُس کی لاریب کو لینے آیا تھا اور وہ چاہ کر بھی کچھ نہیں کرسکتا تھا۔

زبان کو روکے رکھا مگر باقی تمام اعضاء ناگواری کا اظہار کر گئے۔ وہ نفرت کے عالم میں باہر نکل گیا۔

بارش اب بھی ہو رہی تھی۔ مگر ہر طرف تباہی و بربادی سی محسوس ہو رہی تھی۔ ہر طرف تاریکی ہی چھائی تھی بارش کا طوفان ایک پل کیلئے بھی تھمنے کو تیار نہ تھا۔ بجلی چمکتی تو روشنی کسی بلا کی طرح ہر سُو قابض ہو جاتی اور پھر سے اندھیرا چھانے لگتا۔ عمیر کے دل کے طاقچے میں پڑا اُمید کا دیا بھی طوفان کی زد میں تھا۔ ہوا کے سخت تھپیڑے اُس کی مدھم لو کو بجھانے کے درپہ تھے۔

معاملہ جب بھی چراغوں کا اٹھا
فیصلہ صرف ہوا کرتی ہے

عمیر کا دل بُری طرح سے کراہ رہا تھا۔ کتنی جلدی دل کا گلشن پھر سے اُجڑ گیا تھا۔ اور وہ ہر بار کی طرح ناکام و نامراد رہا تھا۔ وہ خود کو کوسنے لگا کیوں خوامخواہ امیدوں کا دیا روشن کیا۔ خوش فہمیوں کا تیل ڈالا تھا۔ بجھا پڑا تھا عرصے سے تو بجھا ہی رہنے دیتا۔ یقین کرلیتا کہ وہ لاریب کو ہمیشہ کیلئے کھو چکا تھا۔ محبت کی نقدی جو ساری دنیا کی نگاہوں سے چھپا کر رکھی تھی وہ تو بہت آسانی سے لُٹ گئی تھی۔ اب آہ و فغاں کیا کرنا..... اب تو تمام عمر کا افسوس اور پچھتاوا ہی لکھا تھا نصیب میں..... کچھ بھی تو حق میں نہ رہا تھا۔ نہ وقت، نہ ہی تقدیر تو پھر کیا لڑتا..... لاریب کے فیصلے نے اُس کے دل میں جو امید پیدا کی تھی مولوی صاحب کے فیصلے نے ساری چکنا چور کر دی۔

اب دل لہولہو تھا۔ اندھیرا گہرے سے گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ اُسے لگا اُس کی ذات بھی اب اندھیروں میں گم ہوتی جا رہی ہے۔ دو بے بس آنسو چپکے سے نکلے اور بہہ گئے۔ بے بسی کے بعد فقط آنسو ہی رہ جاتے ہیں۔

دل کے درد کے کم ہونے کا تنہا کچھ سامان ہوا
ہم بھی اب کچھ دن جی لیں گے اس کا ابھی امکان ہوا
ساری امنگیں خاک ہوئیں اور مٹی پر ارمان ہوا
اک گلشن کا تو خواب دیکھا، دل کیسا ویران ہوا
اک دیے کی لَو نے سارا شہر جلا کر خاک کیا
اک ہوا کا جھونکا بڑھ کر آندھی اور طوفان ہوا
آرزوؤں کی میٹھی ساعت نے اس در پر دستک دی
اور جنوں کا اک اک لمحہ میرے گھر کا مہمان ہوا
کوئی کسی کا میت نہیں ہے دنیا کہتی ہے
تم نے جس کو اپنا جانا، دیکھا کیسا انجان ہوا
عشق اُڑانوں کا دشمن ہے کیا اُس کو معلوم تھا
دل کا پنچھی قید میں آکر کیوں اتنا حیران ہوا

✧✧✧

پکی سڑک پر گاڑی تیزی سے دوڑ رہی تھی۔ بارش نے ہر منظر دھندلا ڈالا تھا۔ لاریب کی آنکھوں سے برسات جاری تھی۔ وہ پھر سے قید خانے میں ڈالی جا رہی تھی۔ صیاد خود چل کر لینے آیا تھا۔ اُسے لگا کہ اب آزادی کی تمنا کرنا بیکار ہے۔ پنجرہ بہت مضبوط اور صیا بہت طاقتور ہے۔ آزادی کیلئے صرف پنجرے کی سلاخوں سے سر تو ٹکرایا جاسکتا ہے مگر آزاد نہیں ہوا جاسکتا۔ اُس نے غیر محسوس انداز میں اپنے گال رگڑ ڈالے۔

وہ آج اُس شخص کی شریک سفر بنی اُس کی گاڑی میں بیٹھی تھی۔ جس کی گاڑی دیکھ کر سب

www.pklibrary.com

بچے چلا اُٹھتے تھے۔

''ٹیچر..... وہ ظالم آدمی آ رہا ہے.....'' وہ سب خوفزدہ ہو کر اُس کے پیچھے چھپ جایا کرتے تھے۔

وہ اُس ظالم شخص کے ظلم سے بچنے کے طریقے ڈھونڈتے تھے۔

''کاش یہ ایک بھیانک خواب ہوتا.....'' اُس کا دل پکارا

''کاش میرا اس شخص سے کوئی تعلق نہ ہوتا'' وہ کراہی

دور سے اس نے اپنے سکول کی جانب دیکھا۔ جہاں کبھی وہ صبح سویرے بچوں کی فوج لیکر پہنچ جاتی تھی۔ وہاں اب سکول کہاں تھا۔ بس یاد باقی تھی۔ علم تو نور ہے۔ اُجالا ہے روشنی ہے۔ پھر میرا خواب میرا مقصد تاریکیوں میں کیوں ڈوب گیا؟'' حسرتیں بے آواز ماتم کرنے لگیں۔

''لاریب!'' اُسے کسی نے پکارا۔

''لاریب!'' سوچوں کے بھنور سے نکلی تو احساس ہوا کہ دشمنِ جاں نے پکارا تھا۔

اُس نے ایک سرسری نگاہ اُس شخص پر ڈالی۔

''کیا سوچ رہی ہو اتنی دیر سے؟'' وہ گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے بولا۔

وہ بالکل خاموش تھی جیسے وہاں ہو کر بھی نہ تھی۔

بھولپن کے عالم پر دل تو چاہ رہا تھا کہ قربان جاؤں حضور آپ کی سادگی پر..... دل چاہا صاف کہہ ڈالے اپنی بربادی کا سوچ رہی تھی..... اپنے خوابوں کی کرچیاں بکھری ہوئی راہوں میں دیکھ رہی تھی..... مگر چپ رہی۔

''کچھ نہیں'' مختصراً جواب دیکر وہ یوں باہر دیکھنے لگی جیسے اس وقت باہر کے نظارے دیکھنا زیادہ ضروری تھے۔

''بہت دن ہو گئے تھے لاریب..... سوچا تمہیں لے آتا ہوں'' زین العابدین بولا۔

''ویسے آ تو جانا تھا۔ بس کیا ضرورت تھی اتنی بارش میں آنے کی؟'' لاریب کا انداز اور لہجہ دنوں ہی لٹھ مار تھے۔

مگر وہ پھر بھی مسکراتا رہا۔ اُس کی بے رُخی سہہ کر بھی خوش رہتا تھا۔

''پتہ نہیں کیوں مجھے لگ رہا تھا کہ تم نہیں آؤ گی..... میرا دل بار بار یہ کہہ رہا تھا'' زین العابدین نے دل کا خوف بیان کیا تو لاریب نے حیرت سے اُسے دیکھا۔ اُس کے الہام کی طاقت پر وہ گنگ رہ گئی تھی..... یہ تو بالکل حقیقت تھی وہ واقعی ارادہ کر کے بیٹھی تھی کہ اب وہ واپس نہیں جائے گی..... وہ تو مولوی صاحب اُس کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن کر کھڑے ہو گئے تھے..... بات بھی سچ تھی کہ وہ مولوی صاحب سے بے انتہا پیار کرتی تھی۔ یہ رشتہ صرف انہی کی وجہ سے ابھی قائم تھا۔ لاریب نے گھبرا کر نظریں پھیر لیں۔

''یہ صیاد ظالم ہی نہیں بلکہ گیانی بھی ہے۔ جو قیدی پرندے کی سوچ تک پڑھ لیتا تھا''

''بی جان..... بہت یاد کر رہی تھیں تمہیں..... اور تمہیں لانے پر بھی بے حد اصرار کر رہی تھیں اور.....!'' زین العابدین نے دانستہ بات اُدھوری چھوڑی تا کہ رُخِ یار پھر سے اُس کی جانب ہوگا اور واقعتاً ایسا ہی ہوا۔ لاریب سوالیہ نگاہوں سے اسے تکنے لگی۔

''اور.....!'' لاریب سے رہا نہ گیا تو بول اُٹھی۔

''اور یہ کہ میں بھی بہت اُداس ہو رہا تھا..... تمہاری یاد نہ رات کو چین لینے دیتی تھی اور نہ دن

www.pklibrary.com

کو قرار ملتا..... ہر لمحے ہر پل تمہاری یاد ہی دل و دماغ پر چھائی رہتی تھی''۔ زین العابدین کی آنکھوں سے شرارت مترشح تھی اور لہجہ بھی شوخ تھا۔

لاریب نے جواب میں اُسے زبردستی گھوری سے نوازا تھا۔ زین العابدین کے محبت و اُلفت کے مظاہرے پر کھول کر رہ گئی۔

''بس دل کو سمجھانا بیکار ہو گیا اور مابدولت تمہیں لینے چل پڑے نہ آندھی دیکھی نہ ہی طوفان.....'' زین العابدین ہنوز اپنی کیفیت بتانے میں مگن رہا۔

لاریب نے نگاہیں باہر کے مناظر پر جما دیں۔

''لاریب.....'' اس بار زین العابدین کی آواز سرگوشی نما تھی اور ساتھ ہی اُس کا ہاتھ تھام لیا..... انداز میں استحقاق نمایاں تھا۔

''یہ کیا حرکت ہے؟'' لاریب کا ہاتھ اُس کی مضبوط گرفت میں پھڑ پھڑایا مگر ہاتھ نہ چھڑا پائی۔

اُسی پل گاڑی رُک گئی لاریب نے حیران نگاہوں سے اُسے دیکھا۔ آنکھوں میں استفسار رقم تھا۔

''بی جان نے کہا تھا کہ..... یہ کنگن بھی لیتے جاؤ میری بہو کو پہنا کر لانا'' زین العابدین نے کہتے ہوئے اس کی موی کلائیوں میں کنگن پہنا دیئے۔

لاریب نے کافی کوشش کی مگر بے سُود زین العابدین بھی دھن کا پکا تھا۔

''ایسی بھی کیا جلدی تھی کہ بیچ راستے میں یہ کام کرنا ضروری تھا؟'' لاریب سُلگ کر بولی۔

''بھئی..... یہ تو بی جان سے پوچھنا اُن کا حکم تھا.....'' زین العابدین کی آواز میں سرشاری تھی۔

لاریب نے ایک نگاہ اُس کے مسکراتے چہرے پر ڈالی اور دوسری بے بس نگاہ کنگنوں پر ڈالی تھی۔

اُسے لگا کہ اُس کے ہاتھوں میں پھر سے ہتھکڑیاں ڈال دی گئیں ہیں۔ آنکھوں میں نمی تیرنے لگی..... ہونٹ لرزنے لگے۔

قفس میں رہ کر بھی زندہ رہوں تو کیسے رہوں
اندھیری رات کو میں دن کہوں تو کیسے کہوں
زمانہ چاہے کہ ہر سانس پوچھ پوچھ کے لوں
گھٹن میں حبس میں خوش خوش جیوں تو کیسے جیوں
میرے قلم پہ بھی چاروں طرف سے پہرا ہے
لڑائی لڑنی ہے لیکن لڑوں تو کیسے لڑوں
کوئی تو ہو جو میری بات سُن بھی سکتا ہو
سماعتوں کو میں حیران کروں تو کیسے کروں
جو سوچتے ہی نہیں اُن کے بیچ رہتی ہوں
کسی کو اپنا بھلا میں کہوں تو کیسے کہوں

✧✧✧

''لاریب.....'' زین العابدین نے اُسے پھر سے پکارا۔

وہ جو غم میں گھری ساکت و پتھرائی آنکھوں سے اپنی کلائیوں میں سونے کی ہتھکڑیوں کو دیکھ رہی تھی۔ بمشکل اُس کی جانب نگاہ کی۔ اور سرسری بے حد سرسری نظر اُس کے خالی کشکول میں ڈال کر پھر سے اپنی ویرانیوں میں اُترنے لگی۔

''لاریب..... وہ نوجوان کون تھا؟'' زین العابدین کا اشارہ شاید نہیں بلکہ یقیناً عمیر کی جانب تھا۔

''وہ عمیر تھا'' اُس نے جواب دیا۔

''کون عمیر؟'' زین العابدین نے گویا قسم کھا رکھی تھی کہ لاریب کو دورانِ سفر اپنی جانب

www.pklibrary.com

ہی متوجہ رکھنا تھا۔

''میرا کزن'' لاریب اس انکوائری پر چڑ سی گئی۔

''اچھا کزن ہے..... لیکن ایک بات تو بتاؤ لاریب'' زین العابدین گہری سنجیدگی سے بولا۔

''میں نے یہ بات دوسری بار نوٹ کی ہے اُس نوجوان کے چہرے پر میرے لئے بے انتہا نفرت اور ناگواری ہوتی ہے جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے میں تو اُسے جانتا تک نہیں ہوں اور ہماری کبھی ٹھیک سے ملاقات بھی نہیں ہوئی۔ مگر اُس کی نفرت تو لگتا ہے صدیوں پرانی ہے۔''

گاڑی نے موڑ کاٹا تو بنگلہ نظر آنے لگا۔

لاریب دل ہی دل میں اُس کے تجزیے کو سراہے بنا نہ رہ سکی..... باریک بینی کا یہ عالم تھا تو گہرائی کا کیا ہوگا۔ اُس کا تجزیہ درست اور حقیقت پہ مبنی تھا کہ عمیر کیلئے زین العابدین کا وجود اور موجودگی برداشت کرنا کسی عذاب سے کم نہ تھا۔

''نا جانے اُس کے غصے کی اصل وجہ کیا ہے؟'' زین العابدین اُلجھ سا گیا۔

''میں تو کبھی اس کے ساتھ کوئی زیادتی بھی نہیں کی'' وہ مزید بولا۔

شاندار ستونوں پہ کھڑا بخت شجاع کا بنگلہ اور اُس کی شان و شوکت بڑی وضاحت سے دکھائی دینے گا۔ گاڑی بس کچھ ہی فاصلے پر تھی..... قفس کو دیکھ کر لاریب مغموم سی ہونے لگی..... دل پہ اوس سی گرنے لگی۔

''لاریب..... میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں'' زین العابدین اُس کی مسلسل خاموشی محسوس کر کے بولا۔

''میں کیا جانو..... اُس ک غصے اور نفرت کی وجہ..... آپ کے سامنے موجود تو تھا وہ خود ہی پوچھ لیتے اُس سے اُس سب کی وجہ.....''

لاریب بے بسی اور چڑچڑاہٹ کے ملے جلے احساسات لئے بولی۔

اور اُتر کر وہ گاڑی سے بنگلے کے داخلی گیٹ کی جانب چلدی۔

اونہہ..... آزاد فضاؤں میں رہنے والا صیاد کیا جانے قفس کی اذیتوں کو.....'' سوچتے ہوئے اُس نے خود کو قید خانے کے حوالے کر دیا۔

(جاری ہے)

اردو کی آخری کتاب

طنز و مزاح

آج ہی اپنے قریبی بکسٹال یا ہم سے طلب فرمائیں

www.pklibrary.com

رسیا یار منا نالدو گیا

حنا بشریٰ

pklibrary.com

www.pklibrary.com

الصلوٰۃ خیر من النوم
الصلوٰۃ خیر من النوم

مولوی صاحب کی دل گداز، پرتاثیر، سحر انگیز آواز پوری توانائی کے ساتھ علاقے کے ہر گوشے میں سنائی دے رہی تھی۔ بخت شجاع کے بنگلے میں یہ صوت جادوئی پہنچی اور سحرِ نو کو توڑ ڈالا۔

بالوں کو سمیٹتے ہوئے لاریب نے دوپٹہ سر پر رکھا..... کنگن اُتار کر احتیاط سے سائیڈ ٹیبل پہ رکھتے ہوئے نرم قدموں سے چلتی واش روم میں وضو کرنے چل دی۔ مولوی عبدالرافع کی آواز ابھی بھی وقفے وقفے سے اس کی سماعت میں اُتر رہی تھی۔ ان کی آواز کی تروتازگی ان کی بیٹی کو طمانیت بخش رہی تھی۔

''آج بابا..... نے کتنے دنوں بعد اذان دی ہے'' دل میں خیال پیدا ہوا تو اس کی پیشانی شکر بجالانے کیلئے خدائے رب ذوالجلال کے حضور سجدہ ریز ہوگئی..... کتنے ہی پل یوں ہی بیت گئے..... اوپر والے سے خوب دل کھول کر راز و نیاز کرتی رہی۔

''اے میرے..... رب کریم..... اک چھوٹی سی تمنا ہی تو کی تھی کہ اس علاقے میں علم کی شمع روشن کروں ایسا کونسا گناہ کر دیا تھا کہ میری زندگی کو سزا بنا دیا گیا اور میرے راستے ہر طرف سے بند کر دیے گئے۔ مجھے میرے مقصد سے دور کر دیا گیا..... میرا اسکول میرا خواب!'' آنسو سسکیوں میں بدل گئے۔

''اے اللہ..... میں نے اس شخص کو معاف نہیں کیا جس نے محض اپنی ضد اور انا کی خاطر مجھے میرے مقصدِ حیات سے دُور کر دیا۔ اس نے میرے دل کو چوٹ پہنچائی۔ میرا خواب چھینا..... میری تذلیل کی۔ تو اس سے میرا

مکمل ناول

www.pklibrary.com

حساب لینا۔ اس کے دل کو بھی ایسی چوٹ ملے کہ راتوں کی نیند دن کا سکون چھن جائے۔ تیری ذات منصف ہے مجھے تجھ سے انصاف چاہیے؟'' آنسوؤں کو دوبارہ سے دھکیلتے ہوئے وہ کمرے سے باہر نکل آئی۔

نکھرا ہوا آسمان اس کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ ہر شے بھیگی بھیگی سی ہوئی تھی۔ بالکل اُس کی آنکھوں کی طرح۔ رات بھر طوفانی بارش نے ہر طرف جھل تھل کر دیا تھا۔ سفیدی فلک آنکھوں کو سکون بخش رہی تھی..... پرندوں کا شور اور ان کی بھانت بھانت کی بولیاں سنائی دے رہی تھیں.....

''ٹن..... ٹن..... ٹن.....!'' خیالوں ہی خیالوں میں صدائے جرس گونج اٹھی تو لاریب کا دل ڈوب سا گیا..... اُداسی نے پھر سے اسے اپنے سائے میں لے لیا۔ سب کیلئے سب کچھ ٹھیک ٹھاک چل رہا تھا مگر صرف اس کی زندگی ایک نقطے پہ آ کر جم سی گئی تھی..... اس وقت وہ کتنی پُرجوش ہوا کرتی تھی سکول جلدی پہنچنے کیلئے اُس کے سر پر یہ لگن سوار ہوتی تھی کہ بچوں کو جمع کرنے کی..... اس کا دل چاہتا تھا کہ اس کے پر نکل آئیں اور وہ اُڑ کر سکول پہنچ جائے..... سارا دن بچوں کے ساتھ کتنا بامقصد گزرا کرتا تھا وہ بچوں کی دلچسپی کیلئے نت نئے طریقے تلاش کرتی تھی اور بچے بھی خوب گرمجوشی کے ساتھ اس کا ساتھ دیا کرتے تھے۔ کبھی گیم ٹائم..... کبھی تقریری مقابلہ..... کبھی عید پارٹی..... اور کبھی نغموں و ترانوں کا مقابلہ..... آرزو بھی اس کام میں بھرپور مشورے دیتی تھی۔ خیالوں ہی کی وادی اتنی حسین تھی کہ اُس کے بارے میں سوچتے ہوئے لاریب کے لبوں پہ بے حد پیاری مسکراہٹ سج گئی۔ آنکھیں جگمگانے لگیں۔

''اے لڑکی..... تو پھر واپس آ گئی.....!'' نگہت بیگم کی کڑکتی آواز اُسے خوشگوار یادوں کی حسین وادی سے باہر لے آئی۔

اور انسان تو واقعی مجبور اور بے بس ہوتا ہے۔ خدا کے ہوتے ہوئے بھی اس کے بہت سے خدا ہوتے ہیں جو زمین پر رہ کر اس پر حکمرانی کرتے ہیں۔ جو قسمتوں کا فیصلہ کرتے ہیں..... اور مرضی کے خلاف فیصلہ ہوتے ہوئے بھی انسان کو سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔ لاریب نے ایک لاپرواہ سی نگاہ نگہت بیگم پر ڈالی اور جواب دینے کی بجائے قدم آگے بڑھانے لگی تھی کہ نگہت بیگم نے پھر سے للکارا۔

''بہری ہو..... میں تم سے پوچھ رہی ہوں..... واپس کیا لینے آئی ہو؟'' نگہت بیگم نے اسے کڑے تیوروں سے گھورا۔

اُن کی آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں۔

''اس بات کا جواب اپنے لاڈلے سے پوچھ لیں تو زیادہ بہتر رہے گا جو طوفانی بارش میں لینے پہنچ گیا۔ ورنہ میں یہاں سے ہمیشہ کیلئے جا چکی تھی!'' لاریب نے بے نیازی سے جواب دیا اور مزید کچھ کہنے کا موقع دیئے بغیر وہاں سے چلی گئی۔

بارش نے لان کی حالت ابتر کر ڈالی تھی۔ ابتری ہمیشہ سے ہی لاریب کو بہت بُری لگتی تھی اب بھی یہی ہوا۔ اُس نے ملازمین کی مدد سے لان کی صفائی کروائی۔ جگہ جگہ غلیظ پانی کھڑا تھا۔ اُسے خشک کیا۔ رات بھر چلنے والی تیز ہوا نے بہت سے پودوں کو نقصان پہنچایا تھا۔ بہت سے گملے ٹوٹ گئے تھے۔ پودوں کو نئے گملوں میں لگوایا۔ فضول جڑی بوٹیوں کو ضائع کیا۔ بڑی بے ترتیب گھاس کی کٹائی کروائی۔ تو چند گھنٹوں

www.pklibrary.com

کی محنت سے سارا لان دوبارہ سے چمک اُٹھا۔ آنچل شانے سے گزار کر کمر پر باندھ رکھا تھا۔ بالوں کی آوارہ لٹیں حسن چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔ وہ ابھی بھی کام میں مصروف تھی۔ پھول چمن میں مہک رہا ہو اور دیوانہ بھنورا خود کو روک پائے یہ ممکن نہیں۔ لاریب کا مہکتا وجود بھی کسی خوش رنگ پھول کی مانند تھا۔ جس کی مہک زین العابدین کو لان میں کھینچ لائی۔ لیمن کلر کے سادہ سے سوٹ میں وہ خود بھی ایک پھول لگ رہی تھی۔

جو سارے چمن میں بے حد نمایاں۔ سب سے الگ اور زیادہ خوشبودار تھا۔ جس کو پورا چمن رشک بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ مجسم رعنائی اُس کی نگاہوں کے سامنے تھی تو دنیا و مافیہا سے بیگانہ ہونا فطری سی بات تھی۔

''زین العابدین..... تم پھر اس لڑکی کو لے آئے ہو؟'' نگہت بیگم کا انداز و سوال اس کی محویت پہ کاری ضرب کی طرح لگا۔

چند لمحوں پہلے لبوں پہ دلفریب مسکراہٹ اور آنکھوں میں محبت کی قوسِ قزح چھائی تھی ایک دم غائب ہوگئی۔

''کیوں امی جان..... کیوں واپس نہ لاتا.....!'' زین العابدین نے اُلٹا سوال کر دیا نظریں ابھی بھی لاریب پر جمی تھیں۔

''وجہ جانتے ہو۔ اس کی وجہ سے فرحین کا ہنستا بستا گھر اُجڑ گیا اور تم ابھی بھی مجھ سے یہ سوال کر رہے ہو'' نگہت بیگم کا چہرہ غصے سے سرخ ہونے لگا۔

بیٹے کی نظروں میں بہو کیلئے پیار کا جہاں آباد دیکھ کر وہ سیخ پا ہوگئیں۔

نگہت بیگم ہرگز اتنی اعلیٰ ظرف نہیں تھیں کہ یہ سب دیکھ کر برداشت کر لیتی۔ انہیں لاریب کا وجود اپنے گھر میں ایک پل کیلئے گوارا نہ تھا۔

''امی جان..... یہ لڑکی کوئی راہ چلتی نہیں ہے جسے میں گھر لے آیا ہوں اور نہ ہی دل بہلانے کا ذریعہ ہے۔ یہ میری بیوی ہے پورے علاقے کے سامنے عزت بنا کر لایا ہوں اسے..... آپ کی نظر میں یہ کم حیثیت اور غریب باپ کی بیٹی ہے مگر میری نظر میں بہت باعزت اور قابل احترام ہے۔ اعلیٰ کردار کی مالک اور با حیاء!''

لاریب پر سے نظر ہٹا کر اُس نے نگہت بیگم کو واضح انداز میں جواب دیا۔

''فرحین کی خوشیوں کو برباد کرنے والی لاریب نہیں بلکہ اس کا عقل سے پیدل شوہر ہے جو ایک بیکار ضد کی چاہ میں اپنی خوشیوں کو تباہ کرنے پر تلا ہے۔ فرض کریں میں لاریب کو طلاق دے بھی دیتا ہوں۔ تو بھی میں ریشم سے تو شادی کبھی بھی نہیں کروں گا۔ مگر ریشم کو کبھی نہیں اپناؤں گا۔ فرحین کیلئے بھی نہیں..... کسی قیمت پر نہیں نہ ہی کسی شرط پر..... پھر کیا کریں گے آپ لوگ۔ بیٹی تو برباد ہے پھر بیٹے کو بھی برباد دیکھیں گے اور جدائی بھی سہیں گے۔ سو بہتر ہے کہ آپ یہ خواہش دل سے نکال دیں۔'' زین العابدین نے خاصی وضاحت سے جواب دیا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا لان سے باہر نکل گیا۔

✦✦✦

زین العابدین کی مضبوطی دیکھ کر نگہت بیگم کے سینے پر سانپ لوٹ گئے تھے۔ وہ بیٹے کی جدائی تو کسی صورت نہیں چاہتی تھی۔ سو اس کے سامنے تو بے بس ہو جاتی۔ مگر لاریب کے وجود پر جب بھی نظر پڑتی تو آنکھیں لہو رنگ ہو جاتی۔ مولوی عبدالرافع کی علالت کی وجہ سے لاریب کچھ دنوں کیلئے ان کی طرف گئی تھی۔ اُسی وقت

www.pklibrary.com

ان افواہوں نے زور پکڑ لیا تھا کہ ''چھوٹے مالک نے مولوی عبدالرافع کی بیٹی کو طلاق دینے کا فیصلہ کرلیا ہے'' پورے علاقے میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی تھی۔ دشمنوں کی زبان بھی زہر اُگلنے سے رُک گئی تھی۔ مصالحانہ کوششوں کا پھر سے آغاز ہوگیا تھا..... سکندر عالم نے بھی صلح کیلئے نرمی دکھانا شروع کردی تھی اور رہی ریشم تو وہ خود کو سوتے جاگتے زین العابدین کی بیوی کے روپ میں دیکھنا شروع کردیا تھا۔ دل میں خوشی سے لڈو پھوٹنے لگے تھے۔ کانوں میں شہنائیاں بجنے لگی تھیں۔

سسکیاں پھر سے خوشی کے گیت میں بدل گئیں۔ مگر یہ سب صرف سُہانا سپنا ثابت ہوا جب لاریب واپس آگئی تھی۔ اور وہ بھی زین العابدین کے ہمراہ واپس آئی تھی۔ ریشم پھر سے مُرجھا کر رہ گئی۔ سارے خواب ایک بار پھر سے چکنا چور ہوگئے تھے۔

''لاریب..... تم نے اچھا نہیں کیا میرے زین جی کو مجھ سے دُور کر کے.....'' دل کی بھڑاس نکالنے کیلئے وہ متعدد بار لاریب کو دھمکی آمیز فون کرتی۔

''میں نے دور نہیں کیا تمہارے زین جی کو..... تم یہ غلط فہمی جتنی جلدی ہوسکے اپنے ذہن سے نکال دو.....!'' لاریب بھی بغیر لحاظ کئے بولی۔

''ایک دن چھین لوں گی میں زین جی کو تم سے..... آئی بڑی حُسن پری!'' ریشم خونخوار لہجے میں بولی۔

''شوق سے چھین لو..... بلکہ اتنا انتظار کیوں کررہی ہو کوششیں تیز کیوں نہیں کرتی..... اور رہی بات میں حُسن پری ہوں تو یہ تمہاری حُسنِ نظر کا کمال ہے؟'' لاریب طنزیہ انداز میں کہتی ہوئی ہنسی تو ریشم بھی پل بھر کیلئے حیرت زدہ رہ گئی۔

''کوئی بیوی اپنے شوہر کیلئے یوں بے نیاز کیسے رہ سکتی تھی۔ کیسے اُس سے دست بردار ہونے کا یوں دعویٰ کرسکتی ہے جبکہ ریشم تو محض منگیتر کی حیثیت سے ہی یہ چاہتی تھی کہ کوئی جنتر منتر پھونکے اور ''زین جی'' پھر سے اُس کے ہو جائیں..... لاریب نے کھل کر دعوتِ جنگ دی تو ریشم نے فوراً اُسے قبول کرلیا تھا۔ ویسے بھی فرحین کو مہرہ بنانے کے باوجود سکندر عالم کو کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہوئی تھی..... فرحین نے مکمل طور پر بھائی کی حمایت کر کے سکندر عالم کو شکستِ فاش دی تھی۔

''زین بھائی..... آپ کو سکندر عالم کی کسی دھمکی سے ڈرنے اور گھبرانے کی ضرورت نہیں..... غلطی پہ سکندر ہیں اور ایک دن انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوگا کہ وہ غلط ضد کررہے تھے۔ میں ان بہنوں میں سے ہرگز نہیں ہوں کہ اپنی خوشیوں کیلئے بھائی کی خوشیوں کو آگ لگا دوں نہ ہی محبت کی آزمائش کیلئے یہ چاہوں گی کہ بھائی اپنی بیوی کو طلاق دے گا تو محبت کے امتحان میں کامیاب ہوگا۔ خوشیاں تو نصیب سے ملتی ہیں کسی سے چھین نہیں سکتے۔ میں بھی ان پڑھ ہوں ریشم کی طرح..... سکول کا منہ میں نے کبھی نہیں دیکھا مگر میرا دل ابھی اتنا بے نور نہیں ہوا کہ میں اندھیروں میں بھٹک جاؤں ایمان کی شمع میرے دل میں روشن ہے دوسروں کی خوشیاں چھین کر اپنے گھر میں روشنی کرلوں یہ میرا ظرف نہیں.....!'' فرحین سکندر عالم کی ہر چال کے سامنے ڈٹ کر کھڑی ہوگئی۔

''آخر کب تک یہ مرد اپنی ضد اور انا کیلئے یونہی عورتوں کو ذلیل و خوار کرتے رہیں

www.pklibrary.com

گے.....!'' فرحین کا فیصلہ سُن کر بخت شجاع اور نگہت بیگم بھی خاموش ہو گئے تھے جب بہن ہی اپنے بھائی کی حمایت میں تھی تو کوئی کیا کرتا.....

لیکن سکندر عالم یوں ہار مان کر چین سے بیٹھنے والوں میں سے نہیں تھا۔ شطرنج کی بساط اُلٹنے کیلئے ابھی اس کے پاس بہت سی چالیں تھیں۔ زین العابدین نے جو رشم کی توہین کی تھی اُسے ٹھکرا کر یہ سکندر عالم کو زخمی ناگ بنا گئی تھی۔ ایک چال ناکام ہو گئی تھی تو اُس کا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا کہ اُسے شکست ہو گئی اُس کے دل میں نفرت بھرا خناس اس دشمنی کیلئے نئے طریقے بتا رہا تھا۔

✧✧✧

بی جان کے پاس اُن کے تخت پر بیٹھی وہ انہیں پان کیلئے سروتے سے چھالیہ کتر کے دے رہی تھی..... ایک فرحین اور بی جان کا ساتھ تھا جو لاریب اس قید میں ابھی جی رہی تھی۔

''بڑی عقلمندی دکھائی فرحین نے جو اس سکندر عالم سے ڈری نہیں۔ یہ طلاق کے نوٹس بھی بس بہانے ہیں تنگ کرنے کے..... دیکھنا کیسے ناک سے لکیریں کھینچتا ہوا آئے گا فرحین کو لینے..... میں جانتی ہوں اُسے اچھی طرح سے'' بی جان غصے اور یقین کے ملے جلے تاثرات لئے بولیں۔

''اگر سکندر عالم نے دوسرے کے بعد تیسرا نوٹس بھجوا دیا تو فرحین کو طلاق ہو جائے گی اور میرے دل پر تو بہت بوجھ سا آجائے گا.....'' چھالیہ کترنے کی رفتار یکدم ہی سُست پڑنے لگی تھی۔ لاریب کا لہجہ غمناک سا تھا۔

''ارے تم دل چھوٹا کیوں کرتی ہو..... دل پر بوجھ تو ریشم کے آنا چاہئے جو اپنی ضد کی وجہ سے بھائی کو مزید شبہ دے رہی ہے حالانکہ جانتی ہے کہ زین العابدین اس کے لئے کتنی قربانیاں کرے گا۔ میں جانتی ہوں اُس موئے کی فطرت کو چھوٹا سا دیکھا ہے اُسے..... یوں ہی ریشم کی خاطر زین العابدین سے جھگڑے ڈال کر بیٹھ جاتا تھا اور وہ بھی ہمیشہ غلط بات پر۔ ریشم میسنی تو رو رو کر خوب بھائی کے جوش کو ہوا دیتی تھی!'' بی جان نے سر جھٹکا اور پان منہ میں رکھا اور انگلیوں پر لگا کتھا بالوں پر رگڑا۔

''پھر جھگڑا ختم کیسے ہوتا تھا.....!'' لاریب نے سادگی سے پوچھا۔

''جب پیٹ بھر کر چالاکیاں اور مکاریاں کر لیتے دونوں بہن بھائی تو خود ہی اپنے جال میں جا پھنستے..... اور منہ کی کھاتے..... پھر معافی تلافی کا واویلا ہوتا۔ میرا زین العابدین پڑھنے باہر گیا تو جان بخشی ہو گئی ورنہ نہ جانے کتنی لڑائیاں پال کر اُس کے ساتھ لڑتا رہتا۔'' ابی جان بولیں۔

زین العابدین کو اپنی طرف آتا دیکھا تو بی جان کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

''ارے میرے لال..... اتنی دیر کیوں لگا دی آج تو نے.....!'' بی جان نے دونوں ہاتھوں میں چہرہ تھام کر محبت سے پیشانی کا بوسہ لیا۔

''کچھ کام تھا بی جان..... سکندر عالم اب تخریب کاریوں پر اُتر آیا ہے'' قمیص کے کف موڑتے ہوئے زین العابدین نے گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔ لاریب بھی چونک اٹھی۔

''کیسی تخریب کاریاں؟'' بی جان نے اُگالدان میں پان تھوکا۔

''بی جان ہمارے حصے کی زمینوں پر ناجائز قبضہ کرنے لگا ہے۔ علاقے کی بہتری کیلئے جو کچھ تعمیری کام شروع کئے تھے ان میں بھی

www.pklibrary.com

رکاوٹیں ڈال رہا ہے۔ پچھلے سال ایک ڈسپنسری بنائی تھی عورتوں اور بچوں کیلئے وہ بھی جبراً بند کروا دی ہے۔ اور'' زین العابدین کی پیشانی کے بل مزید گہرے ہونے لگے۔

''اور کیا کیا ہے سکندر عالم نے'' عقب سے بخت شجاع کی آواز آئی۔

''اور یہ کہ وہاں جو لیڈی ڈاکٹر شہر سے بلوائی گئی تھی اس پر الزام لگایا ہے کہ وہ پیسے لیکر گھناؤنے کاروبار میں ملوث ہے.....!'' زین العابدین کی بات پر بخت شجاع گنگ رہ گئے۔

بی جان نے افسوس سے سر ہلایا تو لاریب کے چہرے پر فکرمندی کی چھاپ تھی۔

''بخت شجاع اور رکھو سکندر عالم کو ہر معاملے میں اپنے ساتھ کتنا منع کرتی تھی کہ اسے ہر معاملے میں رازدار نہ بناؤ۔ کل کوئی نقصان نہ کر بیٹھے مگر تم پر تو ہمیشہ بھتیجے کی محبت سوار رہی ہے..... اب بھگتو نتائج!'' بی جان نے ملامتی انداز میں کہا۔

وہ اکثر بخت شجاع کو منع کرتی تھی کہ سکندر عالم سے زیادہ قربت کی ضرورت نہیں۔ کیوں کہ اکثر گھر کے بھیدی ہی لنکا ڈھاتے ہیں۔ زین العابدین تعلیم کی غرض سے باہر گیا تو بخت شجاع سکندر عالم کو اپنا واحد سہارا سمجھنے لگے۔ بخت شجاع آنکھ بند کر کے اس پر اعتبار کرنے لگے تھے۔ ہر جگہ وہ ساتھ ساتھ ہوتا۔ وہ بہت سے معاملات کا مکمل کنٹرول اپنے ہاتھ میں لے چکا تھا..... علاوہ دن بدن ترقی کر رہا تھا..... ہر بار الیکشن میں جیت بخش شجاع کی ہوتی۔ یہ سب سکندر عالم کی محنت کا نتیجہ تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کا سکندر عالم پر اعتماد بڑھتا گیا اور یہ اعتماد ہی سکندر عالم کو مزید طاقتور بناتا گیا تھا۔

''اچھے بھلے مالکس انسان کو آپ سب نے دشمنی پر مجبور کر دیا ہے تو اب بھی وہ چپ بیٹھے گا۔ ریشم کے ساتھ جو زیادتی ہوئی ہے اب وہ بھلا کہاں رُکے گا'' نگہت بیگم کی منطق ہی نرالی تھی۔

اس موقعے پر بھی نگہت بیگم نے فرحین کے معاملے کو لیکر لاریب پر چوٹ کرنا نہ بھولی۔

''امی جان! آپ بات کو کہاں سے کہاں لے جاتی ہیں'' زین العابدین در پردہ ان کا اشارہ سمجھ کر جھنجھلایا۔

''آپ کو کب یقین آئے گا کہ میں پسند کی شادی نہ بھی کرتا تب بھی ریشم سے کسی صورت شادی نہیں کروں گا..... پھر آپ کیسے الزام دیتے۔ پھر فرحین کی بربادی کا الزام کس کے سر پر رکھتے.....!'' زین العابدین نے بھرپور انداز میں لاریب کا دفاع کیا۔

اُس کی بات میں وزن تھا تب ہی سب خاموش ہو گئے۔ لیکن نگہت بیگم کی آنکھوں سے نکلنے والے شعلے لاریب کو بھسم کرنے کے درپے تھے۔ وہ بالکل خاموش بیٹھی تھی۔ بے قصور ہوتے ہوئے بھی قصوروار گردانی جا رہی تھی۔

''یوں ایک دوسرے پر طنز کی بجائے مسئلے کا حل سوچو.....'' بی جان دور کی کڑوی لائیں۔

''حل تو اُس نے آپ لوگوں کے سامنے رکھ دیا ہے'' نگہت بیگم کی طنزیہ نظریں لاریب کی جانب تھیں۔

لاریب نے بمشکل ضبط کا دامن تھامے رکھا تھا۔ ورنہ دل تو چاہ رہا تھا کہ ایسا کرارا جواب دوں کہ نگہت بیگم جل بھن کر رہ جائیں مگر مولوی صاحب نے اُسے ایسی تربیت نہیں دی تھی کہ سب بڑوں کے درمیان بیٹھ کر زبان درازی کی جائے'' وہ غصے سے اٹھ کر جانے لگی تھی کہ بی جان نے ہاتھ سے پکڑ کر دوبارہ سے بٹھالیا۔

www.pklibrary.com

''پڑھی لکھی اور سمجھدار لڑکی ہو تم..... اب اس خاندان کا حصہ ہو تم یوں الگ تھلگ مت رہا کرو.....!'' بی جان کی تجربہ شناس آنکھوں نے اس کے اور زین العابدین کے درمیان تناؤ تو پہلے ہی بھانپ لیا تھا اب نگہت بیگم کے سلوک کی وجہ سے لاریب کی گوشہ نشینی کو بھی محسوس کرنے لگی تھیں..... بی جان کے شفقت بھرے لمس نے لاریب کو حوصلہ و ہمت کی حرارت بخشی تھی۔ زین العابدین کی آنکھوں میں یہ منظر دیکھ کر طمانیت واضح تھی۔

''بابا جان..... اس مسئلے کا صرف یہی حل ہے کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں بھی قانونی چارہ جوئی کروں اور سکندر عالم کی ہر سازش کو ناکام بناؤں!'' زین العابدین بولا۔

''لیکن..... ابھی..... فرحین کو دو طلاقیں دی ہیں سکندر عالم نے۔ کیا پتہ اُس کے دل میں نرمی آ جائے اور وہ اس ارادے سے باز آ جائے۔ اگر ہم نے بھی سختی کی تو ہو سکتا ہے کہ وہ بھی ہر حد کر جائے.....!'' بخت شجاع نے اپنا خدشہ ظاہر کیا۔

''مجھے تو یہ فیصلہ درست نہیں لگ رہا.....!'' نگہت بیگم نے اپنی رائے دی۔

''ہاں تو بہو..... ہاتھ پہ ہاتھ دھر کر بیٹھے رہیں..... تاکہ وہ ایک کے بعد ایک چیز پر قبضہ کرتے ہوئے پورے علاقے کا مالک و مختار بن جائے اور ہم اُس کے دست نگر بن جائیں.....!'' بی جان نے غصے سے سر جھٹکا۔

''تم بھی تو کچھ بولو لاریب..... ان حالات میں کیا کرنا چاہیے!'' زین العابدین نے کافی دیر سے خاموش بیٹھی لاریب کو مخاطب کیا تو نگہت بیگم جل کر کباب ہو گئیں۔

''اب یہ کم حیثیت لڑکی ہمیں مشورہ دے گی'' انہوں نے نفرت اور تکبر سے سوچا۔

''میرے خیال میں..... خاموش ہو کر بیٹھنا عقلمندی نہیں..... ظالم کو جتنا موقع دیا جائے گا۔ اُس کا ظلم مزید بڑھتا جائے گا..... جو حق پہ ہو اسے دب کر نہیں رہنا چاہیے۔ اسے بھی اینٹ کا جواب پتھر سے دینا چاہیے!'' لاریب بااعتماد انداز میں بولی۔ اس لمحے اس کا کومل سا وجود کتنا مضبوط نظر آ رہا تھا۔ وہ اپنے دل آویز سراپے کے ساتھ زین العابدین کے دل میں اُترتی جا رہی تھی۔ دلنشین لب و لہجہ اُسے اپنے سحر میں جکڑ رہا تھا۔

''لو اور لے لو ان ملانی صاحبہ سے مشورہ..... یہ تو اور ہی جنگ و جدل کا راستہ دکھانے لگی ہے۔ بی بی آگے ہمارے گھر میں بربادیاں دیکھ کر تمہارا دل نہیں بھرا۔ جو اب خون خرابے کی طرف معاملات لے جانے کے مشورے دے رہی ہو'' نگہت بیگم نے جاہلانہ انداز میں چیختے ہوئے۔ قطع کلامی کی۔

''آپ سب کو میرا مشورہ بے شک بُرا لگے۔ مگر ٹھیک یہی ہے کہ جو حق پر ہو وہ مقابلہ کرے۔ اگر وہ خاموش بیٹھ جائے گا لوگ اُسے بزدل اور کمزور سمجھیں گے۔'' لاریب نے اپنے موقف کی تائید میں کہا اور وہاں سے جانے لگی تھی کہ داخلی دروازے سے اُبھرتے شور نے اس کے قدموں کو روک دیا۔

✧✧✧

شاید مصائب و الم کو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہی ایسا ہے کہ جب کسی مسکن پر اُترتی ہیں ایک بار تو پھر وہاں ڈیرہ جما لیتی ہیں۔ یا تو ان کو ٹھکانہ یا مسکن پسند آ جاتا ہے یا پھر وہاں کے رہنے والوں کی ابھی آزمائش باقی ہوتی ہے۔ تقدیر کو یوں ہی منظور ہوتا ہے کہ ایک کے بعد ایک

www.pklibrary.com

مصیبت آتی رہتی ہے۔

بخش شجاع کے گھر میں مصیبتیں یوں اُترنے لگی تھیں جیسے پہاڑ سے اُترتا تیزی سے پانی جو اتنی روانی سے بہتا ہے کہ راستے میں جو چیز بھی آجائے اسے ساتھ یہ بہا لے جاتا ہے۔ ابھی پہلی پریشانی ہی حل نہیں ہو پا رہی تھی کہ ایک نئی مصیبت نے سب کو ہلا کر رکھ دیا..... مشکل کا تعلق زین العابدین کی ذات سے تھا۔ وہ سب ہکا بکا اُس انجان لڑکی کو دیکھ رہے تھے۔ جو تقریباً بیس بائیس سال کی تھی اُس کی گود میں 1 سال کا بچہ تھا۔ وہ خونخوار تیور لئے زین العابدین کو گھور رہی تھی۔

''اتنی جلدی بھول گئے چھوٹے مالک مجھے.....!'' وہ اجنبی لڑکی شکوہ کرتے ہوئے بولی۔

''کیا مطلب..... تم ہو کون..... میں تمہیں جانتا تک نہیں ہوں!'' زین العابدین کے دل میں کوئی چور نہ تھا اس لئے وہ پریشان ہونے سے زیادہ حیران تھا۔

''ٹھیک ہے مجھے بھلا دیا کوئی بات نہیں..... مگر کوئی باپ اپنی اولاد کو بھی بھلا سکتا ہے کہ اُس کے وجود سے ہی انکاری ہو جائے'' اُس لڑکی نے سنگین الزام لگاتے ہوئے کہا۔

وہ جو سب ابھی تک اسے کوئی فراڈیا بھکارن سمجھ رہے تھے۔ اُس کے منہ سے یہ سب سُن کر تو پتھر کے بت بن گئے۔

وہ اجنبی لڑکی خود کو زین العابدین کی ''محبوبہ'' اور گود میں اٹھائے ننھے طفل کو اپنی اور اُس کی ''محبت کی نشانی'' قرار دے رہے تھی..... یہ انکشاف لاریب پہ بم کی طرح گرا تھا۔ لاکھ وہ زین العابدین کے وجود سے خار کھاتی تھی..... اس سے بے پناہ نفرت کرتی تھی۔ مگر بدکردار ہونے کا انکشاف تو اُس کیلئے بالکل غیر متوقع تھا۔

''کیا بکواس کر رہی ہے لڑکی.....!'' بخت شجاع دھاڑے مگر وہ لڑکی شیر کی دھاڑ سن کر بھی ہرنی کی طرح نہیں ڈری۔

''میں بکواس نہیں کر رہی بڑے مالک..... میری گود میں بچہ کوئی غیر نہیں..... اس کی رگوں میں آپ کے خاندان کا اعلیٰ خون دوڑ رہا ہے.....!'' اُس کی آنکھوں سے موٹے موٹے آنسو نکلے..... غم و غصے سے بے حال وہ کوئی دیوانی لگ رہی تھی۔

وہ زین العابدین کو ایک بدکردار اور عیاش امیر زادہ قرار دے رہی تھی۔ اُس کے مطابق زین العابدین اُس کے حسن پہ فریفتہ ہوا اور پھر اُسے اپنی ہوس کیلئے استعمال کیا۔ اُس سے شادی کے وعدے کئے۔

''مگر!'' وہ لڑکی بولتے بولتے رکی تو بخت شجاع کے بنگلے کی دیواروں پہ حیرت پنجے گاڑنے لگی۔

''مگر جب میں ان کے سامنے انکشاف کیا کہ میں امید سے ہوں تو یہ ہرجائی پن پر اُتر آئے اور طویل عرصے کیلئے یہ علاقہ چھوڑ کر باہر کے ملک چلے گئے''

لاریب سمیت سب کو وہ زمانہ یاد آگیا جب زین العابدین اچانک باہر چلا گیا تھا۔ نگہت بیگم اور بی جان اُس سے اچانک روانگی کی وجہ پوچھتی رہ گئیں مگر وہ یہ کہتا رخصت ہو گیا کہ ضروری کام نمٹانے ہیں۔ جبکہ لاریب نے اُس کی غیر موجودگی کا خوب فائدہ اُٹھایا تھا۔ اپنے سکول کو زمین سے اٹھا کر عمارت کی شکل میں لے آئی تھی۔

سب کی نگاہیں زین العابدین کے چہرے

www.pklibrary.com

پر جمی تھیں۔ سب یوں خاموش و ساکت تھے جیسے برسوں پرانے زنگ آلود تالے لگے ہوں پتھرائی ہوئی آنکھوں میں بے شمار سوالات رقم تھے۔

''بابا جان..... یہ بالکل جھوٹ بول رہی ہے۔ میرا اس لڑکی اور اس کے بچے سے کوئی تعلق نہیں.....'' زین العابدین سراپا احتجاج بن گیا۔

وہ سب کے چہروں پر دھوپ چھاؤں کے اُترتے چڑھتے تاثرات دیکھ رہا تھا۔ کسی کی آنکھوں میں بے یقینی تو کسی کے چہرے پر شک نمایاں تھا۔ کوئی خاموش تھا تو کوئی تاسف میں گھیرا تھا۔ مگر لاریب..... اُس کی آنکھوں میں اپنے لئے نفرین دیکھ رہا تھا۔ زین العابدین اس کڑے وقت میں خود کو بے حد تنہا محسوس کرنے لگا تو دل خود بخود بوجھل ہو گیا۔

''بی جان..... آپ کو تو میرا یقین ہے نا کہ آپ کا زین العابدین بدکردار نہیں ہے۔''

زین العابدین بے قراری سے بی جان کی جانب بڑھا۔ جنہیں حیرت و فکر نے مراقبے کی حالت میں پہنچا دیا تھا۔ وہ بے حد دکھی اور الجھی ہوئی تھیں۔

''کیا..... ہم کیسے مان لیں کہ جو تم کہہ رہی ہو سب سچ ہے..... کیا ثبوت ہے تمہارے پاس.....'' بیگم ... بیگم ... سال میں وزن تھا۔ سب کے دل میں بھی ... امید جاگنے لگی کہ یہ لڑکی ... بول بڑے گی تو ... کو دھکے دیکر باہر نکال دیں گے ... اس سوال پر وہ لڑکی ذرا نہ گھبرائی۔

''بولو جواب دو..... خاموش کیوں ہو؟''

فرحین کا دل کہہ رہا تھا کہ اُس کا بھائی کسی سازش کا شکار ہو گیا ہے۔ اگر آج اس کی مدد نہ کی تو دشمن کامیاب ہو جائے گا۔ اُس کے سامنے کچی دیوار کی مانند ڈھے جائے گا۔ لاریب کا وجود بھی یقین و بے یقینی کے دو پاٹوں میں پس رہا تھا..... اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

''میں اپنے بچوں کے سر پر ہاتھ رکھ کر قسم کھاتی ہوں کہ یہ چھوٹے مالک کی اولاد ہے اور کوئی ماں اپنے بچے کی جھوٹی قسم نہیں کھا سکتی.....'' وہ لڑکی روتے روتے فرش پر بیٹھ گئی اور اس قصے کو انتہائی نازک حالات کی طرف لے گئی۔

✧✧✧

زین العابدین سخت مشکل میں آن گھرا تھا۔ وہ خود کو تنہا اور بے بس محسوس کر رہا تھا..... بے گناہ ہوتے ہوئے بھی وہ گناہ گار قرار دیا جا رہا تھا۔ سب کی نظروں میں شک اور بے یقینی کی پرچھائیاں تھیں۔ یہ سب اُس کے خون کے رشتے تھے مگر سب کے لہجوں اور لفظوں کا کھوکھلا پن اُسے توڑے جا رہا تھا۔

''مرد جوانی کے نشے میں چور ایسی کوتاہیاں کر جاتا ہے اب اگر ایسا ہو گیا ہے تو اعتراف کرے۔ اور خاندان کو بدنام ہونے سے بچائے'' یہ خیال بخت شجاع کا تھا۔

''زین العابدین..... یہ سب کیا تماشا ہے پہلے مولوی عبدالرافع کی بیٹی سے شادی اور اب یہ لڑکی..... آخر تم چاہتے کیا ہو؟'' نگہت بیگم صدمے سے نڈھال ہو کر بولیں۔

''زین بھائی..... ایسے..... نہیں نہیں ہیں.....'' فرحین کمزور لہجے میں بولی۔ فرحین کا یقین بھی بے یقینی کی ردا اوڑھے ہوئے تھا اور بی جان مسلسل خاموش تھیں۔ زین العابدین تو ان کا مان تھا..... انہیں اپنے اس پوتے سے بے حد محبت تھی۔

www.pklibrary.com

''زین العابدین..... تم اس قدر گھٹیا اور غلیظ کردار کے مالک ہو گے مجھے اندازہ نہ تھا۔ پارسائی کا ڈھونگ محض دکھاوا ہے۔ نا جانے میرا نصیب تمہارے ساتھ کیوں جُڑا تھا'' لاریب دل ہی دل میں ماتم کناں تھی۔

چہرے الگ الگ، الفاظ مختلف تھے مگر مفہوم وہ سب کا ایک ہی تھا۔ وہ لڑکی آنسو بہا کر خود کو سب کے سامنے مظلوم بنا گئی تھی۔ کچھ لوگ اپنے چھوٹے مالک کے کردار کے بارے میں جانتے تھے انہوں نے اس ساری بات کو جھوٹ کا پلندہ قرار دیا مگر بہت سے لوگوں کی زبانی حیرت در حیرت انکشافات نے سب کو گنگ کر ڈالا۔

''ہم نے بہت دفعہ چھوٹے مالک کو اس لڑکی کے گھر آتے ہوئے دیکھا.....''

''چھوٹے مالک رات کے اندھیرے میں یہاں آتے تھے اور صبح کا اُجالا ہونے سے پہلے لوٹ جاتے تھے۔

''وہ جب بھی اس کوچے میں آئے ہمیشہ پیدل آئے کبھی گاڑی پہ نہیں آئے'' اس بات پر لاریب کے دل نے اُس لڑکی کے حق میں گواہی دے ڈالی۔ کیونکہ کسی حد تک تو وہ بھی اس بات سے واقف تھی کہ زین العابدین اُس کے گھر بھی اندھیری رات میں آیا تھا۔ پیدل آیا تھا۔ سو وہ بھی انکار نہ کر پائی۔

''زین العابدین..... تمہاری تو اپنی ہی زندگی رنگینیوں سے بھری تھی۔ نا جانے کس کس وجود سے تمہاری زندگی میں بہار تھی۔ تو پھر میری زندگی کو بے رنگ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ مجھے کیوں اس مٹی کے گھروندے سے اُٹھا کر اس سونے کے پنجرے میں قید کر دیا۔''

بہت سے خون آلود الفاظ زخمی دل سے نکل کر زبان پہ مچلنے کو بے قرار تھے، مگر وہ کہہ نہ پائی اور صبر کے گھونٹ پی کر تنہائی میں اپنے پھوٹے نصیب پر ماتم کرتی رہی۔

✧✧✧

وہ لڑکی چپ نہیں بیٹھی تھی معاملہ پنچائت میں لے گئی اور انصاف کیلئے دہائیاں دینے لگی۔

''زین العابدین..... عقل سے کام لو..... جو سچ ہے وہ مجھے صاف صاف بتا دو۔ کسی کی بیٹی کے ساتھ زیادتی اگر تم کر بیٹھے ہو تو مجھے بتا دو ورنہ کل کو ساری پنچائیت کے سامنے رسوائی ہوگی.....'' پورے علاقے میں جو باتیں پھیلنے لگیں تو بخت شجاع کا پارہ چڑھنے لگا۔

''بابا جان..... میں سچ کہہ رہا ہوں۔ وہ لڑکی جھوٹ بول رہی ہے میں آپ سب کو کیسے یقین دلاؤں'' زین العابدین جھنجھلا کر بولا۔

بے گناہی کا کوئی ثبوت جو نہیں تھا حالات اس کے خلاف گواہی دے رہے تھے۔

''تو ٹھیک ہے پھر..... پنچائیت کے سامنے اپنا مقدمہ خود لڑنا..... میں تمہارے ساتھ ہرگز نہیں ہوں کیونکہ میں ان والدین میں سے نہیں ہوں جو اپنی اولاد کے گناہوں پر پردہ ڈال کر آخرت کی بربادی کو مول لے لیتے ہیں اگر تم قصوروار ہو تو تمہیں بھی ویسی سزا ملے گی جسے کسی بھی عام انسان کو ملتی ہے۔'' بخت شجاع کا انداز و لہجہ زین العابدین کو دُکھی کر گئے تھے۔

بُرے وقت میں سایہ بھی ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ آج اُس نے دیکھ لیا تھا۔

''کوئی بھی تیرا غمگسار نہیں..... تیرا کوئی بھی رفیقِ کار نہیں..... کوئی ایسا نہیں جو محبت بھرے ہاتھ سے تسلی دے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم غم نہ کرو..... زندگی کے اس پُرخار راستوں میں مجھے اپنا ہمدم پاؤ گے۔ اس مشکل گھڑی میں قدم

www.pklibrary.com

قدم پر تمہارا ساتھ دوں گی۔ تمہارے کردار کی گواہی میں دوں گی'' زین العابدین تنہائی میں جل رہا تھا۔

✧✧✧

بخت شجاع کا بیٹا زین العابدین پنچائیت کے سامنے مجرم بنا کھڑا تھا۔ علاقے کے بااثر اور معتبر لوگوں کے علاوہ ہر خاص و عام بندہ بھی موجود تھا۔ اُداس و ملول سے مولوی عبدالرافع بھی ایک کونے میں بیٹھے تھے۔ اپنی بیٹی کے غم پر دل کٹ رہا تھا۔ لاریب کو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ زین العابدین کے ساتھ اس کی زندگی بھی بند گلی میں آ گئی ہے۔

''میں اس لڑکی کو نہیں جانتا'' زین العابدین کے لہجے سے مضبوطی عیاں تھی۔

''یہ جھوٹے ہیں..... ہر مرد کی طرح بس جھوٹ بول رہے ہیں'' وہ لڑکی اپنے موقف پر ڈٹی تھی اور اور اس کے لہجے میں بلا کی مضبوطی تھی۔

''میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے کبھی کسی نامحرم لڑکی کو چھوا تک نہیں'' زین العابدین کے لہجے کی سچائی چیخ چیخ کر اپنی گواہی دینے لگی۔

''میں بھی اپنی اولاد کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ یہ بچہ اس شخص کا ہے'' وہ لڑکی بھی کہیں سے جھوٹی نہیں دکھائی دے رہی تھی۔

حاضرین و ناظرین کے چہروں پہ بھیانک خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ گرد و پیش سے بے نیاز سب ان دونوں پہ نظریں جمائے ہوئے تھے۔ اُس لڑکی نے ایک بار پھر سے سب کے سامنے دھڑلے سے اپنے بچے کے سر پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی تو بخت شجاع کی آنکھوں سے نفرت جھلکنے لگی۔ وہ جو ساری زندگی بااصول اور باکردار رہے تھے ان کے بیٹے نے ان کا سر جھکا دیا تھا۔ انہوں نے ایک نظر بھی بیٹے کے چہرے پر نہیں ڈالی۔ وہ اس وقت صرف ایک سخت گیر منصف بنے ہوئے تھے۔ جبکہ دوسری جانب مولوی صاحب کے ماتھے پہ گھبراہٹ سے پسینے کی بوندیں نمودار ہوئیں جنہیں انہوں نے عمامے کے لٹکے ہوئے سرے سے صاف کیا۔

''خدا کے بعد اگر کوئی جانتا ہے کہ یہ بچہ کس کا ہے تو صرف ایک ماں ہی جانتی ہے کہ اس کا باپ کون ہے'' وہ لڑکی زہریلی ناگن بنی پھنکاری تو پورے مجمع میں کچھ کے سر افسوس سے جھکے تو کچھ کانوں کو ہاتھ لگانے لگے۔

''تم کیا چاہتی ہو لڑکی.....'' ایک معتبر پنچائتی کی آواز گونجی۔

''انصاف اور بس انصاف.....'' اپنے روتے بلکتے ہوئے بچے کو سینے سے لگائے ہوئے وہ لڑکی بولی۔

''کیسا انصاف؟'' اب کے استفسار بخت شجاع کی جانب سے تھا۔

''میرے ساتھ کی گئی زیادتی کا ازالہ کریں چھوٹے مالک'' وہ تند لہجے میں مخاطب ہوئی۔

''کیسا ازالہ؟؟''

''چھوٹے مالک..... مولوی صاحب کی بیٹی کو طلاق دیکر مجھ سے شادی کریں اور میرے بچے کو اپنا نام دیں'' وہ اعتماد سے بولی۔

ہر طرف ہو کا عالم تھا..... خاموشی گویا جان لینے کے درپہ تھی۔ یوں لگ رہا تھا یہاں زندہ لوگ نہیں بلکہ مُردہ ہوں..... پردے میں موجود خواتین کی رحم بھری نگاہیں لاریب پر تھیں..... فرحین اور بی جان غم سے نڈھال تھیں..... نگہت بیگم کو لاریب سے کوئی مطلب نہ تھا مگر اپنے بیٹے کو مجرم بنا دیکھنا سخت تکلیف کا باعث تھا۔

www.pklibrary.com

''لاریب کی ابھی تک کوئی اولاد نہیں ہے۔ اگر ہوتی تو مجھے یہ سوتن کے روپ میں قبول ہوتی مگر اب اسے طلاق دے کر مجھ سے نکاح کرنا ہوگا..... ایک تھپڑ کے بدلے اگر یہ کم حیثیت اور غریب لڑکی کو عزت دے سکتے ہیں تو پھر مجھے کیوں نہیں؟؟ اگر اتنے انصاف پسند ہیں کہ تلافی و ازالے کیلئے لاریب کو سارے علاقے کے سارے عزت دے سکتے ہیں تو پھر مجھے غریب لڑکی کو کیوں نہیں..... جس کو دل بہلانے کیلئے استعمال کیا۔ اور جب شادی کی باری آئی تو مولوی صاحب کی حسین و جمیل بیٹی پہ فریفتہ ہوگئے.....'' وہ لڑکی بولتی چلی گئی۔

زین العابدین اُسے سخت حیرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا جو ایک کے بعد ایک الزام لگائے چلی جارہی تھی۔

مولوی صاحب سے مزید یہ تماشا نہ دیکھا گیا تو مرے مرے قدموں سے وہاں سے اُٹھ کر چل دیئے۔

''زین العابدین..... خود کو بے گناہ ثابت کرنے میں ناکام رہا ہے لہٰذا وہ اپنا جرم قبول کرے اور اس لڑکی کے ساتھ نکاح کر کے اپنے گناہ کا کفارہ ادا کرے۔ مگر پہلے مولوی صاحب کی بیٹی کو طلاق دے'' پنچائیت نے متفقہ رائے دی۔

لاریب کو طلاق دینے والی بات تو اس کے لئے ایسی تھی کہ انسان کو موت کے وقت حکم دیا جائے کہ اپنی روح اپنے ہی ہاتھوں قبض کرلو.....

''اگر آپ سب کی یہی رائے ہے تو ٹھیک ہے..... لیکن.....'' زین العابدین نے ایک قہر آلود نگاہ اُس لڑکی پر ڈالی اور دوسری نگاہ لاریب پر ڈالی تھی جس میں حسرتیں پنہاں تھیں۔ دونوں کی نظریں ملیں تو لاریب نے بے رُخی سے منہ پھیر لیا۔

''میں لاریب کو طلاق نہیں دوں گا'' اُس کی نگاہیں ابھی بھی طواف محبوب میں مشغول تھیں۔ اس کا لہجہ بھیگا اور تھکا ہارا سا تھا۔ اُس کے ٹوٹے ہوئے لہجے کی چبھن فرحین کو تڑپا گئی۔ نگہت بیگم کی تو دلی خواہش تھی کہ لاریب کو طلاق ہو۔ مگر بیٹے کیلئے ماتا بھی بے چین تھی..... اونہہ ہر حال میں اس منحوس لڑکی کی فکر رہتی ہے۔

''یہ لڑکی..... میرے ساتھ شہر چلے..... میڈیکل رپورٹ اگر تصدیق کر دیتی ہے کہ یہ بچہ میرا ہے تو میں.....'' زین العابدین نے بمشکل لفظوں کو سمیٹا

''میں لاریب کو..... طلاق دے دوں گا!''

✧✧✧

کمرے کی واحد کھڑکی جو باہر کے مناظر کو بخوبی اجاگر کرنے کا ذریعہ تھی شام ڈھلنے کو تھی۔ پربت کے پار ڈوبتے تھکے ماندے سورج کو کتنی دیر سے وہ دیکھ رہی تھی۔ کھیتوں میں کام کرنے والے محنت کش اپنے مویشیوں سمیت اب گھروں کو لوٹ رہے تھے دن بھر کی مشقت کے باوجود ان کے چہروں پر طمانیت چھائی تھی۔ کہ وہ صبح سویرے ہی سے اپنے کام میں جُت کر اب تک مکمل کر چکے تھے۔ کام ہی تو ان کے لئے زندگی ہے۔ اگر انسان کام چھوڑ کر بیٹھ جائے تو زندگی کتنی بے مقصد ہو جائے..... اپنے مقاصد کے سامنے سب تھکاوٹیں ہیچ ہوتی ہیں۔ بیلوں کے گلے میں بندھی گھنٹیوں کا شور بڑی دیر تک سنائی دے رہا تھا۔ دکھوں کی آمیزش لئے پانی اُس کی آنکھوں سے بہنے لگا۔ اُسے اپنا آپ بے حد کمتر لگ رہا تھا اُس سے بہتر تو یہ مزدور، کسان اور مویشی تھے۔ جو کام کرتے

www.pklibrary.com

تھے بامقصد زندگی گزار رہے تھے۔

''کتنی بہتر زندگی ہے ان غریبوں کی۔ جو بیکار نہیں گزر رہی۔'' اس کے دل میں ہوک سی اٹھی۔

تو آنکھوں سے بہتا پانی پونچھا

''کبھی میری زندگی بھی بامقصد تھی..... میری زندگی بھی بے کار نہیں تھی بلکہ میرے مقصدِ حیات کی تکمیل میں جتی تھی۔ جب لوگ میرے کام سراہتے تو کتنی خوشی ہوتی تھی۔ کتنی پُرعزم تھی میں کہ اس علاقے کی خواتین بھی اب پڑھی لکھی ہوں گی۔ مگر اب یہ زندگ تو بس خالی کشکول کی مانند رہ گئی تھی.....!'' اُس نے گہری سانس کھینچی اور آنکھیں موند کر سر کھڑکی کے پٹ کے ساتھ لگالیا۔

''بیس سالہ کنواری ماں اُس کے چشم زدن میں آگئی'' جو اس علاقے کے مالک کے کرتوتوں کا بوجھ اپنی گود میں اٹھائے پھر رہی تھی اور ہاتھ پھیلا کر اپنے لئے انصاف کی بھیک مانگ رہی تھی۔

''اسے سہارا چاہئے..... محفوظ سائبان دیا جائے۔ اُس کے بچے کو باپ کا نام ملے۔ اس سب کی خاطر کیسے سب کے سامنے خود کو رسوا کر گئی تھی۔ اپنے راز کو خود ہی سب کے سامنے برہنہ کر گئی تھی..... مگر اب اپنی بربادی کے بعد اپنی اولاد کو برباد نہیں ہونے دے گی'' لاریب کو اس لڑکی کے دلی ہمدردی ہو رہی تھی وہ بھی تو لاریب کی طرح چھوٹے مالک کے ظلم کا شکار تھی۔

''چھوٹے مالک..... لاریب کو طلاق دیکر مجھ سے نکاح کریں کیونکہ میں ان کے بچے کی ماں ہوں اور لاریب کی اولاد نہیں ہے!'' اس کی بات میں وزن تھا لاریب کے دل نے تصدیق کی مہر ثبت کی۔

''تم اتنے گہرے انسان نکلو گے میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ یہ پارسائی صرف داد سمیٹنے کیلئے تھی.....'' بند آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔

درختوں پر یکا یک پرندوں کا شور بہت بڑھ گیا تھا۔ کیونکہ اندھیرا ہوتے ہی پرندے واپس اپنے گھروں کو لوٹ آئے تھے۔ عجیب سی گہما گہمی تھی۔

''یہ تو پرندے ہیں۔ ٹھکانہ ان کے لئے بھی ضروری ہے تو پھر وہ لڑکی اور اُس کا بچہ..... وہ بھی تو جیتے جاگتے انسان ہیں۔ وہ بچہ کوئی موم کا گڈا تو نہیں سانس لیتی زندگی تھا۔ اُس کی رگوں میں خون تھا چاہے کسی بدکردار انسان کا ہی خون تھا۔'' لاریب نے بے دردی سے آنسوؤں کو رگڑ ڈالا۔

''نا جانے ان مردوں کو کس نے اجازت دی ہے کہ عورتوں کی زندگی برباد کر کے خود بے لگام گھوڑوں کی طرح دوڑتے رہیں۔ جب تھک جائیں اور ستانے لگیں تو وہاں بھی اپنی آوارگی کی کوئی داستان رقم کر آئیں.....!'' لاریب کو زین العابدین کے وجود سے اس کے تصور سے بھی گھن آرہی تھی۔

''کیا فائدہ اس مردانہ وجاہت کا کہ انسان باطنی حُسن سے محروم ہو'' اُس نے نفرت سے سوچا۔

''ہیرا ہے ہیرا وہ شخص۔ ایک وقت آئے گا جب تمہیں میری ہر بات ہر فیصلہ درست لگے گا'' مولوی صاحب کے الفاظ کی بازگشت اس کی سماعتوں کو چیرنے لگی تو سوچوں میں تلاطم پیدا ہوگیا۔

''اس بدکردار شخص کے پلے باندھنے کی بجائے آپ اپنی بیٹی کو اندھے کنوئیں میں

www.pklibrary.com

پھینک دیتے'' اُس نے خیالوں میں ہی باپ سے شکوہ کیا۔

فضا میں مخصوص خوشگوار پرفیوم کی مہم بکھری تو لاریب کو اس شخص کی آمد کی اطلاع ملی۔ جس کے قیمتی لباس سے یہ مسحور کن خوشبو اُٹھتی تھی۔ نفرت سے اس کے دماغ میں آندھیاں چلنے لگیں۔

''کتنا بے حیا انسان ہے۔ اس کو لوگوں کے سامنے آنے سے بھی کترانا چاہئے مگر یہ یوں دندناتا پھر رہا ہے جیسے بہت نیک کام سرانجام دیا ہو۔''

اس سے پہلے کہ وہ مڑتی۔ دو ہاتھوں نے نرمی سے اسے تھام لیا۔

''لاریب..... کیا باقی سب لوگوں کی طرح تم بھی مجھے قصوروار سمجھ رہی ہو۔''

زین العابدین کے لہجے میں تھکے ہوئے مسافر کی مانند تھکن تھی جو مہینوں سفر کر کے آیا ہو۔ اس اُمید پر کہ اسے سایہ دار شجر نصیب ہو جائے گا۔ لاریب اور اُس کے درمیان اس موضوع پر ابھی تک کوئی کلام نہ ہوا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ اس کے بارے میں کیا رائے رکھتی ہے؟''

وہ سننا چاہ رہا تھا کہ وہ کیا کہتی ہے۔

''لاریب..... میاں بیوی تو ایک دوسرے کا لباس ہوتے ہیں ایک بیوی سے زیادہ کسی کو اندازہ نہیں ہوتا کہ اس کا شوہر کیا ہے؟ کیا تم بھی مجھے بدکردار اور بے ایمان سمجھتی ہو۔ کیا میں ایسا گھناؤنا فعل کر سکتا ہوں؟'' زین العابدین کے لہجے میں مان بھری بے قراری تھی

''ہاں..... ہاں آپ اتنے غلیظ اور گھٹیا ہو سکتے ہیں!'' لاریب نے کہتے ہوئے خود کو اس کی گرفت سے آزاد کروایا۔

''میری بھی یہی رائے ہے کہ آپ گھٹیا اور گندے کردار کے مالک ہیں۔ ہوس پرست، سنگدل اور بے حس انسان۔ جس کا وجود غلاظت سے بھرا ہے۔'' اس کی آنکھیں لہو رنگ ہونے لگیں۔

زین العابدین پتھر کے بت کی مانند یہ انکشافات اپنی ذات کے متعلق سُن رہا تھا۔ جن سے وہ ابھی تک لاعلم تھا۔

''آپ ظالم ہیں۔ زندگیوں کو تباہ کرنا آپ کا مشغلہ ہے مجھے آپ کے وجود سے آپ کی صورت سے نفرت ہے!'' لاریب نے آج سب کہہ ڈالا تھا جو اُس نے کبھی نہیں سوچا تھا۔

وہ جو مجنوں بنا محبت کی وادیوں میں اُس کا ہاتھ تھامے محوِ سفر تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ اس سے خفا تھی مگر اپنی محبت کی صداقت پر یقین تھا کہ اُس کی بے رخی محبت میں بدل جائے گی مگر نفرت'' وہ ابھی تک حیران تھا۔

لاریب روئے چلی جا رہی تھی۔ وہ نڈھال سی ہونے لگی تھی۔

''اتنی نفرت کرتی ہو مجھ سے؟'' بہت دیر بعد وہ بولا۔

''ہاں بے حد نفرت کرتی ہوں..... اس دنیا میں سب سے زیادہ مجھے آپ سے نفرت ہے۔ دل چیر کر دکھانے پر قادر ہوتی تو دکھاتی کہ مجھے آپ سے کتنی نفرت ہے'' وہ پھٹ پڑی۔

اتنے دنوں کی خاموشی میں یہ طوفان چھپا تھا۔ جو جب آیا تو زین العابدین کا سب کچھ ساتھ لے گیا تھا بالکل خالی ہاتھ خالی دامن رہ گیا تھا۔

''آپ نے اُس لڑکی کی زندگی برباد کی۔ میری زندگی برباد کی۔ میرا اسکول.....'' وہ اب زمین پر بیٹھ کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی تھی جیسے کس کی موت ہو گئی ہو۔ یہ تو کوئی اجنبی

www.pklibrary.com

لاریب تھی۔

''سکول.....'' فضاء میں پھیلتے دھوئیں کے بادل..... کرین کا شور..... ہر طرف تباہی و بربادی اپنی مردانہ انا کی تسکین کا احساس، سب کے سامنے تھپڑوں کی گونج زین العابدین کو بھولی بسری داستان یاد کروا گئی..... وہ تو سکول کو بالکل فراموش کر گیا تھا۔ جو کسی کا خواب تھا مقصدِ حیات تھا وہ بس اس پہ مطمئن تھا کہ اس نے سارے علاقے کے سامنے لاریب کو بے عزتی کے بدلے عزت دے دی تھی۔ بے عزتی کے بدلے عزت..... مگر احساس ہوا کہ قصہ تو وہیں کا وہیں کھڑا تھا۔ زین العابدین کے دل پہ زوردار ہتھوڑا لگا کہ دھمک اُس کے کانوں کے پردے پھاڑ گئی۔ ''میرا سب کچھ چھین لیا آپ نے۔ میرا سکول..... میرا مقصدِ حیات..... میرے خواب، میری خوشیاں اور میرا بچپن کا دوست عمیر.....!'' پر حدت قطرے اس کے رخساروں پر پھیلتے چلے گئے۔

زین العابدین پر تو آج نئے نئے انکشافات ہو رہے تھے۔ وہ عالمِ حیرت میں گھرا اسے دیکھ رہا تھا۔

عمیر..... وہی سانولی رنگت کا عام سی شخصیت کا مالک اس کے تصور میں آیا۔ تو سینے میں سانسوں کا توازن بگڑنے لگا۔

''لاریب..... تت..... تم مجھ سے..... میرے ساتھ.....!'' زین العابدین نا جانے کیا کہنا چاہ رہا تھا مگر ذخیرہ الفاظ گویا ختم ہونے لگے تھے مخل حواسوں کے ساتھ اس نے اپنی پیشانی تھام لی۔ سوال تو بہت سے تھے مگر زبان فالج زدہ ہو گئی تھی۔

''کیا تم میرے ساتھ نہیں رہنا چاہتی.....'' زین العابدین کی آنکھیں حیرت سے پھٹنے لگیں۔

اُسے یہ سب قبول کرنا انتہائی دشوار لگ رہا تھا۔ اُسے لگا کہ وہ کوئی خواب دیکھ رہا ہو۔ بے حد بھیانک خواب..... آنکھ کھلے گی تو اس کی زندگی لاریب آنکھوں کے سامنے صوفے پہ آنکھیں موندے سو رہی ہوگی۔ وہ جانتا تھا کہ وہ اس سے خفا تھی مگر اتنی نفرت کرتی تھی اس کا اندازہ آج ہو رہا تھا۔ وہ جو سب کچھ بھول گیا تھا مگر لاریب کچھ بھی بھلا نہ پائی تھی۔

''میرے لئے اس سے زیادہ بدقسمتی کی بات کیا ہوگی کہ میں..... دنیا میں جس شخص سے سب سے زیادہ نفرت کرتی ہوں وہ اور میں ایک ہی چھت تلے زندگی گزار رہے ہیں۔ وہ شخص جس نے مجھے میرے مقصد سے دور کر دیا میں اس کے گھر میں اس کے کمرے میں رہتی ہوں'' روتے روتے اُس کی آواز پھٹ سی گئی تھی۔ اُس کی حالت اُس پاگل جیسی ہو رہی تھی جو عالمِ دیوانگی میں خود کو ہی نوچ کھسوٹ ڈالے۔

''نفرت'' اُس کے دل پر یہ لفظ کسی پتھر کی طرح لگا تھا۔

وہ تو اس ''انجان لڑکی'' کے حوالے سے لاریب کی اپنے متعلق رائے لینا چاہ رہا تھا مگر یہاں تو معاملہ ہی الگ تھا وہ تو اس کی ذات کے خلاف شکایتیں لیکر بیٹھ گئی تھی وہ ایک کے بعد ایک تیر اس کے اوپر برسا رہی تھی۔ اس کا ہر شکوہ زین العابدین کو گہری کھائی میں گراتا جا رہا تھا۔

''میرا سب کچھ چھین لیا۔ مجھے خالی ہاتھ کر دیا..... میرا باپ جس نے مجھے شہزادیوں کی طرح پالا میرے ناز اُٹھائے اس شادی کی خاطر مجھے مارا..... میرا نکاح بالجبر کروایا گیا'' لاریب نے زین العابدین کا ایک اور ظلم اس کے سامنے رکھ دیا جس نے ملامتوں کا روپ دھار کر اُس کے اردگرد خونی رقص شروع کر دیا۔

www.pklibrary.com

''مگر..... میں نے تمہیں..... پورے علاقے کے سامنے ذلت کے بدلے عزت دی..... کیا یہ کافی نہیں تھا'' زین العابدین نے بمشکل استفسار کیا

''نہیں ہے کافی..... سُنا آپ نے کچھ کافی نہیں تھا!'' وہ آج کوئی بھی لحاظ کئے بغیر زور سے چلائی تو امیدوں کے دیئے کی لو یکدم ہی بجھ سی گئی۔ یوں لگا ہر طرف اندھیرا سا چھا گیا ہو۔ اُس نے تھکا ہوا گہرا سانس لیا۔

''آپ کی زندگی میں تو ہزاروں رنگینیاں تھیں میری زندگی کی شمع بجھانے کا آپ کو کوئی حق نہیں تھا۔ آپ کے پاس تو دل بہلانے کے لئے بے شمار عورتیں تھیں پھر مجھے قید خانے میں کیوں بند کیا۔ تاحیات قید میرا مقدر بنا دی.....'' وہ طنزیہ بولی

''تمہاری..... بے پناہ نفرت کے باوجود میں..... تمہیں خود سے الگ کرنے کی ہمت نہیں پاتا.....!''

وہ پھیکا سا مسکرایا اور اُس کے سپاٹ چہرے پر نگاہ ڈالی۔

تنفر کے مارے لاریب نے چہرہ دوسری جانب پھیر لیا اور ٹانگوں کے گرد بازوؤں کا حصار بنا لیا۔ وہ بری طرح سے بکھری ہوئی تھی بس رسمِ دنیا ادا کرنے کے لئے خود کو سنبھال رہی تھی۔ زین العابدین کی گہری سلگتی نگاہوں کا مرکز اس کا چہرہ تھا جو اسے ایک نظر بھی دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔ کمرے میں یوں خاموشی چھائی ہوئی تھی جیسے وہاں زندہ انسان موجود ہی نہ ہوں..... اُس کی نفرتوں کو اپنی آنکھوں سے اُتار کر اندر تک پہنچایا اور دل کو اپنی حیثیت و اہمیت کا احساس دلایا جو لاریب کی نظر میں تھی تو اندر تک صفِ ماتم بچھ گئی۔

''تم دُعا کرو لاریب..... میڈیکل رپورٹ میری بدکرداری ثابت کر دے تو تمہیں بھی آزادی کا پروانہ مل جائے گا.....'' لبوں پہ پھیکی بکھری مسکراہٹ اندرونی ٹوٹ پھوٹ کی عکاس تھی۔

لاریب خاموش رہی تھی۔ آنسو ابھی بھی گال بھگو رہے تھے وہ اُس کے کرب و غم سے یکسر لاتعلق تھی۔

''یا پھر.....'' وہ بولتے بولتے رُکا۔

''دعا کرو مجھے موت آ جائے اور تمہیں بھی اس سزا سے نجات مل جائے'' وہ کہہ کر خاموش ہو گیا۔

''موت.....!'' یکا یک ساکت ہوئے وجود میں ارتعاش پیدا ہوا تھا۔

''موت..... ڈھیٹ لوگ تو مرتے بھی آسانی سے نہیں.....!'' لاریب نے ترکش کا آخری تیر بھی پھینکا، تو اب مزید کچھ نہیں رہ گیا تھا۔

زین العابدین کو لگا اس کی ہستی کی عمارت زمین بوس ہو جائے گی۔ وہ خود کو یکدم ہی ضعیف العمر شخص محسوس کرنے لگا جو بغیر سہارے کے چل بھی نہ پائے گا۔ لاریب کی نفرت تو آخری حدوں کو چھو رہی تھی۔ اور ہر چیز کی آخری حد تو فقط موت ہی ہے۔ سب کچھ ختم کرنے والی۔ مٹا ڈالنے والی..... وہ اپنا کھوکھلا وجود لیکر چلایا۔ مگر چند قدم چل کر رک گیا۔

''تم دُعا تو کرو لاریب..... دُعاؤں میں بڑی طاقت ہوتی ہے!'' وہ دلگرفتگی سے بولا۔

نہ خواہشیں نہ جستجو
پس آئینہ میرے روبرو
تیرے واسطے میں
کچھ نہیں

www.pklibrary.com

میرے واسطے بس تُو
ہی تُو!

ایک شکستہ سی نگاہ اُس پر ڈال کر وہ کمرے سے باہر نکل گیا.....

✦✦✦

دل پہ حزن و ملال کی کیفیت چھائی ہوئی تھی۔ ہر قدم اُٹھانا دشوار ترین ہو رہا تھا۔ زینے سے اُترتے ہوئے اُس نے نگاہ کسی گوشۂ سکون کی تلاش میں دوڑائی وہ ایسا ''سلطان'' تھا جو اپنی سلطنت میں خود ہی دربدر ہو گیا تھا۔

''ارے میرے لعل..... ابھی تک سوئے نہیں؟ سکون کی تلاش اُسے بی جان کے کمرے میں لے آئی..... جو ذکر و اذکار میں مصروف تھیں۔ بچپن سے ہی وہ اپنی ماں سے زیادہ دادی کے قریب رہا تھا۔ بی جان کی گود اُسے ہر غم بھلا دیتی تھی اب بھی اس نے اپنا سر ان کی گود میں رکھا تو وہ حیران رہ گئیں۔

''نیند نہیں..... آ رہی تھی.....!'' کرب کو چھپانے کی غرض سے اُس نے آنکھیں بند کر کے جواب دیا۔

''کیا ہوا..... طبیعت تو ٹھیک ہے؟'' انہوں نے تشویش سے اس کی پیشانی کو چھوا۔

''جی طبیعت تو ٹھیک ہے طبیعت کو کیا ہونا ہے؟'' وہ تھکے ٹوٹے انداز میں بولا اپنی ذات سے لاتعلقی کا احساس بڑھنے لگا تھا اب بے حسی طاری ہونے لگی تھی..... اپنے آپ سے بے نیازی بڑھنے لگی تھی۔

''صبح تم نے شہر بھی جانا ہے اس موئی مصیبت کے ساتھ..... خدا غارت کرے اُس بدذات کو'' بی جان غصے سے بولیں۔

''نا جانے کس کا گناہ میرے بچے کے سر پر تھوپ رہی ہے بے حیاء..... لگتا ہے اسی پریشانی میں نیند نہیں آ رہی.....'' انہوں نے اپنی فہم و فراست کے مطابق قیاس آرائیں کی۔

زین العابدین جواب میں خاموش رہا تھا۔ نہ تصدیق اور نہ ہی تردید کی تھی۔ اُس کی اتنی گہری خاموشی اور اُداسی رائن کا ماتھا ٹھنکا.....

''کیا بات ہے میری جان..... کیا اُس لڑکی والے معاملے کی وجہ سے پریشان ہو..... میں نے آج سے پہلے تمہیں کبھی اتنا غم زدہ نہیں دیکھا'' وہ بھی زین العابدین کی رمزیں جانتی تھیں۔ اُس کے خوشی و غم کے موسموں سے آگاہ تھیں۔ وہ تو کسی ماہر طبیب کی طرح اُس کی رگ رگ سے واقف تھیں۔ انہوں نے محبت و شفقت سے اُس کی پیشانی کو چھوا تو بند آنکھوں میں بھی نمی اترنے لگی۔

''نہیں بی جان..... میں اس معاملے کی وجہ سے پریشانی نہیں ہوں'' وہ یوں بولا جیسے یہ تو بہت عام سی بات ہو۔ بے شک حالات و واقعات اُس کے خلاف تھے مگر ضمیر کی عدالت میں وہ بے گناہ تھا یہی اطمینان اس کے لہجے سے عیاں تھا۔ زین العابدین کا دل چاہ رہا تھا کہ ننھے بچے کی طرح بی جان کی گود میں سو جائے اور ہر درد ہر غم سے بے نیاز ہو جائے۔

''زمانہ چاہے لاکھ بکواس کرے مگر میں جانتی ہوں میرا بچہ بالکل بے گناہ ہے۔ وہ ہرگز بدکردار نہیں۔ وہ لڑکی جھوٹی اور مکار ہے بدکار ہے..... دیکھنا کیسے اُس پر اللہ کی پھٹکار پڑے گی۔ دیکھنا رپورٹیں کیسے اُس کا بھید کھلیں گی..... حرافہ خود ہی اپنے جال میں پھنسے گی'' ب جان کے گال غصے سے دہکنے لگے۔

''بی جان..... آپ کا دل میری طرف سے صاف ہے..... میرے لئے یہی کافی ہے''

اُس نے ان نے جھریوں زدہ ہاتھوں کا

www.pklibrary.com

بوسہ لیتے ہوئے کہا۔

اُن کے ہاتھ اپنے سینے پہ رکھ لئے..... یہ سوچے بغیر کہ بے ترتیب دھڑکنیں اپنی بے ترتیبی کا افسانہ بی جان کو نہ سنادیں..... بی جان نے گہری خاموش نگاہ اُس کے سُتے ہوئے چہرے پر ڈالی..... انہیں اس کے کرب کا اندازہ تو ہو رہا تھا مگر حقیقت سے وہ بے خبر تھیں۔

''زین العابدین..... میرا دل کہتا ہے تمہارے خلاف سازش ہوئی ہے۔ پہلے علاقے کی زمینوں پر قبضہ، تمہارے اور لاریب کے بارے میں الٹی سیدھی افواہیں، پھر ڈسپنسری والا معاملہ، اب یہ لڑکی اچانک سے بچہ لیکر آ گئی ہے۔ مجھے تو یہ ساری حرکتیں سکندر عالم کی لگ رہی ہیں جو اپنی بہن کی وجہ سے زخمی ناگ بنا ہوا ہے۔ تیرے چچا کو میں نے بہت سمجھایا تھا کہ ایسے نیچ لوگوں میں شادی نہ کرے مگر اُس نے میری ایک نہیں مانی۔ اب دیکھ لو نتیجہ۔ سکندر عالم ہمارا خون ہوتے ہوئے بھی ہمارے خلاف سازشیں کر رہا ہے۔ یہ تربیت کی تھی تمہاری چچی نے ان دونوں کی.....!'' بی جان نے کافی باریک بینی کے بعد بڑی اہم بات کی تھی۔

''جانتا ہوں..... بہت اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ یہ سب سکندر عالم کے اوچھے ہتھکنڈے ہیں'' وہ بولتے بولتے رک سا گیا۔

نگاہیں غیر مرئی نقطے پر جما دیں۔ دل و دماغ میں جنگ سی چھڑ گئی..... ایک خیال دوسرے خیال کو پچھاڑنے لگا۔ طبیعت مکدر سی ہونے لگی..... دل سنگین اقدام اٹھانے کی طرف مائل ہونے لگا۔ لاریب کا نفرت میں بسا ایک ایک لفظ پورے بدن میں قیامت ڈھا گیا تھا۔ یکا یک باغیانہ خیالات کی یلغار ہونے لگی۔

''لاریب کو طلاق دیکر قصہ ختم کر دیتا ہوں۔ سکندر عالم کی دشمنی اپنے آپ مر جائے گی۔ ریشم سے شادی کر کے دشمنوں کی زبانوں پہ چپ کا قفل لگ جائے گا۔ بکھرا ہوا خاندان پھر سے اکٹھا ہو جائے گا۔ فرحین کا برباد آشیانہ پھر سے آباد ہو جائے گا اور لاریب بھی آزادی سے جی سکے گی.....'' وہ سوچے چلا گیا۔

لاریب کے خیال پہ دھڑکنیں تھمنے لگیں۔ ان سب حالات کو ٹھیک کرنے کے لئے لاریب کو خود سے جدا کرنا ضروری تھا..... بس یہی آ کر دل مچلنے لگتا تھا دل میں درد سا اُٹھا تو وہ تڑپ گیا.....

''اس کام کی ہمت کی طرح سے لاؤں'' اس نے خود سے سوال کیا تو جواب میں خاموشی ملی تھی اُس نے پھر سے تھک کر آنکھیں موند لیں۔

''میں جانتی ہوں بیٹا کہ..... اس وقت حالات کی نزاکت کی وجہ سے تمہیں سب کی طرف سے رنج پہنچا مگر..... موقع ہی ایسا تھا کہ خود کو یقین دلاتے دلاتے ہم خود تھکنے لگے تھے۔ مگر مجھے اللہ پاک کی ذات پر پورا بھروسہ ہے کہ صحیح حقیقت کھل کر سب کے سامنے آ جائے گی.....'' بی جان کو لگا کہ گھر والوں کے رویے پر وہ دلگرفتہ سا ہے۔

''نہیں..... بی جان مجھے کسی کے بھی رویے کا دکھ نہیں..... سب انسان ہیں اور کوئی بھی واقعہ انسان کو ایسے ہی سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے مجھے کسی سے بھی کوئی شکایت نہیں.....'' اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکا کہ دُکھ تو صرف ایک نے دیا ہے وہ بھی ایسا کہ موت کی تمنا کر بیٹھا ہوں.....

✦✦✦

صبح سویرے ہی زین العابدین کا قافلہ شہر

www.pklibrary.com

کیلئے نکل پڑا۔

بخت شجاع کے علاوہ کچھ معتبر پنچائتی بھی بطور گواہ ہمراہ تھے..... ''ملزم'' کے چہرے پر اعتماد جبکہ ''مدعی'' (یعنی اُس لڑکی کے چہرے پر خوف کی پرچھائیاں تھیں..... اول تو وہ شہر جانے کیلئے تیار نہ تھی۔ اصرار پر حیلے بہانے بنانے لگی مگر زین العابدین کی زور زبردستی کے سامنے وہ مجبور ہو کر ساتھ چل دی.....

گاڑی ڈھلوان راستوں سے اُترتی تیزی سے بھاگتی جا رہی تھی۔

''لڑکی..... ابھی بھی وقت ہے کہ سچ اُگل دو کہ تم نے یہ سازش کسی کے بہکاوے میں آ کر چھوٹے مالک کے خلاف سازش کی ہے۔ تو ہم تجھے معاف کر دیں گے اور کچھ نہیں کہیں گے؟'' ایک بزرگ نے اس لڑکی کو مخاطب کیا۔

''نہیں..... جی.....!'' وہ بُری طرح سے ہکلائی

''میں نہیں..... کک کسی کے بہکاوے میں آئی..... مجھے میرے بچے کی..... ق قسم.....!'' وہ گھبرا رہی تھی۔

وہ قسم بھی یوں اٹک اٹک کر کھا رہی تھی کہ صاف اُس کا جھوٹ کھل رہا تھا۔ زین العابدین نے ایک عصیلی نگاہ اس پر ڈالی۔ جس کی عرق آلود پیشانی اُس کی گھبراہٹ کی گواہ بنی ہوئی تھی۔

''شہر بس قریب ہی ہے ابھی دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے گا..... اگر زین العابدین قصوروار نکلا تو میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس لڑکی کے ساتھ انصاف ہوگا!'' بخت شجاع کی بات پر اُس لڑکی کے چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔

''میں نے ہمیشہ عورت کا احترام کیا عزت دی..... اگر میرے بیٹے سے تمہارے ساتھ زیادتی ہوئی ہے تو پھر گناہ گار کو سزا سے کوئی نہ بچا سکے گا..... یہ اس بچے کو اپنا نام بھی دے گا اور تم سے شادی بھی کرے گا.....'' بخت شجاع کے لہجے میں مضبوطی تھی۔ اس وقت اُن کا اکلوتا بیٹا صرف اور صرف مجرم تھا اور وہ مجرم کو سزا دینے کے قائل تھے رعایت دینے کے نہیں.....

زین العابدین لاتعلقی سے بیٹھا تھا یوں جیسے یہ اس کا معاملہ ہی نہ ہو..... دل کو تو اُداسیوں نے اپنے گھیرے میں لے رکھا تھا۔

''نفرت ہے مجھے آپ سے..... آپ نے میری خوشیاں چھین لیں مجھے تہی دست کر دیا.....''

لاریب کے لفظوں کا زہر اُس کی سماعت میں اُترا تو دل غم زدہ ہونے لگا۔

''وہ کیوں جا رہا ہے شہر۔ کس کے سامنے اپنے کردار کی گواہی دینے کیلئے یہ سب کشٹ اُٹھا رہا ہے۔ اتنے قصور اور گناہ تو وہ پہلے ہی گنوا چکی تھی۔ اب وہ بے قصور نکل بھی آئے تو کیا وہ معاف کر دے گی۔ وہ محب تو پھر بھی نہیں کرتی.....'' زین العابدین کی سوچوں کا محو لاریب کی ذات ہی تھی۔ اُس نے کرب سے آنکھیں بند کر لیں۔ لفظ ''نفرت'' کی گونج ہر طرف سنائی دے رہی تھی۔ اس نے نڈھال ہو کر سیٹ بیک کے ساتھ ٹیک لگائی ہی تھی کہ گولی کی آواز پر چونک اُٹھا۔

وہ ہوائی فائرنگ ہرگز نہیں تھی۔ بلکہ سوچی سمجھی سکیم کے تحت گولیاں چلائی جا رہی تھیں..... اس افتاد پر سب ہی گھبرا اُٹھے..... بخت شجاع کے حکم پر گاڑی کی رفتار تیز کر دی گئی۔ مگر فائرنگ کا سلسلہ تواتر سے جاری رہا۔ اور ٹارگٹ بھی انہی کی گاڑی تھی۔ پیچھے آنے

www.pklibrary.com

والی دو گاڑیوں میں باقی افراد اور گارڈ بھی موجود تھے جن کی طرف سے جوابی فائرنگ کی گئی مگر کوئی تھا جو ان کے تعاقب میں تھا۔ اس صورتحال پر وہ لڑکی رونے لگی تو اُس کا بچہ بھی چلانے لگا۔

خوش قسمتی سے ابھی تک سب محفوظ تھے۔ مگر اگلے لمحوں میں ہی ایسا واقعہ ہوا کہ سب کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ فائرنگ کا سلسلہ رکا تو ہر طرف خاموشی چھا گئی..... موت جس کے تعاقب میں تھی اُس کو ساتھ لیا اور رخصت ہوگئی۔

✧✧✧

''ارے خدا غارت کرے۔ اُن دشمنوں کو جو میرے بچے کی جان کے دشمن بن گئے ہیں'' بی جان ابھی تک رو رہی تھیں۔ ان کے آنسو تھمنے میں ہی آرہے تے۔

''اماں..... میں نے کالے بکروں کا صدقہ دے دیا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ جان بچ گئی'' بخت شجاع اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ پائے تھے..... وہ ابھی بھی اُس خوفناک منظر کو بھلا نہ پا رہے تھے۔

''میرا دل تو پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ یہ کوئی ضرور گہری سازش ہے میرے بیٹے کے خلاف۔ ایک کے بعد ایک پریشانی نے تو میرے بچے کا پیچھا ہی لے لیا ہے ایسی سبز قدم ہے یہ لاریب کہ میرے بیٹے کی زندگی میں پریشانیاں ہی بھر دی ہیں'' نگہت بیگم نے روتے ہوئے لاریب کو طنز کیا۔ اُس کی بے نیازی پر اُسے گھورا تھا۔

''ہے کوئی اس لڑکی کے چہرے پر خوف یا فکر.....'' نگہت بیگم نے لاریب کو دیکھتے ہوئے دانت پیستے ہوئے کہا۔

''فرحین..... اپنے بھائی کی تیمارداری میں لگی ہے بے چاری..... ہاں بھئی آخر خون جو ایک ہے..... اور یہ مہارانی یوں لاتعلق بنی بیٹھی ہے جیسے اس کا شوہر زخمی نہیں ہوا بلکہ کسی اور کا ہوا ہے'' نگہت بیگم کی بات پر زین العابدین نے ایک زخمی نگاہ اس پر ڈالی تھی جو اس کی بے نیازی کی ساری روداد سُن اور سمجھ چکا تھا۔ فرحین کو بھی عجیب سا احساس ہوا۔ دوران سفر جو فائرنگ کا سلسلہ شروع ہوا تو دو گولیاں اُس لڑکی کو جا لگیں..... مگر اس کا بچہ محفوظ رہا تھا۔ وہ لڑکی زین العابدین کے ساتھ پچھلی سیٹ پر اس لئے گولی زین العابدین کے بازو میں جا لگی تو خون فوارہ چھوٹ پڑا.....

''بڑے مالک..... میں..... خدا..... کی..... قسم کھا کر کہہ..... کہتی ہوں کہ چھوٹے..... ما..... مالک بے گناہ ہیں..... یہ..... بچہ ان کا نہیں ہے'' لڑکھڑاتی زبان سے اُس لڑکی نے مرنے سے پہلے سچ بول کر اپنی بخشش کا سامان کر دیا۔

''تم سے یہ سب کس نے کہا تھا کرنے کو.....؟'' موت نے اپنے ہی خون میں تربتر اُس لڑکی کو اتنی مہلت ہی نہیں دی کہ وہ مزید کچھ بتاتی۔ وہ بخت شجاع کے انتہائی اہم سوال کا جواب دیئے بغیر وہ موت کی وادی میں اُتر گئی۔

✧✧✧

''شکر ہے زین بھائی..... آپ سلامت ہیں اگر آپ کو کچھ ہو جاتا.....!'' فرحین اپنے بھائی کو زخمی دیکھ کر آبدیدہ سی ہو کر اُس کے سینے سے جا لگی۔

''ارے پگلی..... رو کیوں رہی ہو..... تمہارے سامنے زندہ سلامت موجود ہوں'' زین العابدین نے پیار سے اُس کے سر کو تھپکتے ہوئے کہا۔

www.pklibrary.com

''زین..... اُس لڑکی کا بچہ کیوں گھر لے آئے ہو.....؟'' نگہت بیگم نے ملازمہ کی گود میں بچہ روتے ہوئے دیکھا تو پوچھے بنا نہ رہ سکیں۔

''امی جان..... بے چارہ بے سہارا ہوگیا ہے'' زین العابدین نے ہمدردی سے کہا۔

''تو ہمیں اس سے کیا..... ناجانے کس کا گندہ خون ہے'' نگہت بیگم نے حقارت سے اُس پر پر نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔

''امی جان..... جس کا بھی خون ہے جس کا بھی بچہ ہے..... انسان تو ہے اور اس سب میں اس معصوم کا تو کوئی قصور نہیں..... اس بے چارے کو تو یہ بھی پتہ نہیں کہ اُس دنیا میں آتے ہی کتنی سنگینیوں کا شکار ہوگیا ہے..... باپ کا پتہ ہے نہ ماں کا.....'' زین العابدین تکلیف سے اپنا بازو دباتے ہوئے بولا۔

''اس کی کفالت آج سے میرے ذمے ہے'' زین العابدین دردمندی سے بولا۔

''تو یہ اچھی مصیبت ہے ماں ہمیں پریشان کر کے چلی گئی اور ہم اس کا بچہ پالیں..... یہ اچھا ہے بھئی!'' نگہت بیگم نے کم ظرفی سے کہا۔

''علاقے کا ایک جوڑا بے اولاد ہے۔ یہ بچہ ان کے ہاں پلے گا مگر سارا خرچہ میں اٹھاؤں گا'' وہ دھیرے دھیرے بول رہا تھا۔

لاریب نے اس سارے وقت میں پہلی بار نظریں اُٹھا کر اُسے دیکھا..... شاید اتنے بے حس انسان سے اتنے رحم کی امید جو نہیں تھی۔

''ریاکار..... منافق'' وہ دل ہی دل میں بڑبڑائی۔

''پارسا بننے کی اداکاری تو ختم ہے اس شخص پہ.....'' لاریب اب بھی متاثر نہ ہوئی اُس کے مطابق یہ محض پارسائی کا ڈھونگ ہے..... پہلے وہ اُس سے نکاح کر کے بھی ڈھونگ کر چکا تھا..... وہ بنا کچھ بولے اُٹھ کر کمرے کی طرف چل دی۔

''بی بی..... شکر ادا کرو..... خدا کے حضور سجدہ کرو۔ اُس نے تمہارا سہاگ سلامت رکھا..... مہارانی کی بے نیازی تو دیکھو'' نگہت بیگم کے کڑوے کسیلے جملوں نے دور تک اُس کا تعاقب کیا۔

✧✧✧

رات نہایت آہستگی سے رینگ رہی تھی۔

صوفے پہ لیٹی لاریب کو گھڑیال کی آواز نے اپنی جانب متوجہ کیا۔ رات کا ایک بج چکا تھا۔

''کمرے کا دوسرا مکین ابھی تک نہیں آیا تھا.....'' اس عجیب خیال پر وہ چونکی پھر اپنے آپ پر غصہ آنے لگا۔

''آئے نہ آئے میری بلا سے'' وہ جھنجھلائی۔ سفید اُجلی چادر اُس نے سر تک تان لی اور کروٹ لیکر لیٹ گئی۔ رات کے کسی پہر اُس کی آنکھ کھلی تو نگاہ بے اختیار بیڈ کی جانب اٹھی تو وہ خالی تھا..... رات کے تین بج چکے تھے۔

کمرہ اس وجہ سے اُس نے لاک نہیں کیا تھا کہ ناجانے کس وقت وہ کمرے میں آجائے..... مگر ساری رات گزرنے کو تھی مگر وہ ابھی تک نہیں آیا تھا..... پہلے سوچا کہ نیچے جا کر صورتحال معلوم کرے۔ ابھی خیال کے تحت وہ صوفے سے اٹھنے لگی تھی کہ قدم رُک سے گئے۔

''مجھے کیا مصیبت پڑی ہے جو رات کے اس پہر نیچے جا کر معلوم کروں کہ بادشاہ سلامت کمرے میں تشریف کیوں نہیں لائے.....'' اُسے پھر سے خود پر غصہ آنے لگا تو دوبارہ سے لیٹ گئی..... کبھی خود ڈپٹتی تو کبھی بے نیازی کی

www.pklibrary.com

ردا اپنے اوپر تان لیتی..... مگر آ جا کر سوچیں زین العابدین کے گرد ہی گھومنے لگتیں۔ شاید اُس کی بے نیازی کی عادت جو نہیں تھی۔

اس لمحے مولوی عبدالرافع کی آواز گونجی تو احساس ہوا کہ اذان سحر ہونے والی ہے۔ اُس نے بے دھیانی میں اپنی خالی کلائیوں کو چھوا..... کنگن سائیڈ ٹیبل پر پڑے تھے۔

''میں اُس کے عمل کی اتنی عادی کیوں ہو چکی ہوں کہ..... دنیا اِدھر سے اُدھر ہو جائے مگر بیداری کے وقت کنگن کلائیوں میں ہی ہوں گے.....'' اس نے سوچتے ہوئے سر جھٹکا اور وضو کی غرض سے واش روم میں جا گھسی۔

✧✧✧

صبح ناشتے کی تیاری میں وہ بظاہر ملازماؤں کے ساتھ مصروف تھی مگر دھیان باہر کی جانب لگا تھا باہر سب کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں مگر ایک آواز آج خاموش تھی۔

''ناشتہ ٹیبل پر لگا دو.....'' لاریب نے ملازمہ کو ہدایت دی۔

''چھوٹی بی بی..... آپ ناشتہ نہیں کریں گی.....!'' وہ ٹرے اُٹھاتے ہوئے بولی۔

''نہیں..... میں بعد میں کر لوں گی.....'' اُس نے بہانہ تراشا۔

کیونکہ ساری حسیات تو باہر کی جانب متوجہ تھیں..... کہ ابھی شوخی بھری آواز اُبھرے گی۔

''لاریب..... ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا ہے آجاؤ.....'' اور اُس کا جواب ناپا کر بے قرار ہو کر خود ہی کچن میں چلا آئے گا۔

''میں ایسا کیوں سوچ رہی ہوں..... میں مسلسل اُس کے بارے میں کیوں سوچ رہی ہوں.....'' اُس نے خود کو سرزنش کی۔

مگر دل پر ڈانٹ ڈپٹ کا کوئی اثر نہ ہوا..... جب کافی دیر گزر گئی تو وہ جُوس کا جگ اٹھا کر ناشتے کی ٹیبل پر پہنچ گئی۔

''آؤ لاریب..... ناشتہ کر لو'' فرحین نے اُسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

سب باتوں میں مگن تھے مگر وہ ''دشمن جاں'' تو ضرورت سے زیادہ خاموش تھا شاید وہ لاریب سے بے نیاز تھا۔ کن اکھیوں سے لاریب نے اُسے دیکھا..... وہ بازو زخمی ہونے کی وجہ سے بمشکل کھا رہا تھا۔

لاریب کے دماغ میں ابھی بھی کشمکش جاری تھی کہ ''موصوف کی رات کہاں گزری تھی؟''

''بی بی..... رات بھر تمہارا میاں بی جان کے کمرے میں رہا اور تم ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے آرام فرماتی رہی..... مجال ہے جو ایک بار بھی طبیعت دریافت کی ہو۔ بھئی بڑے نخرے ہیں آج کل کی لڑکیوں کے..... ان کے نصیب بھی بڑے زور آور ہیں کہ خدمت، محبت ذرہ بھر بھی نہیں پھر بھی شوہروں کے دل پر قبضہ کئے رکھتی ہیں۔ اور ایک ہم تھے ساری ساری رات خدمتوں میں گزر جاتی تھی پھر بھی'' نگہت بیگم نے طنز کرتے ہوئے دُکھڑا رویا۔

لاریب کا ناشتہ کرتے ہوئے ہاتھ رُک گیا۔ رات بھر کی کشمکش کا اُلجھا ہوا سرا یوں سلجھنا تھا۔ وہ چُپ رہی مگر بل کھا کر رہ گئی تھی۔ زین العابدین ابھی بھی ناشتے میں مشغول تھا..... اُس کی بے نیازی اور لاتعلقی لاریب کو کافی چُبھ رہی تھی۔

''اب ایسی بھی بات نہیں..... سب کام کرتی ہے میری لاریب..... بڑی سُگھڑ اور سلیقہ مند ہے'' بی جان نے ہمیشہ کی طرح اُس کی حمایت کی۔

www.pklibrary.com

''کیوں زین العابدین ٹھیک کہہ رہی ہوں نا میں!'' بی جان نے مسکراتے ہوئے اُس سے تائید چاہی۔

''فرحین..... ذرا جُوس تو ڈال کر دینا'' زین العابدین نے کمال مہارت سے بات اَن سنی کی کہ سب کے چہروں پر حیرت اُمڈ آئی۔ لاریب کا چہرہ خفت سے لال ہو گیا اور نگہت بیگم کا خوشی سے..... وہ بیٹے کی بے نیازی پر نہال ہو گئیں فوراً اپنے ہاتھوں سے جُوس ڈال کر اُسے تھمایا اور زندگی کی ڈھیروں دعائیں دینے لگیں۔

لاریب کو اس ماحول سے وحشت سی ہونے لگی تو اٹھ کر جانے لگی تھی کہ چوکیدار کی آواز نے اُسے روک دیا۔

''چھوٹی بی بی..... آپ کا کوئی رشتے دار آپ سے ملنے آیا ہے''

''کون؟؟'' وہ بولی۔

''جی..... عمیر صاحب ہیں۔'' چوکیدار نے بتایا۔

نام سُننے کی دیر تھی وہ جو کافی دیر سے بے نیاز بنا ہوا تھا وہ ایک دم جیسے ہوش میں آ گیا..... ایک لقمہ بھی حلق سے اتارنا مشکل ہو گیا تھا۔ پُر سوچ انداز دماغی اُلجھاؤ کا آئینہ دار تھا۔

''اے لڑکی..... یہ تمہارے کون کون سے رشتے دار منہ اُٹھائے چلے آتے ہیں۔ اور یہ کوئی ٹائم ہے کہ صبح سویرے ''ناشتے'' کے وقت جاہلوں کی طرح کس کے گھر پہنچ جانا.....'' نگہت بیگم کے حقارت بھرے انداز پر سب افراد کی نگاہیں لاریب کے خاموش چہرے پر تھیں۔ سرخ چہرہ ضبط و اضطراب کا عکاس تھا۔ وہ بمشکل اپنی زبان کو روک رہی تھی۔

''کیا ہو جاتا ہے نگہت بیگم..... سوچ سمجھ کر بولا.....'' فرحین کے معاملے کی وجہ سے اختلاف اپنی جگہ مگر بخت شجاع کی مہذب طبیعت کو نگہت بیگم کا متکبرانہ انداز ہرگز پسند نہ آیا۔

''ہاں تو کیا غلط کہہ رہی ہوں..... آج یہ ایک نمونہ ٹپک پڑا ہے اور کچھ دن پہلے محترمہ کی ''جاہل'' سہیلی آن پہنچی تھی۔ سارے بنگلے میں یوں راؤنڈ لگ رہے تھے جیسے میلے میں آئی ہو۔ نہ تمیز نہ ہی تہذیب'' نگہت بیگم آپے سے باہر ہونے لگیں۔

''بہت ہو گیا..... حد ہوتی ہے ہر بات کی.....'' لاریب کی ضبط کی گرہ کھل ہی گئی۔

''میرے گھر والے غریب..... کم حیثیت ضرور ہیں مگر کس نے پاؤں پکڑے تھے کہ آپ غریب گھرانے کی لڑکی کو بہو بنائیں..... مجھے کوئی شوق نہیں تھا آپ کے اعلیٰ خاندان کا حصہ بننے کا..... میں اپنے باپ کے چھوٹے سے گھر میں بہت خوش تھا'' لاریب کی صاف گوئی نگہت بیگم کو تپا گئی وہ خونخوار انداز میں اُسے مارنے کیلئے لپکی تھیں کہ فرحین نے بمشکل ماں کو روکا۔

''امی جان..... کیا کر رہی ہیں.....'' فرحین گھبرا کر رہ گئی۔

بخش شجاع اور بی جان بھی تمام صورتحال پر پریشان ہو گئے۔ زین العابدین ہنوز خاموش تھا۔

''اگر میں اور میرے گھر والے گنوار اور جاہل ہیں میری دوست آپ کی نظر میں جاہل ہے تو لڑکیوں کو جاہل رکھنے کی روایت تو آپ جیسے باعزت لوگوں نے ہی ڈالی ہے۔ لڑکیوں کی تعلیم پر پابندی لگا کر..... اگر آرزو جاہل ہے تو آپ کے بنگلے میں بھی مجھے تہذیب و تعلیم کہیں نہیں دکھائی دے رہی۔ صرف زرق برق لباس پہن کر خاندانی وقار پر غرور کرنا تعلیم نہیں.....''

www.pklibrary.com

لاریب بولی تو ہر سو سناٹا چھا گیا۔

بخت شجاع کی آنکھیں ضبط سے سرخ ہونے لگیں۔ بہت بڑا سچ دیدہ دلیری سے جو بول دیا تھا مولوی صاحب کی بیٹی نے..... مگر زین العابدین ابھی بھی خاموش رہا تھا۔ اُس کے چہرے پر نا قابل فہم تاثرات رقم تھے..... مگر اُن میں غصہ ہرگز شامل نہ تھا بلکہ اُس کی خاموشی سے واضح تھا کہ لاریب کی صاف گوئی نے ان سب کو آئینہ دکھا دیا ہو۔ بدتہذیبی کا آغاز بھی نگہت بیگم نے کیا تھا ان کے جاہلانہ رویے نے لاریب کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ بھی چپ نہ رہے۔

''میرا جو رشتے دار بھی آیا ہے اسے کہو واپس چلا جائے..... میں اُس سے ملنے اپنے گھر آجاؤں گی جہاں آدابِ میزبانی نبھانے کا ڈھنگ بھی خوب آتا ہے.....'' سپاٹ لہجے میں پیغام دیتے ہوئے رُکی نہیں تھی اپنے کمرے میں آ گئی۔

✧✧✧

زین العابدین بی جان کے کمرے میں نیم دراز کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اک دھان پان سی کومل لڑکی کا سراپا خیالوں میں آن بسا..... جس کے چہرے پر کچھ کر دکھانے کا عزم واضح تھا اُس کی آنکھوں میں جوش و ولولہ تھا۔ اُس کی آنکھوں میں غیر معمولی چمک مقابل کو حیران کر دیتی تھی۔ اُس کی گفتگو سے آہنی ارادوں کا پتہ چلتا تھا۔

''بد دماغ..... بدزبان اور بے انتہا سرکش'' پہلی ملاقات میں ہی زین العابدین کے ذہن میں اُس کا یہی تاثر اُبھرا تھا۔

مردوں کی برابری کرنے والی اور اُن کے مقابل آنے والی عورتوں سے اُسے سخت نفرت تھی..... اسی لئے وہ ہمیشہ سے عورتوں کی تعلیم کے خلاف رہا تھا اُس کے مطابق تعلیم عورتوں کو صرف باغی اور بے باک بناتی ہے..... ایک عام سی لڑکی اُس کے مقابل تھی..... اُس کیلئے کھلے عام چیلنج بنتی جا رہی تھی۔ زین العابدین کو اُس نے خاصا ٹف ٹائم دیا۔ مگر وہ پُرعزم تھا کہ اُس کی اکڑ توڑ کر رہے گا..... اُس لڑکی کی کمزوری اُس کا ''سکول'' تھا۔ زین العابدین کے دل میں سوئی سی چبھی تو اُس نے بے قراری سے کروٹ لے لی..... مگر خیالوں کی بستی سے باہر نہ نکلا..... شاید یہ بستی ایسی ہی تھی جس میں داخل تو انسان اپنی مرضی سے ہو سکتا تھا مگر نکلنا اپنی مرضی سے نہیں۔

پہلے پہل ہلکی پھلکی تدبیریں لڑا کر اُس ''اتھری گھوڑی'' کو لگام ڈالنے کی کوشش کی وہ بے شک غیر معمولی حُسن کی مالک تھی۔ کوئی مرد پہلی نظر میں ہی اُس کا اسیر ہو سکتا تھا۔ مگر زین العابدین اُس کے حُسن بے مثال کی تجلی سے محفوظ رہا تھا۔ اُس نے اپنی طرف سے ابھی تک نرم ہاتھ رکھا تھا کیونکہ مقابل کوئی مرد نہیں..... بلکہ ایک لڑکی تھی..... بخت شجاع کی خصوصی ہدایت کے پیش نظر اُس نے لاریب کے ساتھ ابھی تک کوئی زور زبردستی نہیں کی تھی۔ اس کے علاوہ مولوی عبدالرافع کے مقام و مرتبے کا بھی پاس رکھنا تھا..... جن کی زمانے بھر میں بے حد عزت تھی۔ زین العابدین نے اولاً ان دونوں باتوں کا خیال کرتے ہوئے زبان سے وار کئے..... پھر کچھ توڑ پھوڑ کر کے ڈرانے دھمکانے کی کوشش کی مگر..... اُس کے سینے سے اک سرد آہ خارج ہوئی تو اُس نے کروٹ بدلی۔ اور چت لیٹ گیا۔ اُس کی آنکھیں چھت پر جمی تھیں۔ دن بدن اُس ذرا سی لڑکی کی ہمت و جرأت میں اضافہ ہونے لگا تو زین العابدین کا خون کھولنے لگا تھا۔ عورت کی ضد اُس کی

www.pklibrary.com

برداشت سے باہر تھی۔ وہ اپنے ارادوں پر جمی تھی تو زین العابدین اُسے شکست دینے کیلئے ڈٹا تھا۔ ایک تکبر سا تھا دل میں کہ آخر کو مرد ہوں اور جیت ہمیشہ مرد کی ہی ہوتی ہے عورت جتنا مرضی اکڑے رہے گی تو کمزور۔ دب جانے والی..... سہم جانے والی.....

اس کی ہر تدبیر کا وہ ڈٹ کر مقابلہ کرتی رہی۔ بخت شجاع مسئلے کو اچھے طریقے سے حل کرنے کے خواہاں تھے مگر زین العابدین اب اسے کوئی موقع نہیں دینا چاہ رہا تھا۔

دل میں پھر سے ٹیس اُٹھی تو اُس نے پھر سے کروٹ بدلی..... اب کے اس کی کروٹ میں اضطراب پنہاں تھا۔

سکول کی عمارت دیکھ کر زین العابدین کی مردانگی پر زوردار طمانچہ لگا۔ اگر یہ طمانچہ مرد کا ہوتا تو وہ سہہ لیتا مگر یہ ایک عورت نے مارا تھا۔ سارے علاقے کے سامنے کتنی ڈھٹائی دکھائی تھی اُس نے.....

''تم انسان کہلانے کے قابل ہی نہیں ہو..... تم تو حیوانوں سے بھی بدترین ہو.....''

تڑپتی ہوئی آواز زین العابدین کے کانوں میں سسکی بن کر اُتری۔

لفظ ''حیوان'' سُن کر اُس کا دماغ بھک سے اُڑ گیا..... اب واجب ہو گیا تھا ایک مرد پر اپنی مردانگی دکھانا..... عورت کو اُس کی حیثیت و اوقات یاد دلانا..... اُس کی سرکشی کو لگام ڈالنا۔ پھر ایک زوردار تھپڑ کی گونج ہر سماعت تک پہنچی۔ زین العابدین کو یوں جیسے بچھو نے ڈنک مارا تھا۔ وہ تڑپ کر رہ گیا۔ بدن پر چیونٹیاں رینگنے لگیں..... بے قراری بڑھنے لگی تو وہ اٹھ بیٹھا..... دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو شدت سے کھجانے لگا..... ایک تھپڑ مار کر بھی تشنگی برقرار رہی تھی۔ غصہ برقرار قائم رہا۔ دل کی کھولن کم نہ ہوئی۔ آج اُس بددماغ لڑکی کا دماغ ٹھکانے لگانے کیلئے فیصلہ کُن دن تھا۔

دوسرا زوردار تھپڑ وہ سہہ نہ پائی توازن قائم نہ رہا اور وہ خاک آلود ہوئی۔ آنکھوں میں موٹے موٹے آنسوؤں کے ساتھ حیرت بھی یکجا تھی..... وہ درزیدہ نظروں سے بھرے مجمعے کو دیکھ رہی تھی ہر نظر میں تمسخر بھرا تھا۔ بے چینی بڑھنے لگی تو وہ پھر سے چت لیٹ گیا۔ اُسے لگا کہ وہ چتا پر لیٹا ہو..... مگر مرا نہیں ہے وہ زندہ ہو۔ اُس کے اردگرد آگ بھڑک رہی تھی اور پھر آگ نے اُسے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ وہ تو زندہ تھا اسے کیوں جلایا جا رہا تھا۔ یہ آگ کیسی تھی جو اُسے چھوڑنے پر آمادہ نہیں تھی۔ زندوں کا اس آگ سے کیا تعلق؟

''یہ پچھتاوے کی آگ ہے'' دل نے چپکے سے سرگوشی کی۔

''میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔ تم میری خوشیوں کے قاتل ہو''۔

وہ تڑپ کر اُٹھ بیٹھا..... وہ پسینے میں شرابور تھا۔ اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ سے مسل رہا تھا جو ایک لڑکی پر اُٹھا تھا۔

''زین..... میرے بچے میرے لعل.....''

بی جان کی نرم اور مشفقانہ آواز اُسے خیالوں کی بستی جو اب پچھتاؤں کی بستی میں بدل چکی تھی جہاں ہر طرف آگ ہی آگ لگی تھی اُسے باہر نکال لائی۔

تسبیح مکمل کرتے ہوئے بی جان نے اسے چوم کر سائیڈ پر رکھا اور زین العابدین کی طرف پھونکتے ہوئے حصار باندھا.....

''کیا بات ہے تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے کب سے تمہیں بے چین و بے قرار دیکھ رہی

www.pklibrary.com

ہوں۔ کروٹیں بدل رہے ہو..... کیا ہوا ہے؟''
بی جان تشویش زدہ لہجے میں بولیں

''کب..... کچھ نہیں..... بی جان..... بس نیند نہیں آ رہی'' وہ تین چار راتوں سے اُن کے کمرے میں مکمل سکونت اختیار کئے ہوئے تھا۔ یہ اُس کی بچپن کی عادت تھی وہ کسی بھی دکھ تکلیف میں ہوتا تو بی جان کے کمرے میں بسیرا کرتا اور اُن کی گود میں چھپتا۔

وہ زخمی تھا اس لئے بی جان کے کمرے میں رہا۔ گھر والوں نے اسی وجہ سے کوئی توجہ نہ دی۔ مگر اب تو وہ صحت یاب ہو چکا تھا مگر پھر بھی بی جان کے کمرے میں ہی سونے لگا تھا۔

''میں پچھلے کئی دنوں سے دیکھ رہی ہوں تم رات بھر جاگتے رہتے ہو۔ اگر سوتے بھی ہو تو چند پل کیلئے پھر بے چین ہو اٹھتے ہو۔ ضرور دل کو کوئی فکر لگی ہے'' بی جان کا انداز سو فیصد درست تھا۔

''نہیں..... ایسی تو کوئی بات نہیں ہے'' زین العابدین نے نظریں چرائیں۔

''اچھا اگر ایسی کوئی بات نہیں ہے تو اپنے کمرے میں جا کر لیٹو..... اور تمہیں اپنے کمرے کی عادت ہے اسی لئے بے چین سے ہو.....'' بی جان نے محبت سے کہا جیسے وہ 5 سالہ بچہ ہو اور اُن کے کہنے پر فرماں برداری سے اُٹھ کر اپنے کمرے میں چلا جائے گا.....

''اپنا کمرہ.....'' وہ تلخی سے ہنسا..... کنپٹی کو دباتے ہوئے بڑبڑایا۔

اُس کا انداز بی جان کی فکر کو دو چند کر گیا۔

''کیا بات ہے میرے بچے..... تمہارے اور لاریب کے درمیان کوئی جھگڑا چل رہا ہے'' بی جان نے ایک عمر گزاری تھی۔ بہت سے تجربات انسان کو سکھا دیتے ہیں اب ایسا بھی نہیں تھا کہ وہ اپنے منہ سے ہی کہتا کہ ہاں ہمارے درمیان جھگڑا ہوا ہے۔ اپنے تجربات کی روشنی میں تو وہ کمزور بینائی کے باوجود دیکھ سکتی تھی۔

''جھگڑا.....!'' زیرِ لب بولتا ہوا وہ گویا خود پر ہنسا تھا۔

''بی جان..... ہمارے درمیان ''صلح'' ہی کب ہوئی تھی.....!'' آخر دل کا کرب زبان پر آ ہی گیا تھا۔

''تو کیا.....'' پھر انہیں زین العابدین اور لاریب کے درمیان کھنچاؤ کی وجہ سمجھ آ گئی..... لاریب کا خفا خفا سا انداز، زین العابدین کی موجودگی پر ناگواری، اس لڑکی کے زین العابدین پر اتنے سنگین الزام کے باوجود وہ لاتعلق رہی تھی۔ بازو میں گولی لگی تھی تب بھی لاریب سپاٹ چہرہ لئے بیٹھی رہی۔ اب وہ مسلسل بی جان کے کمرے میں رہ رہا تھا مگر وہ ایک بار بھی اُسے دیکھنے یا پوچھنے نہ آئی تھی۔ بس ذرا سا پردہ اُٹھانے کی دیر تھی۔ بے شمار حقیقتیں ان پر عیاں ہونے لگیں۔

''مگر کیوں؟'' وہ دُکھ سے بولیں۔ بس اب صرف یہ گتھی سلجھنی رہ گئی تھی.....

''بی جان..... وہ..... لاریب..... وہ.....'' زین العابدین کا لہجہ زخمی سا ہونے لگا۔

''ہاں..... ہاں بولو..... بیٹا.....'' بی جان بولیں۔

''وہ بی جان..... لاریب کا سکول.....'' وہ اس سے آگے نہ بول پایا..... پچھتاوے نے اُس کا سر جھکا دیا۔

''میں سمجھتا رہا کہ میں نے کفارہ ادا کر دیا۔ ایک کم حیثیت لڑکی کو اپنی بیوی بنا کر سارے علاقے کے سامنے عزت دے دی۔ بے عزتی

www.pklibrary.com

کے بدلے عزت بدلہ پورا ہوگیا۔ مگر بی جان وہ ابھی تک وہیں کھڑی ہے۔ میں سمجھتا رہا کہ اُس کا گریز شرم وحیاء ہے..... اُس کی بے رخی کم گوئی ہے مگر وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے وہ مجھے اپنی خوشیوں کا قاتل کہتی ہے۔ میں شادی کر کے محبت کے راستے پر گامزن ہوگیا۔ مگر اب پتہ چلا کہ میں تو ایک قدم بھی بڑھا نہیں پایا۔ وہیں کا وہیں کھڑا ہوں۔ میرے قدم پتھر کے ہوگئے ہیں۔ جہاں میں نے اُسے تھپڑ مارے تھے..... اُس کے سکول کی عمارت گرائی تھی'' دُکھ کی شدت میں وہ بولتا چلا گیا۔ اُس کا رنج وملال بی جان کو رُلائے جا رہا تھا۔

''کیا کہتی ہے اب لاریب..... کیا چاہتی ہے؟'' بی جان نے متجسس انداز میں استفسار کیا۔

''وہ..... میرے ساتھ.....'' زین العابدین کی حالت ایسی تھی جیسے پل صراط سے گزرنے کا حکم دیا گیا ہو۔

''وہ میرے ساتھ رہنا نہیں چاہتی..... وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے اور مجھے اپنے خوابوں کا دشمن سمجھتی ہے.....'' زین العابدین کا لہجہ حقیقتاً افسردہ تھا۔

''اور تم!'' وہ بی جان کی گہری نظروں کی زد میں تھا۔

''بی جان..... میں تو اس کے بغیر.....'' وہ تاسف سے کہتا ہوا چپ سا ہوگیا۔

اُس کی ادھوری بات کا مفہوم سمجھنا بی جان کیلئے ہرگز مشکل نہ تھا۔ بی جان کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی۔

''وہ میرے ساتھ رہنا نہیں چاہتی..... اور میں اسے کھونا نہیں چاہتا.....'' زین العابدین ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولا۔

''وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے..... مگر وہ واحد لڑکی ہے جس نے مجھے لفظ محبت کے اسرار ورموز سکھائے'' وہ گہرے انداز میں بولا۔

''میرے لئے ہر معاملے میں اُس کی ذات پہلے نمبر پر ہوتی ہے اور اُس کیلئے میں صرف نفرتوں کے مقام پر ہوتا ہوں'' وہ دکھ سے بولا۔

بی جان اُسے دردناک نظروں سے دیکھتی رہ گئی.....

تیرے حسن کی ہے جو دلکشی
تیرے لب کے جو یہ گلاب ہیں
میرے خواب ہیں میری زندگی
تیرے ساتھ ہیں جو یہ واہمہ
کئی وسوسے ہیں عذاب میں
میں جو آرزو کے سفر میں ہوں
نہ نظر میں ہوں نہ سفر میں ہوں
کٹے کس طرح یہ سفر میرا
میں ہوں منزلوں سے پرے کہیں
کسی دشت میں کس درد میں
تیری راہ کی اُڑی گرد میں
مجھے بخش دو وہ کراہتیں
جو ہیں منتظر، میرے خواب کی
یہ جو آرزو ہے وصال کی
تجھے اپنے کل کی خبر کہاں
مجھے فکر ہے تیرے حال کی
تیرے حسن کو نہ گہن لگے
یہ دُعا ہے دستِ سوال کی

''آپ دُعا کریں بی جان..... مجھے موت آ جائے تو لاریب کو میری قید سے رہائی مل جائے'' اذانِ سحر کی صدائیں بلند ہوئیں تو بی جان نے گھبرا کر اُس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

''اللہ نہ کرے..... کیسی باتیں کرتے ہو..... پتہ نہیں کون سی گھڑی قبولیت کی ہو.....

www.pklibrary.com

انسان کو سوچ سمجھ کر بولنا چاہئے....." بی جان نے سمجھایا۔

دھیرے دھیرے سپیدۂ سحر نمودار ہونے لگی اور ہر سُو اُجالا پھیلنے لگا مگر زین العابدین کی زندگی میں ہنوز اندھیرے کا راج تھا۔ خیالوں کی بستی میں روشنی نہ ہوئی۔

کوئی ابر اُڑے کسی قلزم سے
اور برسے میرے ویرانے پر
کوئی کڑھتا ہو، کوئی جلتا ہو
میرے دیر سے واپس آنے پر
کوئی بیٹھے میرے پہلو میں
کوئی ہاتھ دھرے میرے شانے پر
کوئی دبے دبے لہجے میں کہے
تم نے اب تک بڑے درد سہے
چلو تنہا چلنا ٹھیک نہیں
چلو ساتھ تمہارے چلتے ہیں

✧✧✧

اب زین العابدین نے لاریب کا سامنا کرنا بالکل چھوڑ دیا تھا۔ بی جان اور فرحین سب جان کر بھی خاموش رہنے پر مجبور تھیں۔ نگہت بیگم اور بخت شجاع کو اس معاملے کی نوعیت کا اندازہ تک نہیں تھا۔ دن، ہفتے بلکہ پورا مہینہ گزر گیا..... وہ صبح لاریب کے بیدار ہونے سے پہلے نکل جاتا اور آدھی رات کے وقت جب سب سو جاتے تو وہ گھر لوٹتا۔ بی جان اُس کے انتظار میں جاگتی رہتی تو وہ ان سے باتیں کر کے ان کا بوجھ ہلکا کرتا۔

"بی جان..... آپ کا دادا جان سے جھگڑا ہوتا تھا تو کیسے صلح ہوتی تھی؟" وہ ان سے سوال چھتا در پردہ اپنی الجھنوں کا حال پوچھ رہا ہوتا تھا۔

"ہاں بیٹا..... میاں بیوی میں جھگڑا تو ہو ہی جاتا ہے۔ یہ تو روزِ اول کا دستور ہے..... ہمارا بھی جھگڑا ہوتا تھا..... پھر میں روٹھ کر میکے چلی جایا کرتی تھی....." بھولی بسری یادوں نے ان کی بوڑھی آنکھوں کو نمی کی سوغات دے ڈالی۔

"ایک دن..... اور ایک رات ہی تمہارے دادا کی میرے بغیر گزرتی تو سب اکڑ، انا، اڑ نچھو ہو جاتی....." شوہر کے دل پہ حکومت کا احساس تفاخر بی جان کے چہرے سے یوں جھلکنے لگا کہ جیسے "آج" اور "ابھی" کا ہی قصہ ہو۔

"تو پھر وہ آپ کو منانے آتے تو کیسے مانتی تھیں..... کپڑے، زیور اور کیا تحائف لاتے تھے آپ کے لئے....." اُس کے سوالوں میں بیقراری تیزی سے سانس لے رہی تھی۔ اُس کی آنکھوں میں تجسس نمایاں تھا کہ جیسے نسخہ کیمیا ہاتھ لگنے کے قریب ہو۔

"ہاں آتے تھے..... دوڑے چلے آتے تھے....." لاج کے مارے بی جان نے سفید ململ کا دوپٹہ نصف چہرے پر یوں ڈالا جیسے جوان نئی نویلی دلہن اپنے شوہر کے ذکر پر شرما جاتی ہو۔

"ہاتھ جوڑتے..... معافیاں مانگتے..... اور تو اور....." حیاء سے وہ سرخ پڑ گئیں۔

"اور" زین العابدین سے صبر نہ ہوا تو اُٹھ بیٹھا۔

"بتائیں نا اور کیا کرتے تھے" وہ پھر بولا

"ارے رُک تو سہی پگلے..... بتاتی ہوں....." آنکھوں میں آیا لاج کے مارے پانی صاف کرتے ہوئے بولیں۔ اُن کے لہجے میں مصنوعی خفگی تھی۔

"کبھی کبھار..... تو میرے پاؤں پکڑ کر بھی معافی مانگ لیا کرتے تھے" ان کے کہنے پر زین العابدین کا دل دھک سے رہ گیا۔

www.pklibrary.com

''تو کیا لاریب بھی مجھ سے یہی چاہتی ہے۔'' اُس نے خود سے سوال کیا۔

''میں یہ سب کچھ کر سکتا ہوں۔ اس میں کوئی عار نہیں ہے مگر کیا وہ مان جائے گی؟'' دل نے خدشے کا اظہار کیا تو ذہنی الجھاؤ بڑھنے لگا۔

''ارے کہاں کھو گئے؟'' بی جان کی پکار نے اُسے ٹہوکا دیا۔

''جی ... سُن رہا ہوں میں ...'' زین العابدین چونک کر بولا

''اور جہاں تک تحفے تحائف کی بات ہے تو ... ہر عورت مزاج کے اعتبار سے مختلف ہے۔ کچھ تو حقیقتاً تحفے تحائف لیکر راضی ہو جاتی ہیں مگر سب نہیں'' بی جان ٹھہر ٹھہر کر پست لہجے میں بولیں۔

''کچھ بہت بااصول ہوتی ہیں۔ وہ ان چونچلوں سے نہیں بہلتی وہ تو کہتی ہوں کہ بات وہیں سے شروع کرو.....'' وہ بولیں۔

''کیا مطلب ... بات وہیں سے شروع کرو'' زین العابدین نے ناسمجھی سے استفسار کیا۔

''ارے پگلے ... اس کا مطلب بھی نہیں سمجھتا ایک مثال سے تمہیں سمجھاتی ہوں جب ابلیس ملعون نے اللہ کو ناراض کر دیا اور سرکشی پر اُتر آیا۔ تو پھر نافرمانی میں ہر حد پار کرتا چلا گیا۔ جب وہ بہت دور نکل گیا۔ تو دل بوجھل ہونے لگا۔ احساس ہونے لگا کہ کچھ بہت غلط ہو گیا ہے۔ محبوب کو ناراض کر بیٹھا۔ دل کو پچھتاوے نے گھیرا۔ تو دل اللہ کی طرف مائل ہونے لگا۔ غلطی کا احساس رلانے لگا۔ جھکنے پر مجبور کرنے لگا'' بی جان کا لہجہ بھیگنے لگا۔

زین العابدین کے لئے یہ قصہ نہیں تھا مگر بی جان نے اس کے اور لاریب کے معاملے میں بطور مثال استعمال کیا تو دلچسپی واجب تھی۔

''وہ مردود ... روتا، چیختا چلاتا ... رب عزوجل کے دربار میں حاضر ہوا اور توبہ کا طلبگار ہوا ... اُس رب کی شان بڑی اونچی ہے ... بڑی بے مثال ہے ... کوئی جھکے اور اس کو رحم نہ آئے یہ ہو ہی نہیں سکتا ...'' بی جان نے دوپٹے سے آنسو خشک کئے اور گھڑی بھر کیلئے خاموش ہو گئیں۔

''مگر وہ بڑا بااصول ہے۔ اس نے صاف کہہ دیا کہ اگر توبہ کرنا چاہتے ہو ... اپنے عمل پر نادم ہو تو ٹھیک ہے مگر میری بھی ایک شرط ہے'' یہی وہ گہرا نقطہ تھا جو بی جان نے طویل تمہید باندھی تھی۔

''اور شرط یہ ہے کہ بات وہیں سے شروع ہو گی جہاں سے سرکشی کا آغاز ہوا تھا ... مطلب ... آدم کو سجدہ کر تو تیری توبہ نصوح ہو گی''

''اب آئی بات سمجھ میں'' بات مکمل کر کے بی جان نے اسے محبت بھری چپت لگائی۔ وہ جو بت بنا بیٹھا تھا ... کچھ بولے بنا سر کو جنبش دے کر اثبات کا اشارہ دیا کہ بات سمجھ آ گئی ہے۔

''بس بیٹا کچھ عورتیں بہت بااصول ہوتی ہیں۔ وہ کہتی ہیں ہمارا شوہر غلطی تسلیم کرے۔ غلطی کی اصلاح کرے۔ اور جو بگاڑ پیدا ہوا اس بگاڑ کو درست کرے۔ کیونکہ جب وہ حق پر ہوتی ہے تو ڈٹ جاتی ہے۔ تب بات بنے گی وہ محض کنگن اور گہنوں سے بہلنے والی نہیں ہوتی ...'' بی جان نے واقعی زین العابدین کو نسخہ کیمیا عطا کر دیا تھا۔

اب یہ اُس پر تھا کہ اس کا استعمال کیسے کرتا ہے۔ رات تو نا جانے کیسے سوتے جاگتے گزری

www.pklibrary.com

۔صبح ہوتے ہی وہ اپنے کمرے کی جانب دوڑا۔ مگر کمرہ خالی تھا۔ ملازموں نے بتایا کہ لاریب بی بی اپنے گھر گئی ہیں۔ زین العابدین کے دل میں ابھرتا امید کا سورج پھر سے ڈوبنے لگا۔

''کہیں وہ ہمیشہ کیلئے تو نہیں چلی گئی۔ شاید اس نے علیحدگی کا فیصلہ کرلیا ہے۔ مجھے اپنی غلطی سدھارنے کا موقع بھی نہیں ملا۔ پچھتاوے اور ندامت کی سیاہی نے پھر سے اُس کی دنیا کو تاریک کردیا۔

✧✧✧

''ارے لاریب..... تم.....'' آرزو اُس کی اچانک آمد پر چہک اُٹھی۔

''ہائے ایمان سے بڑی یاد آ رہی تھی تمہاری..... بہت ملنے کو دل چاہ رہا تھا مگر پھر.....'' آرزو کی چہکار اُداسی میں بدل گئی۔

''وہ بڑی بیگم صاحبہ کی وجہ سے ہمت نہ ہوسکی آنے کی'' آرزو نے منہ بسورتے ہوئے وجہ بتائی تو لاریب کو بھی نگہت بیگم کے کڑوے جملے یاد آنے لگے۔

''چلو دل کو دل سے راہ ہوتی ہے تم نے یاد کیا اور میں خود چل کر آ گئی'' تلخ باتوں کو دماغ سے جھٹکتے ہوئے اُس نے جوش بھرے انداز سے آرزو کو گلے لگایا۔

''تم وہاں خوش تو ہونا۔ ہمیں تمہاری بڑی فکر لگی رہتی ہے۔ انسان سمجھتا ہے کہ شاید دُکھ درد، مسائل صرف جھونپڑے والوں کے ہی ہوتے ہیں مگر پچھلے دنوں اندازہ ہوا کہ محلات میں رہنے والے بھی آزمائشوں سے محفوظ نہیں ہوتے.....'' آرزو افسوس سے بولی۔

''ویسے بڑی قسمت کی دھنی ہو۔ چھوٹے مالک تمہاری کتنی قدر کرتے ہیں۔ جان سُولی پر لٹکی تھی۔ کہاں کہاں دشمنوں نے نہیں پھنسایا مگر اُس شخص نے تمہیں کسی حال میں نہ چھوڑا.....''

آرزو نے خوف سے کانوں کو ہاتھ لگایا۔

لاریب اُسے حیرت سے دیکھنے لگی۔

''اُس لڑکی نے فرشتہ صفت چھوٹے مالک پر کتنا گھناؤنا الزام لگایا کہ یہ بچہ چھوٹے مالک کا گناہ ہے۔ اللہ توبہ..... میری توبہ!'' آرزو نے ہاتھ جوڑتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے اللہ کی پناہ مانگی۔

''دیکھا کتنی بُری موت مری وہ لڑکی.....'' آرزو غصے سے بولی۔

''فرشتہ صفت!'' اندر کی کھولن لبوں پہ آ گئی۔

آرزو اُس کے انداز پر چونکی۔

''ویسے لاریب..... پتہ نہیں کیوں میرا دل کہتا ہے کہ اُس شخص کی تم قدر نہیں کر رہی'' آرزو نے کھل کر دل کی بات کہہ ڈالی۔

''وہ شخص ہے اس قابل کہ اس کی قدر کی جائے'' لاریب بپھر اٹھی۔

''ایسا ہے ہی کیا..... اس میں کہ میں اس کی قدر کروں۔ اس سے محبت کروں اس کے چرنوں میں داسی بن کر بیٹھوں'' گرمی کا احساس ابھرا تو لاریب نے چادر اُتار پھینکی اور باریک سا دوپٹہ اوڑھ کر بیٹھی..... دماغ کی گرمی لفظوں میں بھی تھی۔

''یہ سب مشکلیں چھوٹے مالک نے تمہارے لئے ہی تو برداشت کیں۔ اور کوئی ہوتا تو اس دردِ سر سے نا جانے کب کا چھٹکارا پالیتا۔ جس وجہ سے پورا خاندان اس کے خلاف ہوگیا۔ دشمنوں کو اپنی جان کا بیری بنالیا ہے'' آرزو نے زین العابدین کی بھرپور وکالت کی۔

''مشکلیں.....'' لاریب نے ناگواری سے ناک چڑھائی۔

www.pklibrary.com

''اور جو مشکلیں..... اس شخص نے میری زندگی میں بھر دی ہیں۔ وہ تمہیں نظر نہیں آتی''۔ لاریب پنجے جھاڑ کر آرزو کے پیچھے پڑ گئیں..... آرزو اسے ہمیشہ سے یونہی سمجھایا کرتی تھی اور وہ بھی آرزو کی ہر بات سمجھتی اور مانتی تھی مگر آج زین العابدین کی حمایت اُسے زہر لگ رہی تھی۔

''کیسی مشکلیں..... لاریب!'' آرزو نے تشویش زدہ لہجے میں کہتے ہوئے اُس کے ہاتھ تھام لئے۔ آرزو اُس کی آنکھوں میں اُداس و مایوسی کے رنگ دیکھ کر گھبرا اٹھی۔

میری وہاں کوئی عزت نہیں..... ہر بات کا قصوروار مجھے سمجھا جاتا ہے۔ نگہت بیگم اٹھتے بیٹھتے مجھے طنز کرنا نہیں بھولتی۔ ہر لمحے ہر پل مجھے میری حیثیت یاد دلائی جاتی ہے۔ بابا کے بارے میں بُرا بھلا کہتی ہیں..... اور..... عمیر کے ساتھ انہوں نے کیا کیا جانتی ہو.....'' لاریب کا لہجہ بھیگنے لگا۔

''کک..... کیا کیا عمیر کے ساتھ.....'' آرزو اس نام پر چونکے بناء نہیں رہ سکی تھی۔ جو نام اس کے چہرے پر قوسِ قزح کے رنگ بکھیر دیتا تھا۔ مگر اس بار اُس کی آنکھوں میں عمیر کے حوالے سے فکر کا رنگ بھی نمایاں تھا جو انتہائی غصے میں بھی لاریب کے کی نظروں سے مخفی نہ رہا.....

''اس دن عمیر مجھ سے ملنے آیا تھا..... اُسے بیٹھنے تک کو نہیں کہا گیا..... بلکہ مجھے اتنی باتیں سنائیں..... مجھے اور میرے رشتے داروں کو بھوکا ننگا تک کہا گیا کہ مجھے مجبوراً عمیر کو واپس بھیجنا پڑا۔ اور پتہ ہے تمہیں اس موقع پر تمہارے اور بابا کے لاڈلے چہیتے چھوٹے مالک نے کیا کیا؟'' لاریب زخمی لہجے میں بولی۔

''کیا کیا..... چھوٹے مالک نے؟'' آرزو حیران ہوئی۔

''وہ نہایت خاموشی سے انتہائی بے نیازی سے پراٹھوں کا ناشتہ فرماتے رہے اور جُوس اڑاتے رہے'' زین العابدین کی اس روز کی بے نیازی کی چبھن اسے ابھی بھی محسوس ہوتی تھی۔

''ان کا فرض نہیں بنتا تھا کہ عمیر میرا رشتہ دار ہے اس کی حمایت میں کچھ تو کہتے'' لاشعوری طور پر لاریب کو خود اندازہ نہیں تھا کہ وہ زین العابدین کی محبت و توجہ کی عادی ہو چکی ہے ہر معاملے میں وہ اس کی ڈھال بنتا تھا۔ اب جو اُس نے یوں بے نیازی دکھائی تو تکلیف ہوئی مگر اُس تکلیف کی نوعیت سے وہ ابھی تک بے خبر تھی۔

''اچھا..... تبھی اس روز جب عمیر واپس آیا تو غمگین سا تھا۔ دن بھر کسی سے بات نہ کی..... میں نے کھانے کا پوچھا تو بُری طرح سے جھڑک ڈالا'' آرزو بھی کڑی سے کڑی ملانے لگی۔

''اور جو تمہارے چھوٹے مالک نے میرے ساتھ زیادتی کی تھی اس کا تم لوگوں کو احساس تک نہیں'' لاریب کا لہجہ بھیگنے لگا۔

''کونسی زیادتی؟'' آرزو جو عمیر کے بارے میں غور و فکر کر رہی تھی لاریب کی بات پر چونکی۔

''میرا سکول..... میرا خواب، میرا عشق..... میری زندگی کا مقصد مجھ سے چھین لیا اور تم سب کہتے ہو کہ میں اُس شخص کی قدر کروں..... کہ وہ شخص ہیرا ہے ہیرا..... تم سب کی باتوں پر میرا دل چاہتا ہے کہ اگر حرام موت منع نہ ہوتی تو خود کو آگ لگا کر ختم کر لیتی'' وہ ضبط نہ کر سکی تو رونے لگی۔ نا جانے کتنی دیر تک آرزو کے گلے لگی وہ آنسو بہاتی رہی۔

''ارے عمیر..... تم کب آئے..... پتہ ہی

www.pklibrary.com

نہیں چلا.....'' آنسوؤں کو پونچھتے ہوئے وہ مصنوعی انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔

مگر عمیر کی نگاہوں میں خفگی واضح تھی۔ وہ بنا کچھ بولے اپنے کمرے میں چلا گیا تو لاریب تیزی سے چارپائی سے اُتری اور ننگے پاؤں ہی اُس کی جانب لپکی..... کتنے ہی پل خاموشی کی نذر ہو گئے۔ وہ منانے آئی تھی اور وہ ماننے کو تیار نہ تھا۔ عمیر کی بے اعتنائی مزید جھیلنا دشوار ہوا تو لاریب کی ہمت جواب دے گئی۔ اور شکستہ دلی آنسوؤں کی شکل میں بہنے لگی۔ وہ سر جھکائے غم زدہ سی گلاب انگلیوں کو اضطراری انداز میں مروڑتی رہی۔ آنسو قمیص کے دامن کو بھگونے لگے۔

رونا تو لاریب کا وہ کبھی بھی برداشت نہیں کرتا تھا۔ اب بھی تڑپ کر اُٹھا اور اُس کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ ہاتھ بڑھا کر اُس کے گیلے رُخسار صاف کرنے لگا تھا کہ ایک دردناک خیال اُن دونوں کے درمیان آ کر ٹھہر گیا..... چہرہ پھر سے خفا خفا نظر آنے لگا۔

''معاف کرنا..... بھول گیا تھا کہ اب تم کسی کی بیوی ہو!، اب تمہیں چھونا میرے لئے گناہ ہے'' عمیر کے الفاظ لاریب کی سماعت میں اُترے تو دل میں ترازو ہو گئے۔

عمیر کے چہرے پر پھیکی سی مسکراہٹ بکھر گئی جو لاریب کو مزید پشیمان کرنے لگی۔

''کر لو طنز..... پیٹ بھر کر طعنے دے لو۔ آگے ہی حالات نے اتنا بھیانک مذاق کیا ہے میرے ساتھ اور رہی سہی کسر تم نشتر مار کر پوری کر لو' وہ جو اُسے منانے آئی تھی اب خود روٹھنے لگی۔

''میں جانتی ہوں کہ تم مجھ سے ملنے آئے تھے اور میں نے تمہیں واپس لوٹا دیا'' مگر عمیر کی بات نے اُسے بات مکمل کرنے نہ دی۔

''بھئی..... آپ تو علاقے کی مالکن ہیں..... اب آپ ہم جیسے چھوٹے موٹے لوگوں سے کیوں ملیں گی..... میری غلطی تھی مجھے یوں اجازت لئے بغیر ملنے نہیں آنا چاہئے تھا'' عمیر بجھے بجھے لہجے میں بولا۔

''عمیر..... میں اُس دن کیلئے تم سے معافی مانگنے آئی ہوں۔ تم کیا جانو اُس دن میں کس صورتحال سے گزر رہی تھی'' عمیر کے طنز کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ سادگی سے بولی۔

''یہ لو.....'' لاریب نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے۔

''اگر تم کہتے ہو تو تمہارے پاؤں پکڑ کر معافی مانگ لیتی ہوں۔ پھر تو تمہارا غصہ اُتر جائے گا نا.....'' وہ کہتے ہوئے اُس کے پیروں کی جانب بڑھی تو عمیر تیزی سے پیچھے ہٹ گیا۔ اُسے اندازہ بھی نہیں تھا کہ لاریب اس حد تک جُھک جائے گی۔ وہ اُس سے خفا تھا مگر اس حد تک نہیں کہ لاریب اُس کے پاؤں پکڑ کر معافی مانگے۔ وہ زمین پر بیٹھی آنسو بہا رہی تھی اور عمیر اُسے حیرت سے تک رہا تھا۔ عمیر کے دل کی حالت عجیب ہونے لگی۔ وہ خود کو ملامت کرنے لگا۔ اُسے خود پہ غصہ آنے لگا کہ اُس نے کیوں طنزیہ گفتگو کی۔

''علاقے کی مالکن..... وہ بے چاری تو خود دکھوں کی ماری لگ رہی تھی.....'' وہ سوچتا ہوا سرعت سے آگے بڑھا اور اسے کندھوں سے تھام کر اٹھایا اور چارپائی پر بٹھا دیا۔ عمیر کا غصہ کافور ہو گیا تھا مگر دل کی رنجیدگی ابھی باقی تھی۔ محبت کے کھو جانے کا غم تو ابھی تک تھا۔

''لاریب..... میں ناراض نہیں ہوں۔ تم خود کو رو رو کر ہلکان مت کرو'' عمیر ہموار لہجے میں بولا۔

www.pklibrary.com

''جھوٹے ہو تم..... میں جانتی ہوں۔ تم مجھے کبھی معاف نہیں کرو گے۔ تم اپنی بربادی کا ذمہ دار مجھے سمجھتے ہو۔ تم ساری زندگی یہ بات دل سے نکال نہ پاؤ گے'' وہ روتے ہوئے بمشکل بولی۔

کچھ پل یونہی دبے پاؤں گزر گئے۔

''کیا کروں لاریب..... کہاں سے لے آؤں صبر..... تم اندازہ نہیں کر سکتی کہ جس دن سے تم مجھ سے دور ہوئی ہو میں ایک رات بھی چین سے سویا نہیں۔ حالات اتنا سنگین مذاق کر گئے کہ میری متاعِ عزیز ہی چھین لی۔ وقت میرے ہاتھ سے ریت کی طرح پھسل گیا اور میں کچھ اندازہ نہ کر سکا۔ بس بے بسی میرا مقدر بن گئی۔''

کوئی انج دا جادو کر سائیں
میں یاد کراں ویلہ مُڑ آوے

''کوئی اپنا مر جائے تو صبر آ جاتا ہے مگر جو بچھڑ جائے اس کے حوالے سے صبر نہیں آتا..... کس علاقے کس شہر سے خرید کر لاؤں..... اگر صبر بھیک میں ملتا تو شاید بھیک مانگنے گلیوں، بازاروں میں بھی نکل پڑتا۔'' عمیر کے الفاظ بھیگنے لگے۔ مرد تھا نا رو بھی تو نہیں سکتا تھا۔ اپنے آنسو اپنے اندر ہی اُتار لئے۔

''تو تم سمجھ لو عمیر..... کہ تمہاری لاریب مر چکی ہے۔ سفید کفن اوڑھ کر منوں مٹی تلے سو چکی ہے۔ پھر تو تمہیں صبر آ جائے گا نا..... یوں اپنی زندگی کو روگ تو مت لگاؤ..... مجھے تمہارا دکھ رُلاتا ہے'' لاریب نے سسکی بھری۔

''ہونے اور سمجھے میں بہت فرق ہوتا ہے لاریب..... میرے سمجھنے سے کیا ہوگا'' عمیر کی بات نے اُسے لاجواب کر ڈالا۔

''تمہارے ساتھ گزرا ہر پل مجھے صبر نہیں آنے دیتا..... بہت خود کو سمجھاتا ہوں مگر..... ناکام رہ جاتا ہوں.....'' اپنے دائیں جانب دیار پر نظریں گاڑے وہ کھویا کھویا سا بولا۔

دیوار تو اُس کے اور عمیر کے درمیان بھی آ گئی تھی۔ زندگی بھر بھی چلتا رہتا تو بھی دیوار کے اُس پار نہیں جا سکتا تھا۔

حالات انسان کو کبھی ایسی صورتحال سے بھی دوچار کر دیتے ہیں کہ زندگی ایک ہی جگہ رُک سی جاتی ہے باقی سب کی زندگی اپنے سفر پر رواں دواں ہوتی ہے مگر کچھ لوگوں کی زندگی پہ ہولناک سا جمود طاری ہو جاتا ہے کہ زندگی..... زندگی نہیں موت لگنے لگتی ہے.....

''خیر چھوڑو ساری باتوں کو..... تمہاری ایک امانت میرے پاس تھی میں نے سوچا کہ تمہیں لوٹا دوں۔ دو دن روز تک واپس شہر چلا جاؤں گا تو خیال آیا کہ تمہاری چیز تمہارے سپرد کروں'' وقتی طور پر عمیر کا دل کچھ سنبھلا تو وہ اُٹھ کر دیوار میں لگی الماری کے قریب پہنچا۔

''کیسی امانت!'' لاریب کی نگاہیں اُس کی پشت پر جمی تھیں۔

عمیر نے اُس کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا..... وہ الماری میں گھسا نجانے کیا چیز ڈھونڈ رہا تھا۔ جب مطلوبہ چیز مل گئی تو وہ الماری بند کر کے واپس اُس کے قریب آ گیا..... اُس کے ہاتھ میں زیورات کے ڈبے تھے۔ لاریب اُنہے متحیر سی دیکھے گئی۔

''عمیر..... یہ کیا ہے؟''

عمیر نے جواب دیئے بنا خاموشی سے ڈبے کھول کر لاریب کے سامنے کر دیئے..... دو تین سونے کے نہایت قیمتی اور دیدہ زیب سیٹ تھے..... ماتھے کا جھومر، ٹیکہ، دو عدد چاندی کی پازیب اور سونے کے کنگن دیکھ کر لاریب کی

www.pklibrary.com

آنکھوں میں اُلجھن تیرنے لگی۔

''شہر میں اوور ٹائم لگا کر تمہارے لئے یہ سب جمع کیا تھا.....'' عمیر کے بجھے بجھے لہجے میں بہت سے ارمان چھپے تھے۔

''یہ سب کچھ تو بہت زیادہ قیمتی ہے عمیر.....'' لاریب زیورات پر ہاتھ پھیرتے ہوئے حیرت سے بولی۔

عمیر کی ادھوری خواہشوں کی کراچیاں اُسے بھی اندر سے لہولہان کرنے لگیں۔ اگر قسمت میں یہ سب نہ ہوا ہوتا تو یقیناً وہ عمیر کی محبت پا کر بہت خوش رہتی۔ اُس نے کب محلوں کے سپنے دیکھے تھے کب خوابوں میں کسی شہزادے کی تمنا کی تھی۔ بس صرف ایک ہی خواہش کی تھی۔ بچوں کو تعلیم دینے کی خواہش جو پوری نہ ہو سکی تھی۔

''ہاں لاریب..... یہ سب بہت قیمتی ہے مگر انسان کے احساسات و جذبات سے زیادہ نہیں بہرحال..... ایک وقت کا کھانا کھاتا تھا اور دو وقت کیلئے پیسے جمع کرتا تھا تاکہ تمہارے لئے زندگی کی ہر خوشی خرید سکوں..... پھر سوچا تم تو خود بہت امیر کبیر ہو گئی ہو تمہاری نظر میں ان کی کیا وقعت ہوگی.....'' عمیر نے وضاحت کی۔

''عمیر..... تم ہمیشہ میرے بارے ایسا کیوں سوچتے ہو.....'' لاریب دُکھ سے بولی

''خیر چھوڑو ساری باتیں..... اب تمہارے لئے بنوائے تھے تو تمہاری امانت ہوئی..... ویسے بھی میرے کس کام کے ہیں.....'' عمیر نے قطع کلامی کی لاریب دکھ سے اُسے دیکھتی رہ گئی تھی جانتی تھی کہ عمیر کے دکھ کا مداوا نہیں کر سکتی تھی۔

عمیر کا ایک ایک لفظ آہیں بھر رہا تھا..... مگر لبوں پہ پھیکی سی مسکراہٹ تھی..... لہجہ بتا رہا تھا کہ اُسے واقعی صبر نہیں آ رہا تھا وہ ابھی تک اپنی محبت کے غم پر ماتم کناں تھا۔ زیورات سے توجہ تو کب کی ہٹ چکی تھی اور لاریب کی نگاہیں تو عمیر کے اُداس چہرے پر تھیں۔ اُسے لگا وہ شاید واقعی عمیر کی مجرم ہے۔ بے شک اس سب میں وہ بے قصور تھی مگر دل پشیمانیوں کے گھیرے میں تھا۔ اُس کی آنکھیں بھر آئیں۔ زندگی کس دوراہے پہ آ کھڑی ہوئی تھی..... وہ چاہ کر بھی عمیر کیلئے کچھ نہیں کر سکتی اُس کے زخموں پر مرہم نہیں رکھ سکتی تھی۔

اسی اثناء میں دروازے پر دستک ہوئی تو دونوں چونکے..... دروازے پر آرزو کھڑی تھی جو یوں بے وقت آنے پر کچھ شرمندہ سی نظر آنے لگی۔

''وہ دراصل..... میں پوچھنے آئی تھی کہ کھانا لے آؤں.....'' آرزو بولی۔

''ہاں ہاں لے آؤ.....'' لاریب کے لبوں پر اپنائیت بھری مسکراہٹ بکھری تھی اُس نے مسکرا کر اُس کی جھجک دُور کرنی چاہی۔

آرزو جا چکی تھی اب وہ دونوں تھے۔ اور ان کے درمیان گہری اُداس تنہائی۔

''نہیں عمیر..... یہ میں نہیں لے سکتی'' لاریب مضبوط لہجے میں بولی اور تمام ڈبے دوبارہ بند کرنے لگی۔

''لیکن کیوں لاریب'' وہ متعجب سا بولا۔

''اس لئے کہ ان پہ کسی اور کا حق ہے'' لاریب نے مدھم مسکراہٹ سے کہا اُس کی متورم آنکھوں میں انجانی سی خوشی جھلکی۔

''کیا مطلب لاریب..... میں سمجھا نہیں!'' عمیر نا سمجھی سے بولا۔

''اللہ کا وعدہ ہے عمیر کہ انسان کو جس چیز سے محروم کرے گا وہ اُس کا بہترین بدل ضرور

www.pklibrary.com

دے گا۔ وہ اپنے ذمے اُدھار نہیں رکھتا۔ میں تمہاری تقدیر میں نہیں تھی..... مگر کوئی اور ہوگا جو تمہاری تقدیر میں ہوگا۔ تم اپنے غم والم میں ہی اتنے کھوئے رہے کہ اپنے اِردگرد بھی غور ہی نہیں کر پائے۔ اللہ انسان کا خالی ہاتھ کرتے ہی فیصلہ فرما دیتا ہے کہ ان خالی ہاتھوں کو کس بہترین چیز سے بھرنا ہے'' لاریب کی نم آنکھوں میں خوشی جھلملانے لگی۔

''لاریب..... تم کس کی بات کر رہی ہو..... کیا کہنا چاہتی ہو.....؟؟'' عمیر ہنوز اُلجھن کا شکار تھا۔

''آرزو کی.....'' لاریب کے منہ سے یہ نام نکلا ہی تھا کہ عمیر پہ حیرانی کے اَن گنت در وا ہو گئے۔ بھولی بھالی، گوری رنگت، جس کی روشن روشن بڑی بڑی آنکھوں میں خلوص ووفا کے رنگ جھلملاتے رہتے تھے..... لبوں پہ بکھری مسکراہٹ اُسے بے حد خاص بناتی تھی۔

''آرزو!'' عمیر کے لہجے میں بے یقینی سی تھی۔

کیونکہ اُس نے تو کبھی آرزو کو غور سے نہیں دیکھا تھا۔ تو اُس کے چہرے پر چھائی محبت کی قوسِ قزح کو کیسے دیکھتا اُس نے ہمیشہ لاریب کو سوچا، سمجھا اور جانا تھا لاریب کے ساتھ کے خواب دیکھے تھے۔

''عمیر..... آرزو تم سے بہت محبت کرتی ہے'' بہت دیر بعد لاریب بولی۔

''بہت گہری اور خاموش محبت ہے جسے نا جانے کب سے وہ دل کے سمندر میں قیمتی سیپ کی طرح چھپائے ہوئے ہے..... عمیر تمہیں تمہاری محبت نہیں ملی..... مگر آرزو کو اس کی محبت دے دو..... وہ کب سے تمہاری منتظر ہے پلیز اسے ٹھکرانا مت کہ وہ بھی صبر کی بھیک مانگنے گلیوں بازاروں میں نکل پڑے۔ ایک محبت کرنے والا دوسرے محبت کرنے والے کی تکلیف ضرور سمجھتا ہے اُس کے درد کو محسوس کر سکتا ہے۔''

کاش کوئی ایسا ہو جو گلے لگ کر کہے کہ پاگل تیرے درد سے مجھے بھی تکلیف ہوتی ہے لاریب نے عمیر کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

اُسی پل آرزو کھانے کی ٹرے لئے اندر چلی آئی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اندر اس کے متعلق بات ہو رہی ہے۔

''عمیر کھانا ضرور کھا لیجئے گا..... آپ نے صبح سے کچھ نہیں کھایا.....'' آج پہلی بار عمیر نے اُس کے لہجے میں مروت نہیں محبت کی چاشنی محسوس کی تھی۔ اتنا خیال اور احساس بلا مقصد نہیں تھا وہ تو وفاؤں کی ست رنگی دوشالا اوڑھے ہوئے تھے..... سچی محبت تو سچے موتیوں سے بھی زیادہ بیقیمتی اور انمول ہوتی ہے عمیر بے دھیانی میں آرزو کے چہرے کو تکتا رہ گیا تھا۔

✦✦✦

انسان بھی عجیب ہے دوسروں کے مسائل حل کرنے کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ الجھنوں کو سلجھانے کے نت نئے طریقے ڈھونڈتا ہے مگر اپنی پریشانیوں سے خلاصی کا کوئی حل نہیں ہوتا۔ کوئی ہوادار کھڑکی میسر نہیں ہوتی کہ جس کو کھول کر دو گھڑی تازہ ہوا میں سانس لے سکے۔ کوئی ایسا دروازہ نہیں ہوتا جو کھلے تو الجھنوں کے منہ بند ہو جائیں۔ عمیر کو تو تسلی حوصلہ سب دے دیا مگر خود کو کون تسلی دیتا۔ اپنی بیماری تو لاعلاج ہوتی جا رہی تھی۔

وہ جتنے دن یہاں رہی آرزو گاہے بگاہے اُسے سمجھاتی رہی۔ مگر وہ اپنے ضدی دل کو قائل

www.pklibrary.com

نہ کر پائی تھی جو زین العابدین کی سنگت میں خوش نہ تھا۔

''لاریب..... زندگی ایسے نہیں گزرتی میری جان..... تم حالات سے سمجھوتہ کیوں نہیں کر لیتی۔ تمہارا نصیب چھوٹے مالک سے ہی جڑا تھا کیوں تسلیم نہیں کر لیتی..... وہ تمہارے شوہر ہیں تمہیں ہر حال میں نباہ کرنا ہے..... تمہاری کوئی بھی نادانی مولوی صاحب کو زندگی سے دور کر سکتی ہے۔ تم کیا چاہتی ہوں کہ میں تمہیں اُلٹی سیدھی تدبیریں بتاؤں اور تم چھوٹے مالک کو شکست دیکر اپنی ہار کا بدلوہ لے سکو آخر تم سکول والی بات کیوں نہیں بھول جاتی..... تمہاری اصل الجھن یہی ہے'' ڈھلے ہوئے کپڑے نچوڑتے ہوئے رسی پر لٹکاتے ہوئے مصروفانہ انداز میں بولی اور لاریب کو پلٹ کر دیکھا۔ بالٹی میں جمع پانی سے صحن میں چھڑکاؤ کیا تو مٹی کی سوندھی سوندھی خوشبو کی مہک سے پورا صحن مہک اٹھا۔

''تم جب تک دل سے سکول کی یاد نہیں نکالو گی۔ ساری زندگی یونہی ان دیکھ غبار کی زد میں رہو گی۔ صبر کا چھڑکاؤ کر کے اس غبار کو دبا ڈالو لاریب..... زندگی کچھ آسان ہو جائے گی'' آرزو گیلے ہاتھوں کو ڈوپٹے سے صاف کرتے ہوئے اب آٹا گوندھنے لگی تھی۔

''بھولنا اتنا آسان تو نہیں ہوتا آرزو!'' لاریب کے گالوں پر شفاف موتی جھلملانے لگے۔

''ارے ارے لاریب..... ایک تو آنسوؤں کا پورا کنواں تمہارے پاس ہے۔ جو کسی بھی موسم میں خشک نہیں ہوتا۔ ذرا کوئی بات ہوئی۔ فوراً کنواں جوش دکھانے لگتا ہے.....'' آٹے میں لتھڑے ہاتھ لئے وہ لاریب کے قریب آ بیٹھی۔ لاریب سچ مچ رونے لگی تھی۔

''ضد..... انا اور اڑیاں پگلی۔ ہم عورتوں کو کب راس آتی ہیں یہ تو مرد کیلئے ہیں روزِ اول سے مردوں کا ہی ان پر قبضہ ہے۔ تم سکول کا خیال دل سے نکال دو۔ اپنے گھر میں دل لگانے کی کوشش کرو۔ اللہ کے کاموں کو ہم نہیں جانتے وہ بہترین کرنے والا ہے کب کہاں سے راستے بنتے ہیں اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔'' آرزو نے بے دھیانی میں اُس کے آنسو پونچھے تو بے اختیار چیخ پڑی۔

''ہائی میرے اللہ..... آج تو آٹے میں نمک زیادہ ہو گیا ہے روٹیاں خوب نمکین بنیں گی'' آرزو بولی تو لاریب روتے روتے ہنس پڑی۔ آرزو کی باتوں نے دل کو وقتی طور پر حوصلہ دیا تھا کہ جانے کیلئے واپسی کا راستہ آسان ہو گیا تھا۔

البتہ دل ہی دل میں خدا کو گواہ بنا کر خوب عہد و پیمان کئے کہ زین العابدین کو محبت کی بھیک کسی صورت نہیں ملے گی چاہے سونے کے بھی بن جاؤ۔

✦✦✦

لاریب واپس لوٹی تو زندگی کی ایک نئی آزمائش منہ کولے کھڑی تھی۔ سکندر عالم کی ہر چال ناکام ہوئی تو زین العابدین کو زچ کرنے اور ریشم کے دُکھوں کا بدلہ لینے کیلئے ایک اور چال چلی۔ فرحین کو طلاق کا تیسرا نوٹس بطور پروانہ آزادی بھجوا کر اپنا بدلہ پورا کیا۔ یہ انسان کی چال تھی مگر ایک چال وہ چلتا ہے جس کے آگے ہر ایک کی چال ناکام ہو جاتی ہے بے شک وہ بہترین چال چلنے والا ہے۔

دکھ و صدمے سے فرحین بے ہوش ہو کر گر

www.pklibrary.com

پڑی۔ گھر بھر میں طوفان سا برپا ہو گیا۔

''سبز قدم..... منحوس جب سے آئی اس گھر میں مصیبتوں نے تو اس گھر کا راستہ ہی دیکھ لیا ہے۔'' نگہت بیگم کے طنز لاریب کو گھائل کرنے لگتے۔

تکلیف و آزمائش چیز ہی ایسی ہے کہ انسان کی عقل ماؤف ہو جاتی ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے اٹل ہوتی ہے زندگی کی زکوٰۃ ہر ذی روح نے ادا کرنی ہے مگر انسان ناقص العقل ہے اپنی پریشانیوں کا ذمہ دار دوسروں کو قرار دیتا ہے کسی کو منحوس تو کسی کو سبز قدم کہتا ہے جب کہ کوئی انسان منحوس نہیں ہوتا۔ ٹوٹکے کی تدبیروں سے فرحین ہوش میں تو آ گئی مگر صدمات کے ساتھ ایک خوشی بھی تقدیر نے اس کی جھولی میں ڈال دی وہ امید سے تھی۔ سکندر عالم کے ساتھ اس کا تعلق قائم رکھنے کی قدرتی طور پر مہربانی ہوئی تھی اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود سکندر عالم کو فرحین سے محبت تھی مگر ریشم کی محبت نے اُس کے اندر برائی کو جگا دیا تھا۔ سکندر عالم کو یہ خوشی بھی نرم نہ کر سکی۔ اس کا یہی مطالبہ تھا کہ زین العابدین لاریب کو طلاق دے اور ریشم سے شادی کرے ورنہ دوسری صورت میں یہ طلاق برقرار رہے گی اور فرحین ہمیشہ اپنے والدین کے گھر رہے۔

اس ساری صورتحال نے گھر بھر کو پریشان کر ڈالا تھا۔ خوشی بھی ملی آدھی ادھوری کہ مصیبت کی تلوار سر پر لٹکی تھی۔ زین العابدین اپنی بات پر ڈٹا تھا۔ وہ کسی صورت ریشم سے شادی نہیں کرے گا تو پھر لاریب کو طلاق دینے کا کیا جواز ہے۔ بی جان اس فیصلے میں زین العابدین کے ساتھ تھیں۔

''کیا فائدہ ہے اس کمزور تعلق کو نبھانے کی..... جس کو صرف تم قائم رکھنا چاہتے ہو۔ لاریب اور تمہارے درمیان اس قدر فاصلے ہیں۔ ایک دوسرے کو دیکھتے تک نہیں۔ بات نہیں کرتے یہاں تک کہ کمرے تک الگ ہو چکے ہیں۔ آخر کیوں تم اس لڑکی کے عشق میں روگی بن گئے ہو وہ تمہارے ساتھ خوش نہیں ہے بیکار میں تم نے یہ جھنجھٹ پال رکھا ہے۔'' وہ جو اپنے تئیں سمجھ رہا تھا کہ ان دونوں کے تعلق کا بگاڑ سب کی نظروں سے پوشیدہ ہے۔ صرف بی جان واقف ہیں تمام صورتحال سے تو یہ اس کی بھول تھی اولاد کے معاملے میں والدین کی حس بہت تیز ہوتی ہے ان کی ہر بات پر نظر ہوتی ہے۔ بخت شجاع کی باتوں نے اسے حیران کر ڈالا تھا۔

''آخر کیوں نہیں چھوڑ دیتے لاریب کو'' بخت شجاع نے گویا اُس کی جان مانگ لی تھی۔

''زین العابدین..... صرف تمہاری ضد کا نتیجہ بھگت رہے ہیں۔ سکندر ہر حد پار کرتا جا رہا ہے۔ اگر یہی طور طریقے رہے تو اس علاقے کی کرسی تو ہمارے ہاتھ سے چلی جائے گی۔ وہ ہمارے کتنے حامیوں کو اپنے ساتھ ملا چکا ہے۔ نا جانے اس بار الیکشن کا کیا بنے گا۔ بیرونی مسائل بڑھتے جا رہے ہیں اور ہم ابھی تک اندرونی مسائل ہی حل نہیں کر پائے۔ حکومت کرنے والا ایک لڑکی کے عشق میں فقیر بنا بیٹھا ہے۔'' بخت شجاع کو اقتدار کی فکر کھائے جا رہی تھی مگر زین العابدین دل میں نا جانے کیا ٹھانے بیٹھا تھا جس کی کسی کو بھنک نہ پڑنے دی تھی حتیٰ کہ بی جان بھی اس راز سے لاعلم تھی۔

''میں نہ تو لاریب کو طلاق دوں گا..... اور نہ ہی ریشم سے شادی کروں گا چاہے سکندر عالم میری جان لے لے.....'' زین العابدین اپنے مؤقف پر ڈٹا تھا۔

لاریب اُس کے عزم و استقلال پر بھونچی

www.pklibrary.com

رہ گئی تھی۔ کہاں علاقے کی حکومت وجاہ وجلال، تعلق ناطے اور کہاں ایک ادنیٰ لڑکی..... وہ ہر چیز سے دست بردار ہونے کو تیار تھا مگر لاریب سے نہیں۔

✧✧✧

''فرحین کیا..... تم بھی ان تمام باتوں ذمہ دار مجھے ٹھہراتی ہو'' لاریب اس کے کمرے میں کھانا اور دوا لیکر آئی تو اس کے قریب بیٹھ کر بولی۔

لاریب نے وہی ذکر چھیڑ دیا جو سارے گھر کی دُکھتی رگ تھی۔

''نہیں لاریب..... اس سب میں تمہارا کوئی قصور نہیں۔ بھائی صحیح کہتے ہیں وہ تم سے شادی نہ بھی کرتے وہ ریشم کو کبھی نہ اپناتے..... میں بھائی کو اچھی طرح سے جانتی ہوں۔ مگر سکندر کو یہ بات کون سمجھائے'' فرحین رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

''سکندر نے ہر معاملے میں مجھے نیچے رکھا۔ ان کی زندگی میں میری کوئی جگہ نہیں محبت کا دعویٰ کرنے کے باوجود انہیں میری کوئی پرواہ نہیں۔ اپنی بہن کی وجہ سے انہوں نے مجھے سزا دی۔ میرے ساتھ زیادتی کر بھی لی مگر کم از کم اپنی اولاد کا تو سوچ لیتے'' فرحین دھواں دھار رونے لگی تو لاریب بھی گھبرا اٹھی۔ اس کے دل کو عجیب سے احساس نے آگھیرا۔ آگے بڑھ کر فرطِ جذبات سے فرحین کو گلے لگا لیا اور تسلی دینے لگی۔

''لاریب..... میں نے بہت دعائیں مانگی تھیں کہ سکندر مجھے طلاق نہ دیں۔ اُن کا دل میری طرف سے نرم ہو جائے..... میں سب سے چھپ کر راتوں کو روتی تھی اور'' سسکیوں نے اس کی بات مکمل نہ ہونے دی۔

''اور..... میں نے سکندر کو خفیہ فون کر کے ان کی منت سماجت بھی کی تھی کہ بیشک مجھے گھر نہ لیکر جائیں مگر طلاق نہ دیں'' چند لمحوں کے توقف کے بعد فرحین بولی۔ لاریب سناٹے میں آگئی۔ چند لمحوں کیلئے وہ اپنا اور فرحین کا موازنہ کرنے لگی..... فرحین طلاق کے خوف سے رو رہی تھی اور لاریب ہر پل طلاق کا مطالبہ کرتی رہتی تھی۔ وہ سکندر عالم کے بے رحمی کے باوجود اُس کے ساتھ کی خواہشمند تھی اور وہ زین العابدین کے ساتھ ہی نہیں رہنا چاہتی تھی۔ فرحین ابھی بھی سب بُھلا کر اپنے آشیانے میں لوٹ جانا چاہتی تھی۔ اور لاریب اپنے آشیانے کو قید خانہ کہتی تھی۔

''لاریب..... اس سارے قصے میں میرے بچے کا کیا قصور ہے..... اس کو کس گناہ کی سزا دی جا رہی ہے کہ وہ دنیا میں آئے اور یتیموں کی طرح زندگی گزارے؟'' فرحین کی دہائی پہ لاریب کا دل کٹنے لگا۔

''فرحین میں تو چاہتی ہوں کہ تمہارا بھائی ضد چھوڑ دے اور اپنی بہن کا گھر بچا لے مگر!'' لاریب مجرم بنی آہستگی سے بولی۔

''نہیں..... لاریب..... بھائی تم سے بہت محبت کرتے ہیں۔ وہ کبھی نہیں مانیں گے اور میں انہیں ایسا کرنے نہیں دوں گی..... تمہیں تو اندازہ نہیں وہ آپ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ تمہاری خاطر انہوں نے زندگی کی ہر خوشی خود پر حرام کر لی ہے۔ سکندر نے کتنی ذہنی اذیت دی مگر وہ ثابت قدم رہے۔ صرف اور صرف تمہاری محبت میں۔ سچ پوچھو تو مجھے ہمیشہ سے ریشم اپنے بھائی کے قابل نہ لگتی تھی میرا بھائی سُلجھا ہوا، نفیس طبیعت کا مالک، ریشم کی غیر سنجیدگی سے بھائی کو سخت چڑ ہے۔'' فرحین نے آنسو پونچھے اور

www.pklibrary.com

مسکراتے ہوئے اس کے دونوں گالوں کو دبایا تو لاریب مٹی کی مورتی بنی حیرانی سے اُسے دیکھتی رہی۔

''پتہ ہے لاریب..... بھائی کی زندگی کی کتاب میں ''محبت'' کا لفظ نہیں تھا۔ وہ محبت کرنے والوں کو پاگل اور بیوقوف کہتے تھے۔ ریشم کا مذاق اڑاتے تھے میری اور سکندر عالم کی محبت کو ہنس میں اڑاتے تھے مگر مجھے لگتا تھا'' فرحین چند لمحوں کیلئے رکی اور لاریب پر گہری نگاہ ڈالتے ہوئے مسکرائی۔

''کیا.....'' لاریب کی آواز کہیں دُور سے آئی تھی۔

''یہی کہ بھائی کو سزا ملے گی۔ محبت کا مذاق اُڑانے کی..... محبت کرنے والوں کی توہین کرنے کی..... کیونکہ محبت کا اصول ہے کہ جو اُس سے محبت کرے اُسے بھی اپنا لو اور جو محبت سے نفرت کرے یا اس کا مذاق اُڑائے اُسے اپنے جیسا بنا دو پھر وہ بھی محبت محبت پکارے گا اور محبت مسکراتی نظروں سے اس کا جائزہ لے گی۔ یہ ہے سزا اب تمام عمر اسی میں زندگی گزارو۔ بہت طاقتور جذبہ ہے محبت کا..... کر کے بھی چین نہیں آتا۔ کئے بغیر بھی قرار نہیں آتا۔ اور بعض لوگوں کو محبت زیادہ سخت سزا سناتی ہے..... پتہ ہے کیا.....'' فرحین نے لاریب کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

لاریب نے نفی میں سر ہلا کر اپنی لاعلمی کا اظہار کی تھا..... اُس کی جھیل جیسی آنکھوں میں اُلجھن تیرنے لگی تھی۔

''عشق کی سزا..... جو زیادہ جان لیوا ہوتی ہے کہ زندہ ہوتے ہوئے بھی انسان سولی چڑھ جاتا ہے۔ بھائی کو عشق کی سزا ملی ہے وہ تم سے محبت نہیں عشق کرتے ہیں اور میں اپنے بھائی کا عشق چھین کر خوامخواہ ''کیدو'' کا کردار کیوں ادا کروں.....'' بھیگے گال صاف کرتے ہوئے وہ نہایت فراخدلی سے مسکرائی مگر لاریب سوچوں کے گھنے جنگل میں بھٹکنے لگی تھی۔

''عشق..... اس کا عشق تو اس کا مقصدِ حیات تھا۔

اور زین العابدین کا عشق لاریب کی ذات تھی۔

''لاریب ابھی تک سکول کے خیال کو دل سے نہیں نکال پا رہی تھی.....

''اور زین العابدین کسی صورت لاریب کو اپنی زندگی سے نہیں نکالنا چاہتا تھا یعنی عشق برابر ہو گیا تھا عشق کے۔ تو پھر حاصل کیا نکلنا تھا؟؟ لاریب کا دماغ ماؤف ہونے لگا۔

✦✦✦

ابھی تو ساتھ چلنا ہے سمندر کی مسافت تک کنارے پر ہی دیکھیں گے کنارہ کون کرتا ہے

دونوں محاذوں پہ سنگین خاموشی قابض تھی۔ زین العابدین نے لاریب کے سامنے آنا بالکل ترک کر دیا تھا اور لاریب وہ تو ویسے ہی دل کے تمام کواڑ، دماغ کے گوشے زین العابدین کے داخلے کیلئے بند کئے بیٹھی تھی۔ مگر بی جان کو فکروں اور اندیشوں نے گھیر رکھا تھا۔ بات اب گھر سے باہر نکل کر سارے علاقے میں گردش کرنے لگی تھی۔ جس سے دشمن شاد اور دوست فکر مند تھے..... مولوی عبدالرافع بہت دفعہ ان باتوں کو لیکر پریشان ہو کر بنگلے میں آتے اور لاریب کے دل پہ جمی شکایتوں کی گرد صاف کرنے کی کوشش کرتے۔

'میں مانتا ہوں بیٹا..... مرد خود غرض ہوتا ہے سفاک ہوتا ہے بے حس ہوتا ہے اپنا کیا ہوا

www.pklibrary.com

ظلم وستم بہت جلد کھا پی جاتا ہے مگر کچھ مرد تو ایسے ہیں جو اپنی پوری زندگی بتا دیتے ہیں مگر انہیں اپنی غلطی کا احساس تک نہیں ہوتا مگر چھوٹے مالک کو احساس بھی ہوا اور ادراک بھی وہ خود تلافی کیلئے تمہاری طرف بڑھے.....'' مولوی صاحب کی باتوں میں تپش تو تھی مگر لاریب کا دل موم کہاں تھا جو اس تپش و حرارت سے پگھل جاتا۔ وہ پتھر تھا اور پتھروں میں سوراخ تو پھر اللہ کے حکم سے ہی ہوا کرتے ہیں۔

''بابا..... میرا مقصد تباہ کر کے مجھے لاچار اور محتاج بنا کر گھر میں بٹھا دیا گیا۔ یہ آپ کی نظر میں تلافی ہے۔ میرے سکول کا نام و نشان مٹا دیا۔ کس بے دردی اور سفاکی سے اس شخص نے میرے خواب اُجاڑے۔ بابا آپ بھول گئے..... کیسے سارے زمانے کے سامنے آپ کی بیٹی کو رُسوا کیا..... آپ بھول سکتے ہیں وہ سب مگر بابا میں نہ کچھ بھولی ہوں اور نہ بھولوں گی.....'' لاریب کے لفظوں میں آہیں ماتم کرنے لگیں۔

''بابا..... آپ کی زندگی کا مقصد تو امامت، اصلاحِ انسانیت مسجد و مدرسے کی خدمت ابھی زندہ ہے مگر میرا مقصد تو فوت ہو چکا ہے تو پھر ماتم بھی تو میں ہی کروں گی'' لاریب کا لہجے میں شیشے سی چبھن تھی جو باہر کھڑے شخص کے دل میں اُتر گئی تھی۔

زین العابدین جو وہاں سے گزرا تو اپنا نام سُن کر قدم بے اختیار ہی رُک گئے۔ لاریب کی سسکیاں اُس کے دل کو پچھتاوے کے بھاری پتھر تلے دبانے لگیں۔

''اچھا اچھا..... اب فضول میں رونے پیٹنے کی ضرورت نہیں..... سوگ کا حکم تو اللہ نے صرف تین دن سے زیادہ کا نہیں دیا اور تم بیکار سی بات کو لیکر فضول میں روگ لگائے بیٹھی ہو۔ اپنا گھر اور شوہر سنبھالو..... عورت کا شادی کے بعد صرف یہی فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کی دل و جان سے خدمت کرے اور اس کی خوشی میں خوش رہے'' مولوی صاحب نے ڈپٹ کر کہا۔

لاریب خاموش رہی تھی۔ مولوی صاحب نے ہمیشہ اُس کی ہی غلطی نکالی تھی۔

آہستگی سے سیڑھیاں اترتے زین العابدین کے دل نے اعتراف کیا تھا۔

لاریب تم ٹھیک ہو حق بجانب ہو۔ جس طرح میں تمہاری محبت سے دست بردار ہونے کا حوصلہ نہیں رکھتا۔ تم بھی صحیح احتجاج کرتی ہو..... تمہاری اپنی محبت کیلئے شدتیں غلط نہ تھیں۔ تمہارے اعتراضات درست ہیں۔

''زین العابدین کہاں جا رہے ہو؟'' نگہت بیگم کی آواز نے اُس کی قدموں کو روکا۔

مگر وہ ان سنی کر کے آگے بڑھ گیا۔

''زین میری جان..... بچے کہاں جا رہے ہو؟'' بی جان از حد فکر مند تھیں مگر وہ کچھ نہ سُن رہا تھا قدم بس انجانی سمت بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ وہ بے اختیار تھا۔ بے خودی نا جانے کہاں اسے لئے جا رہی تھی۔

✦✦✦

میرے شعر تے میری شراب وی توں
میرے خواب تے میرے عذاب وی توں
میرے دھپ گماں، یقیں وی توں
میرے دل وچ وجدا ڈھول وی توں
میرے لہو وچ نچدا بول وی توں
میرے تن تے لگدی چھمک وی توں
میری آکھ وچ کھبدی چمکی وی توں
میری روح دا پہلا گیت وی توں
میرا دشمن توں میرا میت وی توں

www.pklibrary.com

گلابوں کی مسحور کن خوشبو چہار سو اپنا سحر پھیلا رہی تھی۔ طاقچوں میں روشن چھوٹے بڑے مٹی کے دیے چراغاں کر رہے تھے۔ درگاہ شریف کے مختلف گوشوں سے اُبھرتی صوفیانہ کلام کی دلگداز آوازیں قلب و روح کو مسحور کئے جا رہی تھیں۔ دل پہ چوٹ لگے تو اللہ والوں کے ٹھکانوں کی جانب قدم خود بخود اٹھنے لگتے ہیں۔

روح قفسِ عنصری میں کسی زخمی پرندے کی مانند فریاد کرنے لگتی ہے۔ اور دل ماتم کرنے لگتا ہے۔ دل میں لگی پچھتاوے کی جلن، روح کو بھسم کرتی آتش عشق زین العابدین کو محل سے کھینچ لائی تھی۔ پورے علاقے کے بادشاہ کو عشق کی مار نے فقیر بنا ڈالا تھا۔ سیاہ چادر لئے اس کے خوبرو چہرے پر حزن و ملال رقم تھا۔ آنکھوں کے گوشے نم تھے۔ کسی پیر فقیر کا مزار واحد جگہ ہے جہاں مرد بھی آزادی سے آنسو بہا لیتے ہیں۔ دل و نظر کو ایک ہی تصور جھلسائے جا رہا تھا۔ خفا خفا سا محبوب کا چہرہ۔ روتا سسکتا لاریب کا چہرہ۔

کہیں وہ بادشاہ تخت نشین
کہیں کاسہ لئے، گدا دیکھا
یار کو ہم نے جا بجا دیکھا
صورت گل میں کھلکھلا کے ہنسا
شکل بلبل میں چہچہایا دیکھا
شمع ہو کر کے اور پروانہ
آپ کو آپ میں جلا دیکھا
یار کو ہم نے جا بجا دیکھا

''لگتا ہے دل پہ چوٹ لگی ہے زین جی.....'' زہر میں بجھی ریشم کی آواز پر وہ چونکا۔ تڑپ کر اس کی جانب دیکھا اور ساکت ہو گیا۔

یہ وہ ریشم تو نہیں تھی۔ جس کی آنکھوں میں محبت پہنا کرتی تھی مگر اب ان میں نفرت بین کر رہی تھی۔ لبوں پہ طنزیہ مسکراہٹ سجی تھی۔ زمانے کا دستور ہوئے جب وقت کڑا چل رہا ہو تو ہر کوئی اپنا حساب لیکر سامنے کھڑا ہو جاتا ہے۔ ہر کوئی مجرم کی غلطی بڑی بے رحمی سے بیان کر رہا ہوتا ہے۔

ریشم کے حساب و کتاب میں زین العابدین اس کا مجرم تھا جس نے اس کی محبت کی ناقدری کی تھی اُس کے جذبات کی بے توقیری کی تھی۔

وہ جب بکھرے گا تیرے رخسار پر تیری آنکھوں کا پانی
تجھے احساس تب ہوگا محبت کس کو کہتے ہیں

سفید لباس میں ملبوس ریشم کھنڈروں میں بھٹکتی ہوئی کوئی روح محسوس ہوئی۔ نہ کلائیوں میں چوڑیاں، نہ وہ پہلے والا ہار سنگھار..... یہ تو ریشم قطعی نہ تھی۔ وہ شوخی و شرارت، آنکھوں میں کاجل کی جگہ اشکوں کا راج تھا۔ چہرے پر انتقامی مسکراہٹ کا وحشیانہ رقص جاری تھا۔

''لگتا ہے زین جی..... آپ کا کشکول بھی خالی ہے۔ شاید کسی نے محبت کی خیرات ڈالی ہی نہیں.....'' وہ جتاتی نگاہوں سے دیکھتی ہوئی بولی۔

زین العابدین نے ایک گہری نگاہ اُس کے اجنبی چہرے پر ڈالی اور جانے کیلئے قدم بڑھائے تھے کہ محبت کی ماری راستہ روک کر کھڑی ہو گئی۔

''ایسی بھی کیا بے رخی زین جی.....؟''

زین العابدین نے ایک طائرانہ نگاہ اردگرد کے ماحول پر ڈالی تو کچھ نگاہیں اُن دونوں پر جمی تھیں۔

''میں نے کبھی تم سے محبت نہیں کی تھی ریشم..... تمہاری محبت یکطرفہ تھی.....'' زین العابدین سرد لہجے میں بولا۔

www.pklibrary.com

''محبت تو آپ کی بھی یک طرفہ ہی ہے.....'' ریشم بولی تو اُسے یوں لگا کہ پوری طاقت سے کسی نے بھالا مار دیا ہو۔ وہ چند لمحوں کیلئے ساکت رہ گیا۔ ریشم کے چہرے پر تسکین آمیز مسکراہٹ اُس کا خون جلا گئی..... اُسے لگا کہ اُس کے زخم کسی نے بے دردی سے پھر سے تازہ کر دیا ہو۔ کہ خون رِسنے لگا۔

''کیا چاہتی ہو تم ؟؟'' اُس کا دایاں بازو نہایت سختی سے اپنی گرفت میں لیکر وہ غرایا۔

''اتنا سب کچھ تو تم لوگ کر چکے ہو۔ کیا ابھی بھی بدلے کی آگ ٹھنڈی نہیں ہو رہی۔ میری بے قصور بہن کو بھی سزا دی۔ بدکرداری کا الزام تک لگا دیا اور جو دل میں آیا کرتے گئے تم لوگ..... یہ ہے تمہاری محبت..... یہ تمہاری مجھ سے محبت نہیں ہے خود سے محبت ہے'' زین العابدین کے لہجے میں شعلوں کی لپک تھی۔ زین العابدین کو اس کی محبت سراسر خود غرض لگی۔

''محبت بس محبت ہوتی ہے زین جی..... آپ اسے خود غرض کہیں..... یہ آپ کی مرضی ہے اور ضروری تو ہیں کہ ریشم آپ کی ہر بات پر پہلے کی طرح سولہ آنے سچ مان کر سینے سے لگا لے.....'' وہ تنفر سے اپنا بازو چھڑاتی ہوئی زخمی شیرنی بنی غرائی۔

''خود غرض یا یک طرفہ محبت تھی پھر بھی میرے سوہنے رب نے میری منت پوری کی ہے۔'' وہ بے رحمانہ انداز سے بولی۔

زین العابدین اُسے استفہامی خاموشی سے دیکھنے لگا.....

''منت مانی تھی زین جی کہ..... جس بے حس ظالم نے میرا دل توڑا ہے۔ میری زندگی کو برباد کیا ہے اُس کا بھی دل ٹوٹے..... میں اُس کی آنکھوں کو بھیگا دیکھوں..... تو درگاہ شریف پر اپنے خون سے دیا جلاؤں گی.....'' ریشم بظاہر ٹھنڈے لہجے میں بولی مگر اندر آگ کا الاؤ دہکنے لگا۔

تیز دھار چاقو سے اپنی گوری نرم و نازک انگلیوں کو زخمی کرتے ہوئے دیے میں خون ڈالا تو چشم زدن میں چراغ خون سے بھر گیا۔ زین العابدین اُس کی شدت پر حیران رہ گیا تھا۔ آج اسے پہلی بار ریشم کی محبت کا اندازہ ہوا۔ تو دماغ ماؤف ہونے لگا۔

ڈھیروں آنسو ریشم کی ویران آنکھوں سے نکل کر اُس کے سفید آنچل میں گم ہو گئے۔

''آپ میرے نہیں ہوئے زین جی..... میں آپ کو لاریب سے بھی چھین لوں گی'' حسرت بھری نگاہ اُس پر ڈالتے ہوئے وہ پلٹ گئی مگر زین العابدین کو سوچوں کے گرداب میں اُلجھا گئی۔

خالی کشکول..... محبت کی خیرات..... یکطرفہ محبت..... ریشم کے الفاظ کانوں میں سیسہ بن کر اُترنے لگے۔ آنکھوں کے سامنے لاریب کا روٹھا ہوا چہرہ، عمیر کی نفرت بھری نگاہیں گردش کرنے لگیں۔

''نفرت ہے مجھے آپ سے..... نفرت.....'' لاریب کی سسکیاں سنائی دیں۔ گم رو اور سانولی رنگت والا عمیر لاریب کے بہت قریب نظر آیا دونوں کے چہرے پر خوشی تھی۔

زین العابدین کو اپنا وجود عمیر سے بھی کم تر لگنے لگا تو وہ نڈھال سا گر پڑا۔ یکا یک..... چراغوں پہ لگی سیاہی اپنے سرخ و سفید چہرے پر ملنے لگا۔

''دیکھو لاریب..... میں اب عمیر جیسا ہو گیا ہوں کیا اب مجھ سے محبت کرو گی.....'' دل کا ایک ہی سوال تھا۔

www.pklibrary.com

''نہیں ہرگز نہیں۔ کبھی بھی نہیں'' لاریب کا جواب اُسے زندہ درگور کر گیا۔

ہر ہر..... دل ہر..... تھاں اچ عشق سمایا اے
عرش فرش تے عشق نے قدم ٹکایا اے
عین چوداں طبقاں..... اندر تھاواں عشق دیاں
اوکھے پینڈے لمیاں راہواں عشق دیا
سرِ بازار..... چاہوئے عشق..... نچا چھڈ دا
ہائے لکھ نہ چھڈے۔ ویکھ وفاواں عشق دیاں
اوکھے پینڈے لمیاں راہواں عشق دیاں
عین باطن..... عین الحق ضداواں عشق دیاں
اوکھے پینڈے لمیاں راہواں عشق دیاں

✦✦✦

وہ تھکا ہارا لوٹا تو لاؤنج کی غیر معمولی گہما گہمی نے اُس کے قدموں کو روک دیا۔ وہ روز جب بھی گھر واپس آتا تو سارا گھر سو چکا ہوتا تھا۔ ہر سُو خاموشی کا راج ہوتا..... مگر آج..... یہ سب جاگ رہے تھے۔

زین العابدین کا منظر تو صرف بی جان کا وجود ہوتا تھا جو اُس کے انتظار میں جاگتی رہتی..... وہ جب تک آ نہ جاتا وہ آنکھ نہ بند کرتی۔

پہلے سوچا وجہ خود جا کر معلوم کرلے..... مگر..... قدم رُک گئے.....

لاریب کی آواز اور اُس کی موجودگی نے ان تو اُسے حیران کر ڈالا۔ وہ بول رہی تھی اور سب سُن رہے تھے یوں جیسے سکول میں اُستانی بولتی ہے اور بچے سُنتے ہیں۔ زین العابدین نے رُک کر اُس کی بات سننے کی کوشش نہ کی۔

''یقیناً میرے خلاف زہر اُگل رہی ہوگی'' دل نے قیاس کیا اور قدم باہر کی جانب بڑھنے لگے۔

وہ سب کے سامنے سے گزرتا تو سب سوال کرتے اس کے دیر سے آنے کی وجہ پوچھتے، اُسے اس بحث کا حصہ بناتے جو وہ بننا نہیں چاہتا تھا۔ وہ اپنے قصور بخوبی جانتا تھا۔ سب کے درمیان بیٹھ کر لاریب کے طنز سُننے کا حوصلہ نہیں تھا۔ بی جان کے کمرے میں جانے کیلئے عقبی راستہ اختیار کیا جو لان سے گزر کر جاتا تھا۔ جھینگروں کی آوازوں نے باہر خاصا شور مچا رکھا تھا۔ نرم گیلی گھاس پر وہ قدم رکھتا لان عبور کر کے بی جان کے کمرے میں جا پہنچا۔

''ارے زین! آج اتنی دیر لگا دی..... کب سے انتظار کر رہی ہوں'' بی جان اُسے دیکھتے ہی فکرمندی سے بولیں۔

''بس بی جان..... وقت گزرنے کا پتہ نہیں چلا'' اُس کے لہجے میں نامعلوم سی تھکاوٹ تھی۔ شال اُتار کر ایک سائیڈ پر رکھی اور لحاف لے کر لیٹ گیا۔ سردی خاصی بڑھ چکی تھی۔

''کہاں تھے سارا دن..... منع بھی کیا ہے بخت شجاع نے بغیر محافظوں کے یوں باہر نہ نکلا کرو۔ دشمنوں کی سازشوں کا کیا پتہ چلتا ہے سکندر عالم تو گھات لگائے بیٹھا ہے خون سفید ہوگیا ہے۔ مگر تم کسی کی کہاں سنتے ہو..... ہوا کے گھوڑے پر سوار ہوتے ہو.....'' بی جان پریشانی سے بولیں۔

''درگاہ شریف پر چلا گیا تھا بس وہیں دیر ہو گئی تھی ویسے بھی موت کا دن مقرر ہے بی جان..... اس دن تو نہ کوئی [illegible] حصار کام آئے گا اور نہ ہی کوئی احتیاط [illegible]..... بس موت آئے گی..... بہانہ بنائے [illegible] لے جائے گی''۔ وہ یوں لاپرواہی سے کہتے ہوئے مسکرایا کہ جیسے زندگی سے پیار ہی نہ ہو۔

ارے لڑکے..... [illegible] بات منہ سے نکال..... تُو تو بالکل ہی باؤلا ہوگیا ہے۔'' بی

www.pklibrary.com

جان دہل کر بولیں۔

انہیں زین العابدین کی بات بالکل اچھی نہ لگی تھی۔ اس لئے ٹوکے بناء نہ رہ سکیں۔

''اچھا چھوڑیں ساری باتیں..... یہ بتائیں آج گھر میں سب جاگ کیوں رہے ہیں؟'' زین العابدین کو ایک دم یاد آیا تو بولا۔

''ارے ہاں..... میں تو بتانا ہی بھول گئی..... آج تیری ''بیوی'' نے وہ کارنامہ انجام دیا ہے کہ سارے گھر کو اپنا گرویدہ بنالیا ہے.....'' بی جان پُرمسرت اندازمی بولیں۔

''بیوی..... کونسی بیوی؟'' زین العابدین شاید اپنے حواسوں میں نہیں تھا اُسے یہ لفظ بہت اجنبی لگا تو پوچھ بیٹھا۔

''اے لو..... یہ لاریب تیری بیوی نہیں ہے پگلے..... ایک ہی بیوی ہے تیری اور سوال ایسے کر رہا ہے جیسے درجنوں بیویاں ہوں'' بی جان نے ہنستے ہوئے چپت لگائی۔

''بی جان..... کچھ اجنبی سا لگا تھا یہ لفظ..... اس لئے سمجھ نہ پایا۔ ویسے بھی مجھے لگتا ہے کہ ابھی بھی میں غیر شادی شدہ ہوں'' تلخی سے مسکراتے ہوئے وہ آنکھیں بند کر گیا تھا۔ شاید بی جان سے دل اکرب چھپانا تھا۔

''ارے میری جان کیوں دل کو روگ لگا بیٹھا ہے۔ حوصلہ کر میرے بچے..... آج تم دونوں کے درمیان دُوریاں ہیں۔ مگر اچھا وقت بھی آئے گا۔ جب اُس کا دل تمہاری طرف سے صاف ہو جائے گا..... پھر دیکھنا یہ سخت وقت تجھے یاد بھی نہ ہوگا۔ ابھی وہ غصے اور صدمے کی کیفیت میں ہے نا۔ مگر میاں بیوی کا رشتہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک دوسرے سے زیادہ دیر دور نہیں رہ سکتے.....'' بی جان نے اُسے حوصلہ دیتے ہوئے اُس کی شفقت سے پیشانی چھوئی تو حرارت کا احساس ہوا۔

''آپ لاریب کے کسی کارنامے کا ذکر کر رہی تھیں'' زین العابدین نے انہیں پھر سے یاد دلایا جو شاید وہ بھول گئی تھیں۔

اور پھر بی جان نے سارا قصہ سنا ڈالا۔ جس کو سُن کر زین العابدین بھی حیران رہ گیا تھا.....

سکندر عالم نے ابھی تک فرحین کو جو طلاق کے نوٹس بھیجے تھے وہ جعلی اور جھوٹ پر مبنی تھے۔ وہ صرف ڈرانے دھمکانے کیلئے یہ حربے استعمال کر رہا تھا۔ بہن کی محبت میں اندھا ہو کر ہر غلط کام کر رہا تھا مگر جانتا تھا کہ فرحین اُس کی محبت اور بیوی ہے جسے وہ چھوڑنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا مگر زین العابدین کا دماغ ٹھکانے لگانے کیلئے صرف دباؤ ڈال رہا تھا تا کہ لاریب کو طلاق دیکر ریشم کے ساتھ شادی کر لے۔ اور پھر بعد میں آرام سے کہہ دے کہ

''فرحین تو ابھی تک میری بیوی ہے میں نے اُسے طلاق نہیں دی.....''

''وہ تو بھلا ہو لاریب کا..... کہ اُس نے طلاق نامہ دیکھا اور جھٹ بتا دیا یہ سب جعلی ہیں..... اللہ بھلا کرے اس بچی کا..... میں اس لئے کہتی ہوں تعلیم بہت ضروری ہے۔ دیکھو فرحین کو کہ ان پڑھ تھی کہ کچھ نہ دیکھ سکی نہ پڑھ سکی اور رو رو کر بُرا حال کر لیا اور بیوی ہوتے ہوئے بھی طلاق یافتہ بن کر بیٹھی.....'' بی جان نے آسمان کی جانب نگاہ ڈالتے ہوئے ہاتھ اُٹھا کر شکر ادا کیا۔

''واقعی بی جان!'' زین العابدین دل ہی دل میں بہن کے حوالے سے فکر مند تو تھا مگر ریشم کسی طور پر قبول نہ تھی۔

''ہاں پگلے..... تو میں کیا جھوٹ بول رہی ہوں..... دیکھو اُسے مُوئے کو کیسے ہماری

www.pklibrary.com

آنکھوں میں مرچیں ڈالیں..... کہ ہم پریشانی میں کچھ سمجھ ہی نہ پائے..... ویسے زین العابدین تو نے بڑا اچھا کیا کہ ریشم سے شادی نہیں کی۔ اُس نے تو گھر کو بالکل ہی پاگل خانہ بنا چھوڑنا تھا.....'' بی جان کا انداز توصیفی تھا۔

ان کا ایک ایک لفظ اُس کے دل میں پھانس بن کر گھب گیا.....

''تبھی تو میں کہتی ہوں کہ بچیوں کا تعلیم یافتہ ہونا بہت ضروری ہے۔ لاریب بالکل ٹھیک کہتی تھی مگر سب اُس کے دشمن بن گئے تھے۔'' بی جان کا لہجہ تاسف بھرا تھا۔

''اچھا کیا..... جو تم نے سکندر عالم کے دباؤ میں آکر لاریب کو طلاق نہیں دی۔ ورنہ بڑی زیادتی ہو جاتی۔ مولوی صاحب کی بیٹی کے ساتھ.....''

''زیادتی..... بی جان وہ تو کہتی ہے کہ میں نے اُس سے شادی کر کے اس پر ظلم کیا ہے'' زین العابدین نے گہرا سانس کھینچا اور کرب سے آنکھیں موندلیں۔

''کیا ہوا..... طبیعت ٹھیک ہے تمہاری؟'' بی جان اب تشویش زدہ نظروں سے اُسے دیکھتی ہوئی بولیں۔

''بس سر میں درد ہے بی جان؟'' اُس نے اپنی کنپٹیاں دباتے ہوئے کہا۔ بی جان اُس کی طرف سے بہت فکر مند رہنے لگی تھیں۔

''میں اندر آسکتی ہوں بی جان؟'' لاریب کی آواز پر زین العابدین کے دل کی حالت عجیب ہونے لگی..... سینے میں دم الجھنے لگا۔

''آجاؤ لاریب..... ابھی تمہیں ہی بلوانے لگی تھی بڑی لمبی عمر ہے۔'' بی جان محبت سے بولیں۔

''کیوں خیریت بی جان؟'' وہ کہتے ہوئے اندر داخل ہوئی تو کسی تیسرے کی موجودگی پر گھبرا گئی۔

وہ سمجھی تھی کہ بی جان کمرے میں اکیلی ہیں۔ زین العابدین کے آنے کا اُسے بالکل علم نہیں ہوا تھا۔ وہ ہر روز رات کو بی جان کے کمرے میں آکر کبھی سر میں تیل لگاتی تو کبھی پیر دباتی۔ وہ زین العابدین کے آنے سے پہلے چلی جاتی تھی مگر آج وہ کمرے میں موجود تھا۔ فطری طور پر جھجک سی ہونے لگی۔

زین العابدین نے ایک پل کیلئے بھی اُس کی طرف نگاہ نہیں کی تھی بلکہ اُس کی آمد پر بے نیازی سے کروٹ لے لی.....

بی جان خاموش نگاہوں سے دونوں انا کے ماروں کے طور طریقے اور تاثرات ملاحظہ کر رہی تھیں مگر زبان سے کچھ نہ کہہ سکیں۔

لاریب کی گھبراہٹ اور اُلجھن اور زین العابدین کی بے نیازی سب اُن کی آنکھوں کے سامنے تھا۔

''ارے آج..... میری خدمت چھوڑ لاریب..... اپنے میاں کا سر دبا.....'' بی جان نے دونوں کے درمیان فاصلہ کم کرنے کی سعی کی۔

''جی.....'' لاریب بُری طرح ہچکچائی۔

''ہاں نا..... میرے بچے کا سر بہت درد کر رہا ہے ذرا دبا دے تو آرام آجائے گا مجھ تو لگ رہا ہے کہ حرارت بھی ہے ذرا ہاتھ لگا کر دیکھنا.....'' بی جان نے کمال مہارت سے انجان پنا ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

لاریب کی حالت دیدنی تھی..... بی جان دل ہی دل میں مسکرانے لگیں۔

لاریب کے چہرے پر صاف لکھا تھا کہ جیسے اُسے پہاڑ پر چڑھنے کا حکم دیا گیا ہو۔

www.pklibrary.com

''ارے کھڑی کیوں ہے لاریب..... چل جانا'' بی جان نے حکمیہ انداز میں کہا۔ لاریب کا وجود سُن ہونے لگا..... اُس نے ایک نگاہ بی جان کے چہرے پر ڈالی تو دوسری نگاہ اُس دشمنِ جاں پر ڈالی جو بے نیازی سے لیٹا تھا جیسے گہری نیند میں ہو۔ حالانکہ وہ جاگ رہا تھا۔

طوعاً و کرہاً لاریب اُٹھی۔ زین العابدین کے قریب جا پہنچی۔ اُس کی مخصوص خوشبو جو اُس کی شخصیت کا حصہ تھی۔ زین العابدین کو شاید ایک ہی پرفیوم پسند تھا جو وہ ہمیشہ استعمال کرتا تھا۔ اُس کی آمد سے قبل اُس کی خوشبو اُس کی آمد کا پتہ دے دیتی تھی۔

لرزتا ہوا نرم و ملائم ہاتھ اُس کی روشن پیشانی کو چھونے کیلئے بڑھا تھا کہ زین العابدین نے لحاف سر تک تان لیا۔

لاریب کا دماغ بھک سے اُڑ گیا..... کن اکھیوں سے بی جان کو دیکھا جو بظاہر تو تسبیح پڑھ رہی تھیں مگر سارا دھیان ان دونوں پر تھا۔ حیران و پریشان لاریب نے نچلا لب بُری طرح سے کچلا۔ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کرے۔ غصے کو ضبط کئے اس نے ایک اور ہمت کرنا چاہی اُس نے لحاف کو سر سے اتارنا چاہا مگر اندازہ ہوا کہ دوسری جانب بلا کی سختی تھی۔ یہ محسوس کر کے اس کا دماغ کھولنے لگا.....

''جی تو چاہ رہا تھا کہ پوری طاقت کے ساتھ لحاف کھینچ کر اتنے ''نخرے'' دکھانے پر اس کے سر کی بجائے گردن ہی دبا دے۔

''اونہہ..... بے نیازی دیکھو.....''

✧✧✧

بی جان کو ان کے عمر اور تجربے نے یہی مشورہ دیا کہ دونوں کے درمیان فاصلے کم کرنے ہیں۔ وہ بات بہ بات زین العابدین کے چھوٹے موٹے کام لاریب کو کہنے لگیں۔ کبھی کسی کام کی آڑ لیکر تو کبھی کسی کام کا بہانہ بنا کر.....

''ارے لاریب..... یہ ذرا زین العابدین کے کپڑے تو استری کر دے۔ ملازم تو بالکل کام چور ہو گئے ہیں۔ ٹوٹے ہوئے ہاتھوں سے کام کرتے ہیں..... جا میری بیٹا دو ہاتھ تو لگا دینا.....''

چار و ناچار بی جان کے حکم کی تعمیل کرتی مگر زین العابدین کی جانب سے بے نیازی کے اظہار پر کھول کر رہ جاتی۔

وہ خاموشی سے دوسرا جوڑا پہن کر کنی کترا کر گزر جاتا۔ لاریب استری شدہ کپڑے ہاتھ میں پکڑے اُس کے نخرے ملاحظہ کرتی رہ جاتی۔

بی جان کی موجودگی کے باعث وہ کچھ بھول بھی نہ پاتی تھی۔

''لاریب..... ذرا زین العابدین کیلئے ناشتہ تو بنا دینا۔

''لاریب..... یہ ذرا اُس کی قمیص کا بٹن لگا دینا۔ مجھے تو اب ٹھیک سے نظر بھی نہیں آتا۔''

''لاریب..... میں کتنی دیر سے زین العابدین کو فون ملا رہی ہوں۔ اٹھا ہی نہیں رہا۔ ذرا میری بچی اپنے نمبر سے اُسے فون کرنا۔ ضروری بات کرنی ہے۔''

بی جان کی جانب سے ایسے ہی کوششیں جاری تھیں مگر دونوں طرف برف پگھلنے میں نہیں آ رہی تھی۔ خود کو توڑ موڑ کر وہ بی جان کا ہر حکم مانتی مگر زین العابدین کی بے رُخی جان جلا دیتی۔

وہ ٹرے پکڑے ناشتہ لاتی تو وہ دیکھے بغیر باہر نکل جاتا۔

وہ سوئی دھاگہ ہاتھ میں لئے بٹن لگاتی تو وہ دوسری قمیص پہن کر چلا جاتا۔

www.pklibrary.com

لاریب کا نمبر دیکھ کر پہلی بیل پر ہی کال کاٹ دیتا..... بے نیازی تو ایسی تھی کہ لاریب بھی سُلگ جاتی۔

''چھوٹی بی بی..... چھوٹے مالک اپنے کپڑے منگوا رہے ہیں بی جان کے کمرے میں'' وہ جو اپنے کمرے میں جلے پیر کی بلی بنی ٹہلتی اور اُس کے خلاف خوب بھڑاس نکالتی جاتی۔

ملازم کی آمد پر یہ سلسلہ تھما۔ وہ بے دھیانی میں الماری کی جانب بڑھی اور ایک استری شدہ سوٹ نکال کر اُس کی جانب بڑھا دیا.....

''چھوٹی بی بی..... ایک نہیں..... وہ کہہ رہے ہیں کہ سارے کپڑے بی جان کے کمرے میں لے اور'' وہ رُکا

''اور!'' لاریب نے استفہامی نظروں سے دیکھا۔

''اور باقی سارا ضروری سامان'' ملازم نے بتایا تو سارا پیغام سنتے ہی لاریب کے کانوں سے دھواں نکلنے لگا..... چہرہ غصے سے آگ بگولہ ہو گیا۔

''تو کھڑے کھڑے مجھے کیا آڈر دے رہے ہو۔ آگے بڑھو اور نکال لو سامان'' لاریب خود پر قابو نہ پا سکی تو کرختگی سے ملازم کو ڈانٹ پلائی اور پیر پٹختی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔

''نخرے دیکھو ذرا..... ایک تو چوری اور اوپر سے سینہ زوری..... بے نیازی تو ایسے دکھائی جا رہی ہے کہ جیسے میں تو بات کرنے کیلئے مری جا رہی ہوں..... اونہہ.....''

وہ ابھی تک کھول رہی تھی زین العابدین کی بے نیازی اسے سخت تاؤ دلا رہی تھی۔ لاشعوری طور پر وہ اسے سوچے جا رہی تھی۔ اپنی بے رُخی کے جواب میں ہمیشہ اُس کی طرف سے محبت ہی ملی تھی اب یہ لا پروائی

''قصور بھی اپنا..... اور دھونس بھی مجھ پر..... سمجھتا نہ جانے کیا ہے خود بڑا شہزادہ گلفام ہے نا.....'' وہ نا جانے کب تک لان میں تنہا ٹہلتی رہی تھی۔

زین العابدین کو اگر علم ہو جاتا کہ صرف اس کے سامان منگوانے پر برف پگھل گئی ہے تو خوشی سے دیوانہ ہو جاتا۔ کیونکہ معافی تو نہیں ملی تھی مگر توجہ ضرور مل گئی تھی جس سے لاریب بے خبر تھی۔

✦✦✦

پچھتاوا..... تلافی اور اعترافِ جرم اپنی جگہ مگر لاریب کے نفرت بھرے جملے اُس کے دل کو اذیت سے دوچار رکھتے تھے۔ وہ خود بھی پچھتاؤں کی آگ میں دن رات جلا کرتا تھا تلافی کے طریقے سوچتا مگر لاریب کی نفرت بچھو کی طرح اسے ڈنک مارتی رہتی تھی۔

''ڈھیٹ لوگ تو مرتے بھی آسانی سے نہیں ہیں.....'' یہ جملہ خنجر بنا اُس کے دل کے آر پار ہو چکا تھا۔

وہ جب بھی سوچتا اپنا آپ بہت حقیر لگنے لگتا تھا۔ وہ جو سارے علاقے کا مالک تھا خوبرو تھا..... ریشم جس کی آج بھی تمنائی تھی۔ وہ لاریب کے سامنے بالکل فقیر تھا۔ تنہائی کے ان لمحات پہ شرمندہ سا ہونے لگتا تھا۔ جب وہ لاریب کی نفرتوں سے بالکل بے خبر تھا اور اُس سے بے تکلف ہونے کی کوشش کرتا تھا۔ اشاروں، کنایوں میں اپنی محبت کا اظہار کرتا تھا..... کبھی ناشتے کی ٹیبل پر تو کھانے کی میز پہ وہ اپنے چمچ سے اپنا کھانا اُسے زبردستی کھلا دیا کرتا تھا۔

''لاریب..... مجھ سے محبت کرو گی نا.....''

وہ اکثر سوالی بنا اُس کے جواب کا منتظر رہتا تھا۔

www.pklibrary.com

وہ کچھ دنوں کیلئے اپنے والد کے گھر رہنے چلی جاتی تو وہ آندھی طوفان کی پرواہ کئے بغیر اُسے لینے پہنچ جاتا۔

''کیا کروں..... لاریب تمہارے بغیر ایک پل بھی نہیں گزر رہا تھا..... پتہ نہیں کیا جادو کر دیا ہے..... شاید امی جان ٹھیک ہی کہتی ہیں کہ تم نے میرے اوپر تعویذ کروا دیا ہے۔ محبت کا تعویذ..... یا کوئی اسم اعظم تو نہیں پڑھا مجھ پر..... کہ ہر کسی کو اپنا دیوانہ بنا لیتی ہو'' وہ اکثر و بیشتر اپنی شدتوں کا اظہار کرتا..... وہ جو اس بات سے بالکل لاعلم تھا کہ لاریب کے دل میں اُس کیلئے نفرتوں کے سوا کچھ نہیں ہے۔ مگر اب جب لاریب کی نفرت کا راز مکمل طور پر عیاں ہو گیا تھا تو وہ اس کا سامنا کرنے سے بھی گھبراتا تھا۔ جس سے محبت ہو اس کی نظروں میں بھلا نفرت کیسے گوارا ہو گی۔ وہ جو مطمئن تھا کہ ذلت کے بدلے عزت دے کر سُرخرو ہو گیا تھا۔ اب اُس کا قصور ناقابل معافی تھا۔ بظاہر لاریب کے سامنے یوں پوز کرتا جیسے کہ وہ بہت بے نیاز ہو چکا ہے۔ لاریب کے وجود سے مگر اندر یہ حال تھا کہ لاریب کا سامنا کرنے کی ہمت نہ تھی۔ بظاہر وہ ناراض دیوتا کا روپ دھار لیتا تھا مگر دل تو پجاری بنا لاریب کے چرنوں میں پڑا رہتا تھا اور تادم مرگ پڑا رہے گا..... بی جان کی تمام کوششیں بیکار گئیں..... دونوں کے درمیان فاصلے سمٹ نہ سکے..... ناراضگیاں برقرار رہیں..... انا کی دیوار کھڑی رہی..... جب انسان کی کوششیں ناکام ہونے لگیں تو پھر اُس قادر مطلق کے فیصلے عمل میں آتے ہیں۔ خدا کو منظور ہو تو فاصلے سمٹنے لگتے ہیں۔ دوریاں ختم ہونے لگتی ہیں۔ نفرتیں محبتوں میں تبدیل ہونے لگتی ہیں۔ سب کچھ حکم الٰہی کے مطابق ہونے لگتا ہے۔ کیونکہ انسان بہر حال ہر معاملے میں اُس کا محتاج ہے۔ بس کُن کی دیر تھی ''فیکون'' ہونے کو کوئی نہیں روک سکتا.....

✦✦✦

یہ جو دل میں قیام کرتے ہیں
یہ ہی جینا حرام کرتے ہیں

''یا الٰہی خیر..... زین العابدین صبح کا نکلا ہوا ہے ابھی تک واپس نہیں آیا..... اور نہ ہی کوئی فون کیا ہے ارے میرا تو جی گھبرا رہا ہے'' بی جان کی بائیں آنکھ صبح سے پھڑک رہی تھی۔

''بی جان..... میں کئی بار بھائی کا نمبر ملایا ہے مگر وہ بند جا رہا ہے'' فرحین کافی دیر سے اُس کا نمبر ٹرائی کر رہی تھی مگر جواب موصول نہ ہوا۔

''لڑکی تم بھی کوئی فکر کر لو..... کوئی اُس کی خیریت کی دعا مانگ لو..... شوہر صبح سے نکلا ہوا ہے۔ مجال ہے کہ فون کر کے حال معلوم کر لو اور ایک وہ ہے جس کو ''تلافی'' کا بخار چڑھا ہوا ہے۔'' نگہت بیگم اس موقعے پر بھی اُسے طنز کرنا نہ بھولی۔

لاریب کا دھیان ''تلافی'' پر ہی اٹک گیا تھا کہ کیسی تلافی.....

''کتنی بار کہا ہے کہ بغیر گارڈ کے مت نکلا کرو۔ مگر بہت ضدی ہے آپ کا لاڈلا بہت بگاڑ دیا ہے آپ کے لاڈ پیار نے..... کسی کی نہیں سنتا اپنی من مرضی کرتا ہے۔''

بخش شجاع پریشانی میں دونوں بازو پشت پر باندھے ٹہل رہے تھے۔

''ایک تو پہلے شادی کیلئے ضد کی۔ اب یہ دوسری ضد پال لی ہے سارا خاندان پہلے ہی دشمن بنا ہوا ہے۔'' بخت شجاع نے ایک نگاہ لاریب کے خاموش وجود پر ڈالی تھی۔

لاریب ناسمجھی سے انہیں دیکھنے لگی کہ یہ

www.pklibrary.com

دوسری ضد کونسی ہے۔ کوئی بات پلے نہ پڑی تو اُٹھ کر جانے لگی تھی کہ فون کی بیل کی آواز پر قدم رُک گئے۔ بخت شجاع نے تیزی سے فون اٹھایا۔

''چھوٹے مالک..... لاریب بی بی کے سکول کی جگہ کی منظوری کے کاغذات لیکر واپس آ رہے تھے کہ سکندر عالم کے بندوں نے فائرنگ کر دی۔ اُن کی حالت تشویشناک ہے'' دوسری جانب کی خبر بجلی بن کر گری تھی۔

بی جان اور نگہت بیگم تو آہ و بکا کرنے لگیں۔ فرحین صدمے سے نڈھال روئے چلی جا رہی تھی۔ لاریب پتھر کا بت بنی رہ گئی تھی۔

✧✧✧

سارا علاقہ غم میں ڈوب گیا تھا۔ ہر آنکھ اشکبار تھی۔ ہر لب پہ اپنے چھوٹے مالک کیلئے دعائیں تھیں۔ بخت شجاع بُری طرح سے ٹوٹ چکے تھے۔ ان کا مضبوط سہارا، ان کا اکلوتا وارث آپریشن تھیٹر میں زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھا۔ جس کی زندگی صرف دعاؤں کی محتاج تھی۔

''خون بہت بہہ چکا ہے۔ ہم پوری کوشش کر رہے ہیں مریض کو بچانے کی اب صرف دعاؤں کی ضرورت ہے'' ڈاکٹرز نے یقین دہانی کروائی۔

''ڈھیٹ لوگ تو مرتے بھی آسانی سے نہیں ہیں'' لاریب کو اپنے الفاظ کی بے رحم بازگشت تڑپا گئی

''تم دُعا تو کرو لاریب..... دعاؤں میں بڑی طاقت ہوتی ہے'' زین العابدین کی ٹوٹی ہوئی غم میں ڈوبی صدا لاریب کے دماغ پر ہتھوڑے کی طرح برسنے لگی۔

دل میں حکم الٰہی سے شگاف ہوا تو صاف پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ پانی کو باہر نکلنے کیلئے رستہ چاہئے تھا۔ جو آنکھوں کی طرف بن گیا..... اشکوں کا سیلاب اُمڈ آیا تھا۔ پہلی بار وہ زین العابدین کے لئے آنسو بہا رہی تھی۔

سوتے جاگتے، اُٹھتے بیٹھتے جو ہر دم اُس کے لئے بددعائیں کرتی تھی آج رب سے اس کی زندگی کی بھیک مانگ رہی تھی۔ وہ جو اس زعم میں رہا کرتی تھی کہ زین العابدین اُس کا مجرم تھا۔ اب پچھتاوے سے تڑپ رہی تھی۔ اپنے حصے کی سزا زین العابدین نے کاٹ لی تھی اب تڑپنے کی باری لاریب کی تھی۔

وہ دشمن جاں جس سے اسے نفرت تھی۔ جو اُس کی خوشیوں کا قاتل تھا۔ آج وہ نوحہ کناں تھی۔ اُس شخص کیلئے..... جس نے اسے دنیا میں سب سے زیادہ نفرت تھی۔ وہ جو غاصب تھا اُسے اُس کے مقصد سے دور کر دیا تھا جس کے ساتھ ایک چھت تلے رہنا اُس کے نزدیک موت کے برابر تھا۔

✧✧✧

وہ نفرت سے کہتے ہیں جاؤ مر جاؤ تم
ہم ہنس کے کہتے ہیں لو مر گئے ہم!

وہ آرزو کے گلے لگ کر زار و قطار رو رہی تھی۔ آرزو اسے بمشکل سنبھال رہی تھی۔ عمیر کھڑا خاموشی سے اُس کو تکتا جا رہا تھا۔ اس نے لاریب کو بہت بار شدت سے روتے دیکھا تھا۔ جب زین العابدین سے شادی ہو رہی تھی تو وہ اپنی جان دینے پر تلی ہوئی تھی مگر آج وہ اس کی بیوی تھی۔

''لاریب خود کو سنبھالو..... کچھ نہیں ہوگا چھوٹے مالک کو'' آرزو نے اُسے تسلی دی مگر اُسے صبر نہ آیا۔

''آرزو..... وہ بچ تو جائیں گے نا..... کوئی

www.pklibrary.com

انہیں بچا لے..... میں نے ان کے ساتھ اچھا نہیں کیا.....'' وہ اب سسکیاں لینے لگی۔

''لاریب..... فکر نہ کرو۔ مجھے پورا یقین ہے کہ ہماری دعائیں انہیں بچالیں گی۔ مولوی صاحب نے خصوصی دعا کروائی ہے۔ تم حوصلہ رکھو انہیں کچھ نہیں ہوگا'' آرزو بھلا لاریب کو روتا کہاں دیکھ سکتی تھی۔

مگر آج اُسے قرار نصیب نہیں ہو رہا تھا۔ اور عمیر یہ سوچ رہا تھا کہ یہ کب ہوا کہ وہ شخص لاریب کیلئے اتنا اہم ہوگیا کہ وہ آج اُس کے لئے تڑپ رہی تھی۔

''آرزو..... بس ایک موقع مل جائے..... بس ایک.....'' لاریب اپنے حواسوں میں نہ تھی۔

''ہمت رکھو لاریب..... کچھ نہیں ہوگا چھوٹے مالک کو.....'' عمیر نے آج پہلی بار زین العابدین کو اس اور اُس کہنے کی بجائے چھوٹے مالک کہا تھا۔

وہ تو گہری نظروں سے لاریب کے اندر آئی تبدیلی کو دیکھ رہا تھا۔ یعنی محبت نے اُسے اپنے حصار میں لے لیا تھا اور وہ بے خبر تھی..... زین العابدین کی بے نیازی کب اُس کی بے رخی کو مات دے گئی وہ لاعلم رہی تھی۔

''تم دعا کرو..... وہ بچ جائیں..... انہیں کچھ نہ ہو..... میں سکول والی بات بالکل بھول جاؤں گی..... بالکل ذہن سے سب نکال دوں گی'' وہ عمیر سے مخاطب تھی۔ وہ یوں عمیر کے سامنے عہد باندھنے لگی جیسے زین العابدین کو زندگی دینا نہ دینا عمیر کے ہاتھ میں ہو۔

''کچھ نہیں ہوگا لاریب..... میری بات کا یقین کرو.....'' عمیر نہایت متانت سے بولا جیسے اُسے ابھی ابھی الہام ہوا ہو۔

''بس خدا کو تمہاری آنکھ سے یہ نکلوانا منظور تھا چھوٹے مالک کیلئے.....'' لاریب کی پلکوں پہ اٹکا وہ آنسو عمیر نے اپنی اُنگلی پر لے لیا اور اُسے غور سے دیکھنے لگا۔ وہ اس آنسو کو دیکھ رہا تھا اور آرزو اُسے دیکھ رہی تھی۔

''بڑی طاقت ہوتی ہے ان میں لاریب..... یہ موت کو ٹال دیتے ہیں۔ تقدیر بدل دیتے..... اللہ کی مرضی ہو تو بہت کچھ منوا لیتے ہیں یہ آنسو!۔ تم دیکھنا لاریب..... یہ خدا کو منالیں گے..... ان کی شفافیت وصداقت اس بات کی گواہ ہے کہ چھوٹے مالک ٹھیک ہو جائیں گے'' وہ آنسو کو محویت سے دیکھتے ہوئے استغراق کی سی حالت میں یوں بولتا جا رہا تھا کہ جو کہے گا وہی ہوگا۔

''میں سکول کا کبھی نام نہیں لوں گی'' لاریب رندھی ہوئی آواز میں بولی عمیر نے تحیر سے اُسے دیکھا یہ لاریب تھی؟ آرزو بھی حیرت زدہ تھی۔ یہ لاریب تھی جو کبھی بھی اپنے مقصد سے پیچھے نہ ہٹی تھی۔ ساری دنیا ایک طرف اور اُس کا مقصدِ حیات ایک طرف تھا۔

وہ آج ہر بات سے دست بردار ہو کر صرف زین العابدین کیلئے زندگی کی بھیک مانگ رہی تھی۔ یہ تبدیلی نہیں تھی کیونکہ تبدیلی بہت چھوٹا لفظ ہے یہ تو انقلاب تھا جس نے لاریب کو زین العابدین کیلئے آنسو بہانے پر مجبور کر دیا تھا یا پھر نکاح کے وہ بول تھے جنہوں نے اپنی اہمیت کا احساس دلا دیا تھا۔

✧✧✧

وقت کچھوے کی چال چل رہا تھا۔ گھڑی کی ٹک ٹک کے ساتھ دل کی دھڑکنیں چل رہی تھیں۔ آنے والا سانس گزری سانسوں کا قرض چکا رہا تھا۔ ماں کی دعائیں عرش الٰہی ہلا رہی تھیں

www.pklibrary.com

تو باپ کی التجاء اپنے بیٹے کی زندگی کیلئے تڑپ رہی تھی۔

''یا اللہ..... اس عمر میں مجھے میری جوان اولاد کا غم نہ دکھانا.....'' بخت شجاع بہت کمزور اور بوڑھے لگ رہے تھے۔

بہن بھائی کیلئے سجدوں میں آنسو بہا رہی ہے۔

''یا اللہ..... میری زندگی لے لے مگر میرے بھائی کی زندگی بخش دے''

مولوی عبدالرافع ہر نماز کی ادائیگی کے بعد بیٹی کی خوشیوں اور اُس کے سہاگ کی سلامتی کی دعائیں مانگ رہے تھے۔

''یا اللہ..... میری بچی کو اتنی سی عمر میں یہ صدمہ نہ دینا'' ہر نظر پتھر ہو چکی تھی۔

خدا کا بڑا خوبصورت نظام ہے جب امیدیں دم توڑنے لگتی ہیں تو امید کا دیا اندھیرے میں روشن کر دیا جاتا ہے اور محافظوں کو ہدایت کر دی جاتی ہے کہ ہوا تند مخالف سے اس کو بچانا ہے اور بجھنے نہیں دینا۔ کیونکہ خدا کو ابھی منظور ہوتا ہے کہ اس دیے سے ابھی اور بہت سے دیے روشن ہوں گے۔ ہوا خوب زور لگاتی ہے دیے کی لو ہوا کے بے رحم تھپڑوں سے بے جان ہونے لگتی ہے۔ روشنی مدھم ہونے لگتی ہے۔ دیے کی تو کس زخمی پرندے کی مانند پھڑ پھڑانے لگتی ہے۔ خدا کی رحمت جوش میں آجاتی ہے اور تمام مخالف ہوائیں تھم جاتی ہیں۔ مدھم روشنی پوری طاقت کے ساتھ بڑھنے لگتی ہے۔ ایک ننھا منا سا دیا پوری قوت سے روشنی دینے لگتا ہے جیسے ہزار دیئے روشن ہو۔

''مبارک ہو..... چھوٹے مالک اب خطرے سے باہر ہیں'' ڈاکٹرز نے نوید سنائی تو لاریب کے بے جان جسم میں جان پڑی۔

اُس کی دعائیں قبول ہوئیں۔ عمر بھر کے پچھتاؤں سے اُسے بچالیا گیا تھا۔

''دعاؤں میں واقعی بہت طاقت ہوتی ہے جو موت کو بھی پچھاڑ ڈالتی ہیں''

''لاریب..... میری بچی..... زین العابدین کو خدا نے نئی زندگی دی ہے'' بی جان روتے ہوئے اُس کے گلے لگ کر بولیں۔

''میری بچی..... تو بڑی خوش قسمت ہے جسے اتنا محبت کرنے الا انسان ملا۔ جسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اُس نے ایک رات بھی سکون کی سانس نہ لی۔ بس دماغ پر ایک ہی دھن سوار تھی کہ تلافی کرنی ہے لاریب کو منانا ہے۔ تم سے دوری اور نفرت نے اُسے توڑ دیا تھا۔ ہر مرد ایسا نہیں ہوتا۔ جو احساس کرے اپنی غلطی تسلیم کرے۔ عورتیں جیتے جی جو مرضی کر لیں روتے پیٹتے قبر میں اتر جاتی ہیں مگر مردوں کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی.....'' بی جان اسے محبت سے سمجھا رہی تھیں اور آج لاریب کو فت سے نہیں دل سے سُن رہی تھی۔

''اُس نے میرے سامنے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس علاقے میں لڑکیوں کا سکول بنوائے گا وہ تمہاری خواہش پوری کرے گا۔ چاہے اس میں اس کی جان بھی چلی جائے۔ جانتا تھا کہ کام آسان نہیں۔ ساری برادری مخالف تو پہلے ہی تھی اب خون کے پیاسے ہو گئے تھے۔ سکول کی خبر سکندر عالم کو زخمی ناگ بنا گئی۔ بخت شجاع نے بھی اعتراض کیا کہ مگر زین نے ایک نہ سنی۔'' بی جان نے گہرا سانس لیا۔

''بخت شجاع اسے معاملات کی سنگینی کا احساس دلا رہا تھا مگر اُس نے ایک نہ مانی۔ بہت کرلی علاقے کی ریت رواج کی جاہلانہ

www.pklibrary.com

پاسداری بابا جان۔ ہم نے آنکھوں پر پٹی باندھ رکھی ہے جہالت کی اندھی تقلید میں اپنی عورتوں کو تعلیم کے زیور سے محروم رکھتے ہیں۔ سکندر عالم جعلی طلاق نامہ بھیجتا رہا اور ہم اُس کی چال نہ جان پائے۔ اور اسی جعلی طلاق نامہ کی بنیاد پر فرحین کا نکاح کہیں اور کر دیتے تو کیا ظلم ہو جاتا۔ جبکہ وہ ابھی تک سکندر کی بیوی ہے میں جانتا ہوں کہ وہ اپنی بہن کی وجہ سے میرا دشمن بنا ہوا ہے مگر فرحین کو نہیں چھوڑے گا۔ مگر ہمیں جھکانا چاہتا ہے اپنی ضد پوری کروانا چاہتا ہے۔

بابا جان! تعلیم عورت کیلئے بھی اتنی ہی ضروری ہے جتنی مرد کیلئے..... ہم بیکار میں ضد لگائے بیٹھے ہیں۔ ایک لڑکی اپنا نکاح نامہ اور طلاق نامہ تک نہیں پڑھ سکتی۔ سکندر نے کیسے میری بہن کے ان پڑھ ہونے کا فائدہ اٹھایا۔ یہ تک نہیں جان سکتی کہ کیا کچھ اُس کے خلاف ہے اور کیا حق میں.....'' زین العابدین بولتا چلا گیا تھا۔

مگر بخت شجاع قائل نہ ہو رہے تھے۔ ان کے نزدیک علاقے کے رسم و رواج زیادہ اہمیت رکھتے تھے۔ یہ ہمارے بڑوں کے اصول ہیں۔ اور ہم ان سے ہرگز منحرف نہیں ہوں گے۔ بخت شجاع کی پست سوچ نے انہیں زیادہ سوچنے نہ دیا۔

''کون سے بڑے؟ بتایئے بابا جان کونسے بڑے..... جنہوں نے شریعت کو چھوڑ کر اپنے اصول و قوانین بنا لئے۔ کیا نبی کریم ﷺ سے بھی بڑا کوئی ہے۔ ہے کوئی جو آپؐ سے بہتر اصول بتائے۔ آپ کی ذات کے سوا کون ہے ایسا جس کی بات سب سے معتبر ہو۔ خدا کے بعد آپ ہی ہیں جن کی ہر بات ماننا ہر مسلمان پر فرض ہے اور آپؐ نے ہی فرمایا ہے کہ تعلیم حاصل کرنا مرد و عورت دونوں پر فرض ہے۔ اس بات کے بعد کیا رہ جاتا ہے'' لاریب کو تمام باتوں کا مفہوم اب سمجھ آنے لگا تھا۔ وہ اس کے سکول کیلئے ضد کر رہا تھا اپنے خاندان کے اصولوں سے ٹکرا رہا تھا۔ علاقے میں لڑکیوں کا سکول کھول کر لاریب کے ساتھ کی گئی زیادتی کی احسن طریقے سے تلافی کرنا چاہتا تھا۔

لاریب کی جھیل جیسی آنکھوں میں طغیانی ہونے لگی۔ زین العابدین کا سامنا کرنے کا حوصلہ نہیں ہو رہا تھا۔ وہ سخت ندامت کا شکار ہونے لگی۔ کس قدر بُرا بھلا کہا تھا اُسے حتیٰ کہ مرنے کی بددعا تک دے ڈالی..... وہ کیسے اُسے ہر دم مناتا رہتا تھا۔ مگر اس کا غصہ کم نہ ہوتا۔ آج منانے کی باری لاریب کی تھی۔

✧✧✧

آنچل کا کونا مروڑتے ہوئے وہ بے چینی سے اپنے کمرے میں ٹہلتے ہوئے خود کو تیار کر رہی تھی۔ نا جانے کیوں پہلی بار زین العابدین کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی..... یا دلِ ناداں کی حالت بدل چکی تھی۔ یہ تو طے تھا کہ زین العابدین کے عشق نے اپنا آپ منوا لیا تھا۔ بس لاریب کی جانب سے اظہار باقی تھا۔

اُسے رہ رہ کر اپنا سلوک یاد آ رہا تھا۔ اور دل ندامت کا شکار ہو رہا تھا۔

''بھائی آپ سے محبت نہیں..... عشق کرتے ہیں'' فرحین کی بات نے ایک دم اُس کے گالوں کو دہکا ڈالا تھا۔

''ہیرا ہے ہیرا وہ شخص.....'' مولوی عبدالرافع کی بات سچ ہو گئی تھی۔

وہ شخص واقعی ہیرا تھا..... روشن اور چمکدار..... لاریب نے سوچتے ہوئے لب کچلا مگر پھر بھی ہمت نہ ہو رہی تھی کہ کیسے زین

www.pklibrary.com

پاسداری بابا جان۔ ہم نے آنکھوں پر پٹی باندھ رکھی ہے جہالت کی اندھی تقلید میں اپنی عورتوں کو تعلیم کے زیور سے محروم رکھتے ہیں۔ سکندر عالم جعلی طلاق نامہ بھیجتا رہا اور ہم اُس کی چال نہ جان پائے۔ اور اسی جعلی طلاق نامہ کی بنیاد پر فرحین کا نکاح کہیں اور کر دیتے تو کیا ظلم ہو جاتا۔ جبکہ وہ ابھی تک سکندر کی بیوی ہے میں جانتا ہوں کہ وہ اپنی بہن کی وجہ سے میرا دشمن بنا ہوا ہے مگر فرحین کو نہیں چھوڑے گا۔ مگر ہمیں جھکانا چاہتا ہے اپنی ضد پوری کروانا چاہتا ہے۔

بابا جان! تعلیم عورت کیلئے بھی اتنی ہی ضروری ہے جتنی مرد کیلئے..... ہم بیکار میں ضد لگائے بیٹھے ہیں۔ ایک لڑکی اپنا نکاح نامہ اور طلاق نامہ تک نہیں پڑھ سکتی۔ سکندر نے کیسے میری بہن کے ان پڑھ ہونے کا فائدہ اٹھایا۔ یہ تک نہیں جان سکتی کہ کیا کچھ اُس کے خلاف ہے اور کیا حق میں.....'' زین العابدین بولتا چلا گیا تھا۔

مگر بخت شجاع قائل نہ ہو رہے تھے۔ ان کے نزدیک علاقے کے رسم و رواج زیادہ اہمیت رکھتے تھے۔ یہ ہمارے بڑوں کے اصول ہیں۔ اور ہم ان سے ہرگز منحرف نہیں ہوں گے۔ بخت شجاع کی پست سوچ نے انہیں زیادہ سوچنے نہ دیا۔

''کون سے بڑے؟ بتایئے بابا جان کونسے بڑے..... جنہوں نے شریعت کو چھوڑ کر اپنے اصول و قوانین بنا لئے۔ کیا نبی کریم ﷺ سے بھی بڑا کوئی ہے۔ ہے کوئی جو آپؐ سے بہتر اصول بتائے۔ آپ کی ذات کے سوا کون ہے ایسا جس کی بات سب سے معتبر ہو۔ خدا کے بعد آپ ہی ہیں جن کی ہر بات ماننا ہر مسلمان پر فرض ہے اور آپؐ نے ہی فرمایا ہے کہ تعلیم حاصل کرنا مرد و عورت دونوں پر فرض ہے۔ اس بات کے بعد کیا رہ جاتا ہے'' لاریب کو تمام باتوں کا مفہوم اب سمجھ آنے لگا تھا۔ وہ اس کے سکول کیلئے ضد کر رہا تھا اپنے خاندان کے اصولوں سے ٹکرا رہا تھا۔ علاقے میں لڑکیوں کا سکول کھول کر لاریب کے ساتھ کی گئی زیادتی کی احسن طریقے سے تلافی کرنا چاہتا تھا۔

لاریب کی جھیل جیسی آنکھوں میں طغیانی ہونے لگی۔ زین العابدین کا سامنا کرنے کا حوصلہ نہیں ہو رہا تھا۔ وہ سخت ندامت کا شکار ہونے لگی۔ کس قدر بُرا بھلا کہا تھا اُسے حتیٰ کہ مرنے کی بددعا تک دے ڈالی..... وہ کیسے اُسے ہر دم مناتا رہتا تھا۔ مگر اس کا غصہ کم نہ ہوتا۔ آج منانے کی باری لاریب کی تھی۔

✦✦✦

آنچل کا کونا مروڑتے ہوئے وہ بے چینی سے اپنے کمرے میں ٹہلتے ہوئے خود کو تیار کر رہی تھی۔ نا جانے کیوں پہلی بار زین العابدین کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی..... بادلِ ناداں کی حالت بدل چکی تھی۔ یہ تو طے تھا کہ زین العابدین کے عشق نے اپنا آپ منوا لیا تھا۔ بس لاریب کی جانب سے اظہار باقی تھا۔

اُسے رہ رہ کر اپنا سلوک یاد آ رہا تھا۔ اور دل ندامت کا شکار ہو رہا تھا۔

''بھائی آپ سے محبت نہیں..... عشق کرتے ہیں'' فرحین کی بات نے ایک دم اُس کے گالوں کو دہکا ڈالا تھا۔

''ہیرا ہے ہیرا وہ شخص.....'' مولوی عبدالرافع کی بات سچ ہو گئی تھی۔

وہ شخص واقعی ہیرا تھا..... روشن اور چمکدار..... لاریب نے سوچتے ہوئے لب کچلا مگر پھر بھی ہمت نہ ہو رہی تھی کہ کیسے زین

www.pklibrary.com

العابدین کے سامنے جائے.....

''لاریب..... میں سمجھتا تھا کہ دنیا میں سب سے زیادہ میں تمہیں چاہتا تھا..... مگر میں غلط تھا..... میرا دعویٰ غلط تھا..... میری محبت تو صرف قطرہ تھی اور ..... چھوٹے مالک کی محبت سمندر..... خدا جو کرتا ہے بہت بہتر کرتا ہے۔ وہ شخص اس قابل ہے کہ تم اس کے ساتھ پر فخر کرو.....'' دل کے گنبد سے عمیر کی صدا سنائی دی تو نئے احساسات و جذبات نے کروٹ لی وہ بے دھیانی میں زینج العابدین کے بیڈ پر جا بیٹھی۔ جہاں سے اس کی مخصوص خوشبو کا احساس ابھی باقی تھا۔ آج اُسے یہ خوشبو نہایت مسحور کن لگی تھی۔ اُس نے گہری سانس لیکر اُسے اپنے اندر اُتارا۔ یکدم ہی چہرے پر حیاء کی لالی بڑھنے لگی۔ ابھی تک اُس ساحر کا سامنا نہ کر پا رہی تھی۔

''لاریب..... مجھ سے محبت کرو گی نا.....''

کمرے کے در و دیوار سے سرگوشیاں سُنائی دیں وہ حیرانگی سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ اُسے لگا کسی پردے کے پیچھے سے وہ سنہری آنکھوں والا دیوتا مسکراتا ہوا سامنے آ جائے گا اور ہاتھ پھیلا کر لپکے گا۔

''لاریب..... کیا اب بھی مجھ سے محبت نہیں ہوئی؟؟..... کیا بے عزتی کا بدلہ ابھی بھی پورا نہیں ہوا..... کیا اب بھی میرا ساتھ گوارا نہیں؟؟؟ کیا ابھی بھی مجھ سے رُوٹھی رہو گی.....'' سنہری آنکھوں والے دیوتا کا روشن مسکراتا ہوا ہیولہ یکدم ہی غائب ہو گیا تھا۔

کمرے میں تنہا ہونے کا احساس وحشت ہونے لگی تو قدم بے اختیار زیریں منزل کی جانب بڑھنے لگے.....

✧✧✧

کمرے میں گہرا سکوت چھایا ہوا تھا۔ زین العابدین بی جان کے کمرے میں تنہا تھا۔ وہ جب سے ہسپتال سے گھر واپس آیا تھا تو بی جان کے کمرے کو پھر سے اپنا مسکن بنا لیا تھا.....

لاریب ایک بار بھی اُس کے سامنے نہ آئی تھی..... نہ ہی اُس کی خیریت معلوم کی تھی۔ دل کو بے حد رنج پہنچا مگر اُس نے زبان سے ذکر نہ کیا۔

لاریب ہولے ہولے قدموں سے اُس کی جانب بڑھ رہی تھی۔ دل کی گھبراہٹ چہرے سے عیاں تھی۔ وہ اضطرابی اندازی میں اُنگلیاں مروڑ رہی تھی۔ یہ فاصلہ اُسے میلوں پہ محیط لگ رہا تھا۔ یوں جیسے اُن دونوں کے درمیان خلیج حائل ہو اور اُس کے قریب جانے میں صدیاں گزر جائیں گی..... قدم من من کے ہو رہے تھے.....

وہ اُس کی آمد سے ہنوز بے خبر آنکھیں موندے لیٹا تھا۔ اتنے شدید حملے کے بعد بچ جانا کس کرشمے سے کم نہ تھا۔ صرف دعائیں اُسے موت کے منہ سے کھینچ لائی تھیں۔ مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ سب کی دعاؤں میں لاریب کی دعائیں بھی شامل تھیں..... لب کچلتے ہوئے، عرق آلود پیشانی پونچھنے لگی..... نہ جانے کتنے الفاظ ترتیب دینے لگی۔ آغازِ کلام کے نا جانے کتنے طریقے سوچ رہی تھی۔

یہ ایک حقیقت تھی کہ زین العابدین کے ہاتھوں اُس کے ساتھ زیادتی ہوئی تھی مگر زیب نے بھی خوب بدلہ لیا تھا..... جواب میں اس پر پتھر برسائے تھے..... محبت کے جواب میں نفرت، شوخی و شرارت کے جواب میں بے رُخی سے نوازا تھا۔ لاریب کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

بنا کچھ کہے اس نے اپنا ہاتھ زین العابدین کے بازو پر رکھا تو اُس نے چونک کر آنکھیں

www.pklibrary.com

کھول دیں۔

''وہ کہیں خواب تو نہیں دیکھ رہا.....'' اس نے تصدیق کیلئے دل سے پوچھا اور اپنا دوسرا ہاتھ لاریب کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

وہ خواب نہیں حقیقت تھی..... بلکہ آج اُسے اپنے خوابوں کی تعبیر ملنے والی تھی۔ وہ ششدر سا اُسے دیکھتا جا رہا تھا۔ یہ کایا کیسے پلٹی..... یہ کرشمہ کیسے ہوا..... اُسے بالکل یقین نہیں آ رہا تھا کہ رُوٹھا ہوا محبوب خود چل کر اس کے پاس آیا ہے۔

''زین!.....'' گلابی لب کپکپائے..... پلکوں سے چمکیلے موتی ٹوٹ کر ان کے ہاتھوں پر جو دونوں نے ایک دوسرے کے تھام رکھے تھے۔

''زین..... مجھے معاف کر دیں.....'' وہ پھر سے بولی۔

اور خوبصورت آنکھوں سے برسات ہونے لگی..... تو ہر طرف جل تھل ہو گئی محبت کی پیاسی دھرتی پہ مینہ برسا تو زین العابدین کو سر سے پیر تک بھگو گیا۔

یہ سب ناقابل یقین تھا..... لبوں پہ خاموشی کا قُفل لگائے وہ ابھی بھی حیرت سے دیکھے جا رہا تھا۔ دل بار بار کہہ رہا تھا یہ کہیں وہم تو نہیں میرا..... کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہا۔ ابھی آنکھ کھلے گی اور منظر بدل چکا ہو گا۔

''میں نے آپ کے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا زین!.....'' وہ روتے ہوئے بمشکل بولی

وہ بے حد شرمندہ سی نظر آ رہی تھی۔ ایک ایک لفظ ٹوٹ ٹوٹ کر اُس کے منہ سے نکل رہا تھا۔ ندامت کے مارے بار بار پلکوں کی جھالر گرا لیت۔

''اگر آپ کو کچھ ہو جاتا تو میں خود کو کبھی معاف نہ کر پاتی.....'' وہ بولی تو زین العابدین کا دل کھل اُٹھا..... یہ انداز، دل کے جذبات کا اظہار اُس کے تو کان ترس گئے تھے کہ لاریب کبھی اُسے پکارے کبھی رُوٹھے تو کبھی منائے..... زین العابدین کی بے چین روح کو قرار نصیب ہوا۔ دل میں خوشیوں کی کہکشاں پھوٹی تو چہرے خوشی سے چمکنے لگی..... لبوں پہ دلفریب مسکراہٹ سجائے وہ اُس پری پیکر کو محویت سے تکتا جا رہا تھا۔ اور دل ہی دل میں ان قیمتی انمول لمحات کے امر ہونے کی دعا کر رہا تھا کہ وقت تھم جائے اور وہ یونہی اپنے کرب و اذیت کا اظہار کرتی رہے..... کوئی حجاب مانع نہ ہو۔ کوئی دیوار نہ ہو درمیان..... وہ منہمک سا اُس مجسم رعنائی کو تکے جا رہا تھا۔

کاش وقت ٹھہر جائے اور دل ان ساعتوں میں کھویا رہے..... آج وہ پتھر کی موتی موم کی طرح پگھل گئی تھی۔ اُس کی جذبوں کی شدت اُس کو بھی رُلا گئی تھی جو زین العابدین کی صورت سے بھی نفرت کرتی تھی.....

''لگتا ہے ساری بے نیازی صرف مجھے سزا دینے کیلئے تھی۔ ورنہ دل تو اسی دن تمہارا بے تکلف ہونے لگا تھا۔ جس دن میں نے اپنا کمرہ چھوڑا تھا'' زین العابدین کی شریر سی آواز اُبھری تو اُس نے جھکا ہوا سر اُٹھایا.....

''کیسی بے تکلفی؟'' ہاتھ کی پشت سے بھیگے گال رگڑتے ہوئے وہ حیرت سے بولی۔

''نہ زین العابدین نہ ہی زین جی..... فوراً ہی ''زین'' پہ آجانا کافی پرانی بے تکلفی لگتی ہے.....'' زین العابدین معنی خیزی سے بولا۔

تو ساری بات کا مطلب سمجھتے ہی اُس کا چہرہ گلنار ہو گیا۔ پلکیں حیاء کے بوجھ سے جُھک گئیں۔ وہ جھینپ کر یوں مسکرائی جیسے چوری

www.pklibrary.com

پکڑی گئی ہو۔ شرم و حیاء سے گلرنگ چہرہ زین العابدین کو مبعوث کر گیا تھا اُس نے کہاں لاریب کے ناز و انداز دیکھے تھے۔

''میں تم سے ناراض نہیں ہوں..... اور نہ ہی میرا ناراض ہونا بنتا ہے..... بس تمہاری نفرت جان کر پیچھے ہٹ گیا تھا.....'' اُس کے نرم ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں کی گرفت میں لیتے ہوئے وہ نرمی سے بولا۔

تو لاریب اُس کی دریا دلی پر حیران رہ گئی..... وہ واقعی عام مردوں سے مختلف تھا۔ ورنہ عام مرد کہاں اتنے وسیع النظر اور وسیع القلب ہوتے ہیں۔ وہ اپنی بیوی کی غلطی پر تو ہنگامہ مچا دیتے ہیں اور اپنے قصور پر بھی ندامت کا اظہار نہیں کرتے بلکہ حاکمیت کے نشے میں اکڑتے پھرتے ہیں۔ مرد تو عورت کے معاملے میں انا پرست ہوتا ہے غلطی کا اقرار صرف دل میں کرتا ہے عورت کے سامنے اعتراف کبھی نہیں کرتا کیونکہ جو عورت کے سامنے اعتراف کرے ندامت کا اظہار کرے وہ مرد ہی نہیں..... یہ مرد کی شان نہیں کہ وہ عورت کے آگے جھکے۔

''لاریب..... تمہارا ردعمل بالکل ٹھیک تھا تم بالکل حق بجانب تھی۔ میں نے تمہارے ساتھ زیادتی کی تھی۔ تمہارے خوابوں کو تمہاری نظروں کے سامنے ریزہ ریزہ کیا تھا۔ دُکھ میرے حصے میں بھی تو آنے تھے۔ شادی کر کے سمجھا تمام تلافی کر دی ہے مگر بات یہاں ختم نہیں ہوتی.....'' وہ ہلکا سا مسکرایا لاریب نے پہلی بار سوچا تھا اس شخص کی مسکراہٹ کس قدر سحر انگیز تھی۔

''لاریب..... ہم مرد بڑے عجیب ہوتے ہیں۔ پوری دنیا میں پارسائی کا لبادہ اوڑھے پھرتے ہیں۔ بڑے بڑے نیکی کے کام کر کے حاتم طائی بنے پھرتے ہیں..... بڑی بڑی باتیں کر کے خود کو بہت بلند و بالا سمجھنے لگتے ہیں۔ مگر کتنے نادان ہوتے ہیں ہم..... ہمارا اصل امتحان اور پرکھ اُن عورتوں کے سامنے ہوتی ہے جنہوں نے ہمیں پیدا کیا، وہ بہنیں جنہوں نے ہماری ہر دم خدمت کی..... وہ بیویاں جو ہمارے عیب کے ساتھ ہمیں قبول کر کے ہم سے محبت کرتی ہیں..... ہماری نسل آگے بڑھاتی ہیں۔ اور ہم انہیں جواب میں کیا دیتے ہیں۔ چند جوڑے، زیور، دو وقت کی روٹی اور سمجھتے ہیں کہ ہم بری الذمہ ہو گئے۔ ہم دنیا و آخرت میں کامیاب ہو گئے۔ اب جنت میں حوریں ہمیں بطورِ انعام ملیں گی اور ہمارے عیش ہی عیش ہوں گے'' زین کے چہرے پر تلخ مسکراہٹ بکھری۔

''جو دنیا کی بیویوں کو خوش نہ رکھ سکے۔ اُن کی دل جوئی نہ کر پائے۔ ان کے درمیان انصاف نہ کر پائے۔ وہ کیسے خود کو حقدار سمجھتا ہے کہ جنتی حوریں اُسے انعام و اکرام کے طور پر عطا کی جائیں گی'' وہ بولتا بولتا خاموش ہوا۔ لاریب سکتے کے عالم میں اُسے سن رہی تھی۔ وہ تو اس زین العابدین کو نہیں جانتی تھی۔

''تم نے بالکل میرے ساتھ صحیح سلوک کیا لاریب..... میں اسی کا مستحق تھا۔ تمہیں تمہارے مقصد سے بے دردی سے دور کر ڈالا اور خود اپنے مقصد کیلئے کوشاں ہو گیا..... تمہیں پانے کی خواہش کرنے لگا۔ مجھے صحیح ٹھوکر لگی۔ میں تمہاری نفرتوں کے قابل تھا.....'' وہ ہموار لہجے میں بولتا لاریب کے دل میں اترتا چلا گیا۔ اور دل کے سنگھاسن پر کسی مہان دیوتا کی طرح براجمان ہو گیا..... وہ واقعی چاہے جانے کے قابل تھا۔ لاریب کو اپنے نصیب پر رشک آنے لگا۔ خود کو ہواؤں میں اُڑتا ہوا محسوس کر کے وہ

www.pklibrary.com

سفید اُجلے بادلوں میں جا پہنچی تھی۔

✧✧✧

بنگلے کے سیکنڈ فلور کے ٹیرس پر کھڑی وہ علاقے کا منظر دیکھ رہی تھی۔

''لاریب گرلز ہائی سکول''۔ اُس کے خوابوں کا شہر اُس کی آنکھوں کے سامنے تھا..... جن ہاتھوں نے اس شہر کو مسمار کیا تھا آج قدرت نے انہی ہاتھوں سے اُسے آباد کروایا تھا۔ سکول کی دیدہ زیب اور شاندار عمارت دیکھ کر چہرے پر قوسِ قزح کے رنگ بکھر گئے تھے۔ ایسا تو کبھی خواب میں بھی نہ دیکھا تھا۔ بے اختیار آنکھوں سے خوشی کے آنسو نکل پڑے۔ ایک نگاہ صاف و شفاف آسمان پر ڈالی جو ایک شان سے کھڑا تھا۔ ننھے منے پرندے آزادی سے محوِ پرواز تھے۔ اُسے لگا وہ ایک پرندہ ہے جو طویل قید کے بعد آج آزادی کے ساتھ محوِ پرواز ہے۔ اُس کا رواں رواں خدائے بزرگ و برتر کے حضور شکر ادا کرنے لگا۔ واقعی وہ کریم و رحیم ہے اپنی خوش رنگ سوچوں سے باہر نکلی تو زین العابدین پر نگاہ جا ٹھہری۔ سفید شلوار قمیص میں وہ ہمیشہ کی طرح باوقار لگ رہا تھا۔ بے شک وہ مردانہ وجاہت کا نمونہ تھا مگر لاریب نے چونکہ ہمیشہ نفرت کی نگاہ سے دیکھا تھا سو کبھی اُس کی وجاہت کا اقرار نہ کیا تھا۔ وہ مکمل صحت یاب ہو چکا تھا۔ آج سکول کا افتتاح تھا۔ وہ لاریب کے ہمراہ جانے کے لئے تیار کھڑا تھا مگر اچانک ہی ضروری کال آ گئی۔ اب کافی دیر سے فون پر مصروف تھا۔ لاریب کو اب تو دو لمحوں کیلئے بھی اُس کی لاپروائی گوارا نہ تھی۔ اب تو کافی دیر ہو گئی تھی۔ پورے ایک گھنٹے سے فون اُس کے کان سے لگا ہوا تھا۔

''بس کر دیں زین..... کتنی دیر سے فون پہ مصروف ہیں'' لاریب یوں بولی جیسے فون اُس کا ''رقیب'' تھا۔ اُس نے موبائل آف کر ڈالا۔

''ارے لاریب کیا کرتی ہو۔ کتنی ضروری بات کر رہا تھا.....'' وہ بظاہر مصنوعی خفگی سے بولا مگر در پردہ اُس کا حسین استحقاق سے بھرپور انداز دل کو جھومنے پر مجبور کر گیا تھا۔

''کونسی ضروری باتیں ہیں جو ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی اور آخر کس کی کال تھی؟''

گرے رنگ کی سفید کڑھائی سے مزین قمیص کے ساتھ سفید دوپٹہ اور سفید چوڑی دار پاجامہ زیب تن کئے وہ کسی ماہر سنگ تراش کے ہاتھوں سے بنی مورتی لگ رہی تھی۔ گوری رنگت دمک رہی تھی۔ کمر پر سیاہ آبشار بکھرا ہوا تھا گلابی نازک لب، بڑی بڑی سیاہ آنکھوں میں کاجل کی دھار۔ کانوں میں خوبصورت سے آویزے پہنے وہ بے حد حسین لگ رہی تھی۔ وہ اُسے گہری نگاہوں سے دیکھنے لگا تو وہ بلش کر گئی۔

''کچھ پوچھ رہی ہوں آپ سے کس سے بات ہو رہی تھی جس سے دل ہی نہیں بھر رہا تھا'' اُس کا خود پر سے دھیان ہٹانے کی غرض سے وہ بولی۔

''ریشم کا فون تھا.....'' زین العابدین کو شرارت سوجھی۔ لبوں پہ شوخ مسکراہٹ تھی۔

''ریشم کا..... مگر کیوں؟'' لاریب کے لہجے میں جلن تھی جو زین العابدین سے مخفی نہ رہی۔

''کیوں..... کس لئے فون کیا تھا؟'' لاریب چڑ کر بولی۔

''بے چاری بہت رو رہی تھی۔ معافی مانگ رہی تھی کہ سکندر بھائی کو معاف کر دیں ورنہ انہیں سزا ہو جائے گی اور.....'' وہ کچھ معنی خیز انداز سے بولتے ہوئے رُکا۔

''اور..... اور کیا کہہ رہی تھی.....'' لاریب خفا خفا سے لہجے میں بولی۔ زین العابدین اُسے

www.pklibrary.com

خوب ستانے کے موڈ میں تھا اُس کا یہ روپ آج پہلی بار دیکھ رہا تھا۔

''مجھے بہت یاد کر رہی تھی لاریب..... پرانی باتیں یاد دلا رہی تھی..... گلے شکوے کر رہی تھی..... میں سوچ رہا ہوں کہ.....'' زین العابدین انتہائی سنجیدگی سے بولا۔

کن اکھیوں سے لاریب کے سُرخ ہوتے چہرے کو دیکھا۔ جہاں مسکراہٹ تو مفقود تھی میں غضب ہی غضب چھایا تھا۔

''سوچ رہا ہوں ایک چانس دے ہی ڈالوں اُس بے چاری کو'' وہ بولا

''کیا چانس؟'' لاریب نے ناسمجھی سے سوال کیا۔

''بھئی بچپن کی منگنی تھی ہماری..... پتہ نہیں بے چاری کیسے برداشت کرتی ہوگی..... وہ اب تک مجھے بھول نہیں پائی۔ اگر تم میرا ساتھ دو تو بات بن سکتی ہے لاریب..... میں نے اُس کے ساتھ بہت زیادتی کی ہے۔ اب تلافی کرنا چاہ رہا ہوں'' زین العابدین نے بظاہر انتہائی سنجیدگی سے کہا ورنہ دل تو لاریب کی حالت پر قہقہے لگانے کو چاہ رہا تھا۔

''کیسا ساتھ؟'' لاریب اُس کی باتوں پر بے حد سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔ آنکھوں میں نمی تیرنے لگی تھی۔

''اُس نے اپنا بچپن کا منگیتر پورا کا پورا بلکہ سارے کا سارا تمہارے حوالے کر دیا۔ وہ بھی اتنا ہینڈسم اور گڈ لکنگ..... تو اب تم بھی اپنا دل بڑا کرو اپنا آدھا شوہر اُس کے حوالے کر دو..... دونوں بہنوں کی طرح رہ لیا کرنا..... دیکھو میں تم دونوں کے درمیان پورا انصاف کروں گا۔ ایک دن تمہارے ساتھ اور ایک دن اُس کے ساتھ..... ویسے بھی مولوی عبدالرافع اکثر خطبے میں کہتے ہیں کہ جو شخص بیویوں کے درمیان انصاف نہ کرے وہ قیامت والے دن ٹوٹے ہوئے کندھے کے ساتھ حاضر ہوگا اور بھئی میں تو بہت ڈرتا ہوں'' زین العابدین نے چہرے پر مصنوعی خوف طاری کرتے ہوئے اداکاری کی۔

''جان لے لوں گی آپ کی بھی اور آپ کی چہیتی ریشم کی بھی.....'' وہ ناگن بنی پھنکاری اور ناراض سی ہو کر جانے لگی تھی کہ زین العابدین نے ہاتھ پکڑ کر روکا۔

''ویسے ایک بات تو بتاؤ لاریب..... یہ چکر کیا ہے سوتن کی جان لینا تو سمجھ آتا ہے مگر شوہر کی جان لینے کی وجہ مجھے سمجھ نہیں آئی'' زین العابدین نے معصومیت سے سوال کیا۔ ہنسی کو ہونٹوں میں دباتا وہ بے حد دلکش لگ رہا تھا۔

''سارا فساد یہ خبیث مرد ہی تو مچاتے ہیں۔ دو عورتوں کو سُولی پر لٹکا کر انہیں آپس میں لڑا کر خود خوش باش پھرتے ہیں جیسے میلے میں گھسے ہوں۔ ان کی جان تو پہلے لینی چاہئے.....'' لاریب اپنے فطری اکھڑپن سے بولی تو زین العابدین کا دل بے خود سا ہونے لگا۔

ہم نے دیکھا تھا فقط شوقِ نظر کی خاطر
یہ نہ سوچا تھا کہ تم دل میں اُتر جاؤ گے

یہ تو آرزو تھی اُس کی کہ وہ لاریب کا محبتوں سے چور انداز دیکھے۔ لڑے جھگڑے اپنے دلی جذبات کا اظہار کرے۔ اپنی جلن کا احساس دلائے، اور آج وہ سب کر رہی تھی بھرپور شدتوں کے ساتھ..... وہ جو اُسے محویت سے تکے جا رہا تھا۔ اُس کی محویت پر وہ چڑ کر خفگی دکھاتے ہوئے اپنا ہاتھ چھڑانے لگی مگر گرفت مضبوط تھی وہ چھڑا نہ پائی۔

''لاریب..... تم تو سچ مچ ہی خفا ہو گئی۔ میں تو مذاق کر رہا تھا۔ ریشم تو میرے دل میں پہلے

www.pklibrary.com

نہ اُتر سکی تھی اب کیا اُترے گی..... دل کے آئینے میں بس ایک ہی چہرہ دیکھنے کا خواہشمند ہوں'' اس نے کہتے ہوئے لاریب کا گلاب چہرہ دونوں ہاتھوں میں لے لیا جو ناراض ہو کر اور بھی حسین نظر آ رہی تھی۔

زین العابدین کی نظر پلٹنا بھول گئی تھی۔

''بہت مشکل سے منایا ہے لاریب تمہیں جان سے گزر کے..... اب دوبارہ تمہیں ناراض کرنے کا حوصلہ نہیں ہے..... اب اگر تم روٹھی تو مر جاؤں گا'' لاریب نے اُسی پل اُس کے لبوں پہ ہاتھ رکھ دیا تھا۔

کبھی ہونٹوں پہ اُنگلیاں کبھی یوں سرگوشیاں اُف ان کا اندازِ حق جتانا بہت جان لیا ہے

زین العابدین کا لہجہ آنچ دینے لگا تو لاریب کی دھڑکنیں بے ترتیب سی ہونے لگیں..... وہ خاموشی سے اُس کی حکایت دل سُن رہی تھی..... شرمایا شرمایا، گھبرایا روپ زین العابدین کیلئے بالکل نیا تھا۔

''لاریب..... وہ کہتے ہیں نا کہ'' وہ جانے کیا کہنا چاہ رہا تھا۔ رُک کر اُس کی آنکھوں میں جھانکا۔

''کیا.....'' لاریب نے پلکیں اُٹھائیں۔

''روسیا رب وی من جان دا اے
روسیا یار منانا اوکھا!''

زین العابدین نے خمار آلود لہجے میں کہتے ہوئے اُسے خود سے قریب کیا تو حیاء سے نظریں جھک گئیں۔

اچانک فرحین کی آمد پر دونوں چونکے۔ وہ جو انہیں قریب کھڑے دیکھ کر بے حد خوشی محسوس کر رہی تھی تو بغیر اجازت کمرے میں آنے پر شرمندگی بھی..... دل ہی دل میں اُن کی محبت پر خدا کا شکر ادا کیا اور اُن کی خوشیوں کیلئے ڈھیروں دُعائیں بھی۔

''آؤ فرحین..... اندر آ جاؤ.....'' اُسے یوں دروازے میں کھڑا دیکھ کر زین العابدین نے اُسے پکارا۔

فرحین سکندر عالم کیلئے سفارشی بن کر آئی تھی۔ بخت شجاع سے بھی بات کی تھی اب زین العابدین سے رعایت کا کہہ رہی تھی۔

''بھائی..... آپ سب سکندر کو معاف کر دیں۔ میں مانتی ہوں انہوں نے آپ کے ساتھ بہت بُرا کیا۔ مگر میری زندگی تو اُس کے ساتھ ہی جڑی ہے۔ میری اولاد کو دنیا میں یتیموں کی طرح زندگی نہ گزارنی پڑے.....'' وہ ہاتھ جوڑتے ہوئے گڑگڑائی۔

اور لاریب حیرت سے بنتِ حوا کی ایک اور شکل دیکھ رہی تھی۔ مرد کتنا بھی بُرا سلوک کرے۔ ظلم کرے زیادتی کرے مگر عورت اُس کی محبت، سلامتی اور خوشیاں ہی مانگتی ہے۔ اُس کی ہمراہی میں خوش رہتی ہے مرد بے وفائی کرے..... تب بھی وہ وفا ہی نبھاتی ہے۔ واہ ریعورت تیرا خمیر نا جانے کہاں اُٹھایا گیا ہے۔

لاریب نے ایک محبت بھری نگاہ زین العابدین کے چہرے پر ڈالی تھی اور خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ نادانی میں اُسے کھو دیتی اگر خدا مہرباں نہ ہوتا.....

✧✧✧

''لاریب گرلز ہائی سکول'' کے افتتاح کی تیاریاں عروج پر تھیں۔ گراؤنڈ لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ علاقے کی خواتین تو پہلے بھی لاریب کی ہم خیال تھیں مگر اب مردوں کی سوچ بھی بدل چکی تھی۔ کیونکہ اب سکول کی عمارت لاریب نے من مانی اور زور زبردستی سے کھڑی نہیں کی تھی بلکہ اس علاقے کے مالک زین العابدین، بخت

www.pklibrary.com

شجاع کے اکلوتے وارث نے اپنی مرضی اور خوشی سے تعمیر کروا کر ناقدین کے منہ بند کر دیئے تھے۔ ہر مخالفت کو کچل ڈالا تھ۔ اور دشمن پر صاف طور پر واضح کر دیا تھا کہ جتنے مرضی روڑے اٹکالو۔ اس علاقے میں لڑکیوں کا سکول ضرور بنے گا۔

خوبصورت سے ڈائس پر کھڑی لاریب قبل از تقریر کچھ الفاظ ترتیب دینے کے ساتھ کس کی بے چینی سے منتظر تھی۔ اُس کی چمکدار آنکھوں میں کسی کا انتظار تھا۔ کرسیوں کی قطار میں سب پہلے بخت شجاع، فرحین، عمیر اور آرزو براجمان تھے۔ آخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور مولوی عبدالرافع زین العابدین کی ہمراہی میں چلتے ہوئے اگلی کرسیوں کی جانب بڑھ گئے۔ اُن کی آمد پر سب احتراماً کھڑے ہوئے تو اللہ کی کرم نوازی پر مولوی صاحب کی آنکھیں بھیگنے لگیں تو لاریب کی آنکھوں میں خوشی نمی کی صورت میں اُترنے لگی۔

شاخ سے جو گر جائیں ہم وہ پتے نہیں
آندھیوں سے کہہ دو اپنی اوقات میں رہیں

دلکش لب و لہجے میں شعر پڑھتے ہوئے لاریب نے اپنی بات کا آغاز کیا تھا ''اگر حالات آپ کے ناموافق ہوں۔ ہوائے تند و تیز آپ کے خلاف چل رہی ہوں ستاروں کی چال بھی اُلٹی ہو۔ اور ہر آواز آپ کے خلاف ہو۔ تو آپ جو کر سکتے ہیں کر لیں اور نتیجہ اللہ کی ذات پر چھوڑ دیں۔ اب وہ قادر ہے چاہے تو آپ کی ناؤ کو ڈبو دے یا پھر ساحل تک پہنچا دے۔ اگر نیت سچی اور لگن خالص ہے تو کوئی آپ کے ارادوں کو روک نہیں سکتا.....'' وہ اپنے دلنشین اندازِ بیاں کے ذریعے دل کی باتیں کہہ رہی تھی اور حاضرین پر سحر طاری تھا۔ ہر آنکھ اُس پر جمی

شگفتہ شگفتہ رواں دواں

ابن انشا کے شعری مجموعے

آج ہی اپنے مقرب بک سٹال یا براہ راست ہم سے طلب فرمائیں

لاہور اکیڈمی

پہلی منزل محمد علی امین میڈیسن مارکیٹ 207 سرکلر روڈ اردو بازار لاہور

فون: 042-37310797, 042-37321690